



100 429 80 600  

---

Lm



111

17 1

CHECKED

اِنَّ مِّنَ الشَّعْرِ حِجْلَةً وَاِنَّ مِّنَ الْبَيْتَانِ لَسَمْعًا

المحمدیہ کراچی دین و دیوان فصاحت و بیان رشک چین رونق انجمن موسوم بہ

J. & K. UNIVERSITY LIB.  
Acc No. 57851  
Date 6.8.65

SI 01  
R 61

Allama Iqbal Library  
57851

3632  
نتائج سخن

ہیخ غلام محمد امینڈ سنو تاجران کتب  
حائے صوفیہ از امیر اکمل سرنگوشتی

نتیجہ فکر جانشین امیر مینا می لکھنوی حافظ جلیل حسن جلیل

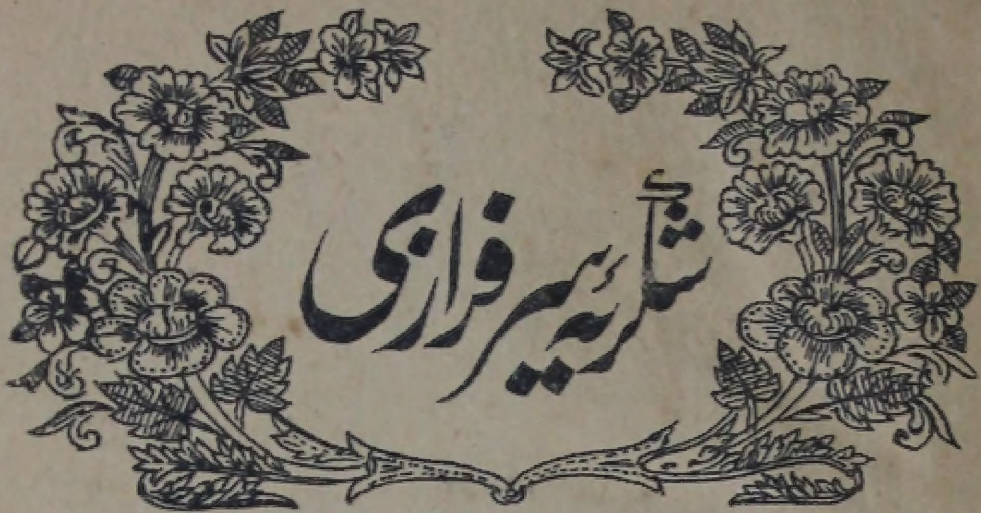
دستور امیر المظاہر علیہ رحمۃ اللہ باد جلالہ و جلالہ

اردو رمضان المبارک



CHECKED





بہ پیشگاہِ جہان پناہ بندگانِ عالی متعالی ظلِ سبحانی خلیفۃ الرحمانی  
 علیحضرت سکندر رشوکت کیوان علم انجم خدمِ رستم دوران  
 افلاطون زمان سپہ سالار مظفر الممالک فتح جنگ حضور پر نور  
 ہزارائیں نواب میر محبوب علی خان بہادر نظام الملک آصفیہ  
 سلطان دکن خلد اللہ ملکہ

شبِ غم لاکھ طولانی ہو تو کا ہو ہی جاتا ہے  
 دکن میں بار و رخیل تمنا ہو ہی جاتا ہے  
 ملادر یا سے جو قطرہ وہ دریا ہو ہی جاتا ہے  
 درِ شہ کا گدا ادنیٰ سے اعلیٰ ہو ہی جاتا ہے  
 فقیر دن کا جہان میں بول بالا ہو ہی جاتا ہے

جو دن بھرتے ہیں تو سامان پیدا ہو ہی جاتا ہے  
 چرخ میں بچھولنے پھیلنے کی نوبت آ ہی جاتی ہے  
 رہا جو شہ کی نظروں میں ترقی اُسکو لازم ہے  
 چمک فتنے میں سورج کی کرن سوا ہی جاتی ہے  
 توجہ چاہیے تھوڑی سی شاہِ بندہ پرور کی



جو دل سے ہو رہا حضرت کا پھر اسکو کمی کیسا ہے  
 مرے گلزار میں رنگ خزان کب تک جمار نہتا  
 توقع شاہ سے رکھنا کبھی خسالی نہیں جاتا  
 اشارہ چاہیے پھر شکل آسان ہو ہی جاتی ہے  
 کسی کا درد دل ہو بے اثر یہ غیر ممکن ہے  
 سیسا جب کرم فرما ہوا پھر بوجھنا کیا ہے  
 بختس شاہد مقصود کا صنایع نہیں جاتا  
 عقیدت جب ہوئی پوری تو کیسا پردہ دور  
 بجا ہے اب عروس شاعری کا دون کی لینا  
 کل مضمون جو کل تک خشک تھے اس کا تعجب کیا  
 نہ میں اچھا نہ میرے شعرا تھے بات انتی ہے  
 جلیل زار کو دیکھو جلیل القدر کو دیکھو  
 تعجب کیوں کسی کو ہو ہماری سرفرازی پر  
 یہ ایسی سرفرازی ہے یہ وہ ذرہ نواز می ہے  
 حسد کوئی کرے کس واسطے سب پر یہ ظاہر ہے  
 لکھنوں اب شکر یہ کے ساتھ کچھ مع شہوالا  
 یہ مع شاہ وہ مضمون ہے جسکے نظم کو نیکا

موافق آسمان تابع زمانا ہو ہی جاتا ہے  
 کہ اک دن فصل گل کا دور دورا ہو ہی جاتا ہے  
 یہ دیکھا ہے کہ فضل حق تعالیٰ ہو ہی جاتا ہے  
 سہارا چاہیے پھر بوجھ ملکا ہو ہی جاتا ہے  
 مریضوں پر کرم فرما سیسا ہو ہی جاتا ہے  
 دوا ہو یا نہ ہو بیمار اچھا ہو ہی جاتا ہے  
 وہ اک دن زیب آغوش تماشا ہو ہی جاتا ہے  
 مرغ محبوب دل میں جلوہ آرا ہو ہی جاتا ہے  
 شباب آتا ہے تو جو بن دو بالا ہو ہی جاتا ہے  
 خزان کے دور میں ہر پھول کا شا ہو ہی جاتا ہے  
 جسے اچھا کہیں سرکار اچھا ہو ہی جاتا ہے  
 لقب جو شاہ سے ملتا ہے زیبا ہو ہی جاتا ہے  
 خدا کا فضل ہوتا ہے تو ایسا ہو ہی جاتا ہے  
 نہ کچھ کہیے مگر لوگوں میں چرچا ہو ہی جاتا ہے  
 کہ جو قسمت کا لکھا ہے وہ پورا ہو ہی جاتا ہے  
 کہ اس موقع پہ دل میں جوش پیدا ہو ہی جاتا ہے  
 ارادہ میں نہیں کرتا ارادہ ہو ہی جاتا ہے

مطلع

کمال شاہ پر افسان شیدا ہو ہی جاتا ہے  
 جمال شاہ کو دیکھو تو سگتا ہو ہی جاتا ہے



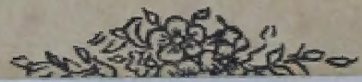
نظر جس کی پڑی آئینہ روئے مبارک پر  
 سواری کا سمان سوار دیکھا ہے مگر پھر بھی  
 رہے ہر دلعزیزی بخت و دولت بھی یہ تو ہیں  
 خدارکھے شہرِ حجاز کا ہے رعب داب ایسا  
 تجلی محو کر دیتی ہے ایوانِ معصی کی  
 کسی آزاد کی اس در پہ آزادی نہیں چلتی  
 بہت دور آپ کو کہینچے جو کوئی فائدہ کیا ہو  
 دلوں پر کیوں نہ ہو قبضہ کہ دل کو شاد کر دیں  
 مثالِ ماہِ تابان انجمن آریا جو ہوتے ہیں  
 کمالِ شاہ کا اثر اکبر کیا تھوڑے ہیں  
 جہان مجرم کوئی چنکر ہوا سائلِ ہائی کا  
 عتابِ شاہ بھی خالی نہیں شانِ ترجمہ کو  
 نخل جاتی ہے خدمتِ ہاتھ سے روزی نہیں جاتی  
 سزائے واسطے دل میں کوئی پہلو نہیں آتا  
 مرے شہ کی سخاوتِ مشک کی تاثیر رکھتی ہو  
 ہمیشہ فیض جاری ہے ہمیشہ خیر جاری ہے  
 عجب عہدِ مبارک ہے کہ جب چاہو جہان چاہو  
 مسافر کو سفر میں دھوپ کی ایندھن ہوئی  
 اسی در پر تو پھیل لٹا ہر نخل خاکساری کا

نصیب اُسکو سکندر کا نصیب ہو ہی جاتا  
 سلیمان کا شہرِ آصف پہ دھوکا ہو ہی جاتا  
 تہیں جو دیکھ لیتا ہے تہارا ہو ہی جاتا ہے  
 کسی کا بخت ٹیڑھا ہو تو سیدھا ہو ہی جاتا ہے  
 درِ شہ کا تماشا کی تماشا ہو ہی جاتا ہے  
 کرم کا خلق کا احسان کا بندا ہو ہی جاتا ہے  
 خدنگِ لطفِ شاہی کا نشانہ ہو ہی جاتا ہے  
 یہ وہ جادو ہے جس سے غیر اپنا ہو ہی جاتا ہے  
 تو شاہانِ جہان کا حلقہ ہلا ہو ہی جاتا ہے  
 کوئی ارمان ہو دم بھر میں پورا ہو ہی جاتا ہے  
 مروت آہی جاتی ہے اشارا ہو ہی جاتا ہے  
 ہوا جو برطرف اُس کا وظیفہ ہو ہی جاتا ہے  
 یہی وہ بات ہے دل جس پہ شیدا ہو ہی جاتا ہے  
 عطا کے واسطے کوئی بہانا ہو ہی جاتا ہے  
 چھپا کر لاکھ دین عالم میں شہرا ہو ہی جاتا ہے  
 لٹاتا ہے جو موتی دل کا دریاء ہو ہی جاتا ہے  
 خوشی کا عیش کا سامان ہوتا ہو ہی جاتا ہے  
 کہ سر پر دامنِ دولت کا سایا ہو ہی جاتا ہے  
 جو قدموں پر چھکا اُس کا سرو نچا ہو ہی جاتا ہے



دل آئینہ ہے اور اُس میں خواص جامِ خسرو  
 سبق دیتے ہیں لُحمان کو فَلَاطُونِ مان کو  
 زہے تیر انگنی نکلے نہ نکلے تیر چپشکی سے  
 کلامِ خسروی کیونکر نہ دنیا سے نرالا ہو  
 خدار کھے جہان دو گل کھلاے طبعِ رنگین نے  
 زبان پر طوطی ہندوستان کو جدا آتا ہے  
 قلن کو داغ آتش کو جلن جانی کو بہوشی  
 بجا ہے سامعین کا مثل قمری نعرہ زن ہوا  
 زمین سخت میں بھی معنی روشن نکلتے ہیں  
 بناوٹ کی ضرورت کیا تصنع کی ہی حاجت کیا  
 ویسے ہیں شاہ کو خالق نے کیا کیا چاند لکڑے  
 نہ کیوں روشن ہوں سب کے دیدہ دل شاہزادوں  
 مجھے دعویٰ نہیں لیکن شائبہ شہ کی لکھتا ہوں  
 کوئی مانے نہ مانے میں تو ہوں اس فیض کا قائل  
 جلیلِ اصف کے حق میں جو عادل نہ نکلتی ہی

کیسا راز دل ہوا شکارا ہو ہی جاتا ہے  
 ہوا جو بندہ بید ام و ناما ہو ہی جاتا ہے  
 دل حُسا دین خونِ تمنا ہو ہی جاتا ہے  
 شہ یکتا کا ہر مضمون یکتا ہو ہی جاتا ہے  
 گلستان بوستان کا رنگ پھیکا ہو ہی جاتا ہے  
 بیان پر بلبل شیراز شیدا ہو ہی جاتا ہے  
 صبا کو بیکلی سودا کو سودا ہو ہی جاتا ہے  
 کہ اک اک شعر موزون سرورِ عشا ہو ہی جاتا ہے  
 صدف میں دُر حجر میں نعل پیدا ہو ہی جاتا ہے  
 طبیعت ہو جو بانگی شعر بانگا ہو ہی جاتا ہے  
 قمر جب دیکھتا ہے گھٹ کے آدھا ہو ہی جاتا ہے  
 کہ مہر و ماہ سے گھر گھر اُجالا ہو ہی جاتا ہے  
 سخن کو اپنی یکتائی کا دعویٰ ہو ہی جاتا ہے  
 زمین مشکل سی مشکل ہو قصیدہ ہو ہی جاتا ہے  
 اثرِ فضلِ خدا سے اُس میں پیدا ہو ہی جاتا ہے





# فہرست غزلیات

مطلع

صفحہ

ردیف الف

۱	ہے لاکھ لاکھ شکر خداے جلیل کا	جس نے دُرخن سے بھرا سُنہ جلیل کا
۲	جسمے یہ دل میں آکھی خیال احمد کا	کہ روز خواب میں دیکھوں جمال احمد کا
۳	ناوک اُس کا کبھی خطا نہ ہوا	طائرِ سدر و تک نشا نہ ہوا
۴	بیوفا یا ربا و فسا نہ ہوا	دل ہوا دل کا مدعا نہ ہوا
۵	خط چاند سے چہرے پہ عیاں ہو نہیں سکتا	شعلے سے لپٹ جاے دھواں ہو نہیں سکتا
۶	کیا کیجیے غم اپنا بیان ہو نہیں سکتا	چمپ ہو رہوں یہ بھی مر سجاں ہو نہیں سکتا
۷	حُسن نے ہر عیب کا پردا کیا	آپنے جو کچھ کیا اچھا کیا
۸	حق نے پیدا ہی تجھے ایسا کیا	جس نے دیکھا تجھ کو بس دیکھا کیا
۹	مرے جذبِ دل کا اثر دیکھ لینا	تم آؤ گے تھامے جگر دیکھ لینا
۱۰	تسکین جو دل کی تہین کرنا نہیں آتا	دل کو بھی مر سجاں ٹھہرنا نہیں آتا
۱۱	فغانِ مین درودِ عاہین اثر نہیں آتا	جو تم نہیں ہو تو کوئی ادھر نہیں آتا
۱۲	یہ رنگ گلاب کی کلی کا	نقشہ ہے کسی کی کسنی کا



۱۱	ہر رنگ ہے تیرے آگے پھیکا	مہتاب ہے پھول چاندنی کا
۱۲	دل پر داغ کو زلفون سے مچکتے دیکھا	ہمنے ان کا نون کو طاؤس اگلتے دیکھا
۱۳	حسرت دیدار میں یوں دل گیا	خون ہو کر آنسوؤں میں مل گیا
۱۴	دل کے لینے پر جو مال وہ ستمگر ہو گیا	نازدل جو عشوہ دلکش غمزہ دلبر ہو گیا
۱۵	رونا ہے اب یہ آٹھ پہر یا کیا ہوا	آنکھوں کو روگ لگ گیا دیدار کیا ہوا
۱۶	اگٹھا دیار تبہ ہر حسین کا مٹا دیار رنگ جو عین کل	نہیں ہے یہ چاند جو دھوین کا شباب ہے میرے چہرے کا
۱۹	کوئی حسین ہو میں اک نگاہ کر لینا	جگر کو تھام کے چپکے سے آہ کر لینا
۲۰	اپنی بیانی کا ہر روز اک نیا عالم ہوا	در در دل کچھ بڑا گیا درد جگر جب کم ہوا
۲۰	پروا نہیں اگر دل شیدا نہیں رہا	بان غم یہ ہے کہ غم کا ٹھکانا نہیں رہا
۲۱	وان عاشقوں سے ملنے کا وعدا نہیں بڑا	ٹوٹے ہوئے دلوں کا سہارا نہیں رہا
۲۲	دیکھنے میں آئے وہ جلوہ نہیں ہے یار کا	دیکھ لے موسیٰ کو جس کو شوق ہو دیدار کا
۲۳	حال کیا دیکھیں چمن میں زگرس ہمارا	روگ کوئی دے گیا ہے حسرت دیدار کا
۲۵	پیارا پیارا حسن دیکھا دل کو پیارا ہو گیا	جو حسین چمکا مری آنکھوں کا تارا ہو گیا
۲۶	جما ہی بعد مردن بھی خیال اُس فتنہ قاتل کا	قیامت بیٹھی ہے پہلو دبا کر میری تربت کا
۲۷	مرہ چکھا یہ بچے اُن سی دعویٰ کر کے چاہت کا	مراسرہ کاٹ کر بولے کہ یہ پھل ہے محبت کا
۲۸	میری دشت کا جو افسانہ بنا یا ہوتا	سننے والوں کو بھی دیوانہ بنایا ہوتا
۲۹	وصل میں وہ چھیڑنے کا حوصلہ جاتا رہا	تم گلے سے کیا بے سارا گلہ جاتا رہا
۳۰	دل میں اب تک وہی دشت کا اثر ہے کہ جو تھا	داسن کوہ و بیابان مرا گھر ہے کہ جو تھا



## مطلع

صفحہ	مطلع
۳۰	آنکھیں دکھا کے اور ہی عالم دکھا گیا
۳۱	زیبا یہ نہ تھا تھو دل لے کے دغا کرنا
۳۲	پردہ نہ تھا وہ صرٹ نظر کا قصور تھا
۳۳	برق نگاہ یار یہ کیسا ظہور تھا
۳۴	میرا راز اسے زبان افشا نہ کرنا
۳۵	نادان تھے وہ شباب نے ہشیار کر دیا
۳۶	ور و دل کھ کے انفعال ہوا
۳۷	جھڑی میرے گلے پر پھیر دو کیا ہو نہیں سکتا
۳۸	مزدہ ہوتا مرا تالہ جو آتش بار ہو جاتا
۳۹	مگر ناقص سے میرے تہین دشوار ہو جاتا
۴۰	ترا کہا جو دل نا صبور میں نے کیا
۴۱	عشق اب میری جان ہے گویا
۴۲	دل کسی بات سے نہ باہر تھا
۴۳	جب ترے عشق کا پھندا مری گردن میں
۴۴	دلستانی کا ٹھکانا تری چتون میں رہا
۴۵	دستِ ناز کے وہاں خنجر نکل کر رہ گیا
۴۶	غم نہیں قاتل تر خنجر جو چل کر رہ گیا
۴۷	تو جو میری لاش پر سایہ فلک ہو گیا
۴۸	اک مست بجو اپنا پیالہ پلا گیا
۴۹	ان ہونٹوں سے کیا کہنا ان ہاتھوں کی کرنا
۵۰	دیکھا تو ڈرے ڈرے میں اس کا ظہور تھا
۵۱	دیکھا تو ڈھیر سرے کا دم بھر میں طور تھا
۵۲	مجھے سچ بول کر جھوٹا نہ کرنا
۵۳	فتنے کو خواب ناز سے بیدار کر دیا
۵۴	کچھ اُسے کچھ مجھے ملا ل ہوا
۵۵	اب ایسے تم ہونا زک تم سے اتنا ہو نہیں سکتا
۵۶	کسی کا دل جلانا پھر تہین دشوار ہو جاتا
۵۷	لب زخم جگر جسم لب اٹھا رہ جاتا
۵۸	بڑی خطا ہوئی مجھ سے قصور میں نے کیا
۵۹	جان اب مہمان ہے گویا
۶۰	آپ آتے تو آپ کا گھر تھا
۶۱	پھر براہ ہے نفس میں کہ نشیمین میں
۶۲	نوجوانی کا خزانہ ترے جو بن میں رہا
۶۳	آج مشتاق شہادت ہاتھ مل کر رہ گیا
۶۴	مرنے والوں کا قلق سے دم نکل کر رہ گیا
۶۵	اے مرے قاتل ہی میرا کفن ہو جائیگا



صفحہ	مطلع	
۴۹	زنگت یہ رخ کی اور یہ عالم نقاب کا	آنجل میں تم تو بچوں لیے ہو گلاب کا
۵۰	میں خوش ہوں کہ دل کا کل پہچان سونگا	یوسف کو مرے آپ نے زندان سے نکالا
	رویف ب	
۵۱	جسے ہو ترانا ز اُٹھانے سے مطلب	اُسے کیا ہے سارے زمانے سے مطلب
	رویف پ	
۵۲	آہی جائیگا بخت بن اثر آپے آپ	ہو ہی جائیگی اُنہیں میری خبر آپے آپ
	رویف ت	
۵۳	پہلو سے وہ اُٹھے تو کہا دل نے ہے دست	آباد ہو کے لٹ گئی دولت سر لے دست
	رویف ٹ	
۵۴	دل پر اُس کا کل رسا کی چوٹ	تہر کی چوٹ ہے بلا کی چوٹ
	رویف ث	
۵۵	اُن سے ملنے کا ہے سوال عبث	جان پہنچنے کا ہے خیال عبث
	رویف ج	
۵۶	چمک کر بولی وہ برقی نظر آج	کہ لونگی خرم من دل کی خبر آج



## مطلع

صفحہ

## رولیف - پچ

۵۷ وضعداری کا ہے نشا عشق کا آزار کھینچ بیقراری کا ہے ایسا طلق پر تلوار کھینچ

## رولیف - ح

۵۸ وہ ہنستے بولتے ہیں سب سے آدمی کی طرح ہمیں سے اڑتے ہیں ہر بات میں پری کی طرح  
۵۹ یوں تو بے عمل ہے ترا سا راجہاں میری طرح پر تر پنے لوٹنے والا کہان میری طرح  
۶۰ تو جو ہے بے بل کرے آہ و فغان میری طرح پھاڑ ڈالے جیب و دامن باغبان میری طرح

## رولیف - خ

۶۱ ہے گلے میں جو اُن کے جوڑا سرخ آج آنکھوں میں ہے زمانا سرخ

## رولیف - د

۶۲ موسیٰ سے کہو دیکھ لین رخسارِ محمد اشہر کا دیدار ہے دیدارِ محمد

## رولیف - ڈ

۶۳ باغبان کو غنچہ و گل پر گھمنڈ غنچہ و گل کو ہے بے بل پر گھمنڈ

## رولیف - ذ

۶۴ کرے گا وہ کسی عامل سے لیکے کیا تعویذ مریضِ غم کے لئے ہے عیثِ دعا تعویذ



## ردیف - ۱

۶۲	تکلیف اٹھاتے ہیں بہت گھر سے نکلا کر	جانا نہ کہیں تم دل مضطر سے نکلا کر
۶۵	چلے آئے دم بھر کو ہسان ہو کر	مجھے مار ڈالا مری جان ہو کر
۶۶	راز دل چھپ نہیں سکتا ہے محتاج کر	ایک دن منہ سے نکل جائیگا نالا بن کر
۶۷	اور اترائینگے وہ برق تجلی بن کر	آر سی گھورتی ہے دیدہ ہوئی بن کر
۶۸	آنکھ جھلکی جو دم دیدہ پیالہ بن کر	بولے آیا ہے بڑا دیکھنے والا بن کر
۶۹	سقم ہے بتلائے عشق ہو جانا جواں ہو کر	ہمارے بارغ ہستی میں بہا رانی خزاں ہو کر
۷۰	غضب ڈھاتے ہیں تیرا زول میں مہیاں ہو کر	رہے تو در و دل ہو کر جو نکلے تو فغاں ہو کر
۷۱	اچھی کہی دل میں نے لگا پایا ہے کہیں او	یہ جب ہو کہ تمسا ہو زمانے میں حسین او
۷۲	روتے ہو تم آتے جاتے میرا دمن دیکھ کر	کیا کہیں گے اپنے دل میں دوست دشمن دیکھ کر
۷۳	نصیبوں ہوا کرتا ہے مرنا اچھی صورت پر	خدا شاہد ہیں تو ناز ہے اپنی محبت پر
۷۴	دم آخر بھی شوق دیدہ صدمت ہو سہل پر	گلے پر تیغ قاتل ہے نظر ہے روتی قاتل پر
۷۵	توکل کا یہ منشا ہے کہ اطمینان پیدا کر	نہ ہو سامان کا پابند یا سامان پیدا کر
۷۶	سوزِ فراق سے ہے بنی اپنی جان پر	اتنا کہا تھا پڑ گئے چھالے زبان پر
۷۷	نازک بہت ہو رحم کرو اپنی جان پر	دیکھو کمر کسو نہ مرے امتحان پر
۷۸	گل کی طلب میں بن گئی طبل کی جان پر	کی وہ فغاں کہ پڑ گئے کانٹے زبان پر
۷۹	کسو نکرتا دماغ نہوا سمان پر	تارے ہیں سجدہ و ریز قدم کے نشان پر



صفحہ	مطلع
ردیف - ٹ	
۸۰	چلکر نہ زلفِ یار کو تو اسے صبا بگاڑ اندھیر ہو گا اُس سے اگر ہو گیا بگاڑ
ردیف - ز	
۸۱	سلطانِ عرب کے نورِ نظر سلطانِ الہند غریب نور <sup>ج</sup> ایمان کے شجرِ عرفان کے ثمر سلطانِ الہند غریب نور <sup>ج</sup>
ردیف - س	
۸۱	کیا خوش نما ہین داغِ مرے دل کے آسِ پآ تارے ہوں جس طرح میرے کامل کے آسِ پآ
ردیف - ش	
۸۲	صیاد کو ہے بیلِ ناشاد کی تلاش بیلِ ہین ایک ہم کہ ہے صیاد کی تلاش
ردیف - ص	
۸۳	اللہ رے تیری زلفِ سیہ نام کے خوہ اک مرغِ جان کے حق میں ہیں ہوا دام کو خواہ
ردیف - ض	
۸۴	کیا نیچے کے زبردست ہیں خالِ عارض جن کو محال ہے شبِ روز وصالِ عارض



## مطلع

صفحہ

## رولیت - ط

۸۵	الفت کا عہد کر کے نباہیں غلط غلط	وہ بھی مری طرح مجھے چاہیں غلط غلط
----	----------------------------------	-----------------------------------

## رولیت - ظ

۸۵	بیٹھ جا کر سر مبر و اعظ	ہو گیا تو تو مرے سر و اعظ
----	-------------------------	---------------------------

## رولیت - ع

۸۶	ور و جگر کی جب نہ ہوئی دل کو اطلاع	پھر خاک ہو گی اُس بت قاتل کو اطلاع
----	------------------------------------	------------------------------------

## رولیت - غ

۸۷	دنیا میں ہر بلا سے ہے بڑھکر بلائی داغ	دشمن کو بھی خدا نہ کیا دکھاے داغ
----	---------------------------------------	----------------------------------

## رولیت - ف

۸۸	دل گیا زلف پریشان کی طرف	میں چلا گھر سے بیابان کی طرف
----	--------------------------	------------------------------

## رولیت - ق

۸۸	بڑے مزے کا زمانہ تھا وہ زمانہ عشق	سر نیاز تھا جب وقف آستانہ عشق
----	-----------------------------------	-------------------------------



صفحہ	مطلع
۸۹	کہان اہم اور کہان اب شراب خانہ عشق نہ وہ دماغ نہ وہ دل نہ وہ زمانہ عشق
رویف - ک	
۹۰	ترپون صفت ماہی بے آب کہانیک اے درود کھاؤن دل احباب کہانیک
۹۱	دل کو پیش ہجر کی ہو تاب کہانیک ہم پہلو آتش رہے سیاب کہانیک
رویف - گ	
۹۲	وہ کبھی دیکھنے جاتے نہیں گلزار کا رنگ کہتے ہر گل نہ اڑالین مرے خسار کا رنگ
رویف - ل	
۹۳	اگر چہ سن نہیں اُن کا محاب کے قابل مگر ابھی سے ہے صورت نقاب کے قابل
۹۴	یہ چشم و دل ہر بُت لاجواب کے قابل یہ منزلیں ہر اُسی آفتاب کے قابل
رویف - میم	
۹۵	نالان ہر زندگی سے تو بیزار جی سے ہم یہ جانتے تو دل نہ لگاتے کسی سے ہم
رویف - ن	
۹۶	خلق میں سب جسے ماہِ مدنی کہتے ہیں اُس سے ہم حضرت سنیٰ رنی کہتے ہیں



## مطلع

صفحہ

جان کتنوں کی لیے بیٹھے ہیں	یہ جو سر نیچے کیے بیٹھے ہیں	۹۷
تنفر کا بھی ہے اظہار جاہت بھی جتا رہیں	ترپنے پر مرے منہ پھیر کر آنسو بہاتے ہیں	۹۸
جو کچھ کہئے تو کہتے ہیں مکران نکلتے ہیں	جگر میں چنگیان لیتے ہیں وہ دل کو سستے ہیں	۹۹
تو جان ناتوان بولی کہ چلے ہم بھی چلتے ہیں	ترپ کر جب کہا دل نے کہ پہلو سے نکلتے ہیں	۱۰۰
کلیج نکلا آتا ہے لئے جاؤں	وہ خالی ہاتھ تیاں سے کس لئے جاؤں	۱۰۱
ترا کرتے ہیں ذکر اپنی زبان میں	قفس میں ہوں کہ طائر آشیان میں	۱۰۲
دل کو سکتا بھی ہے سودا ہی نہیں	کو چیر زلف سے ٹلتا ہی نہیں	۱۰۳
آئے قیاس میں نہ کسی کے خیال میں	دیکھا ہے وہ جمال بہت خوش جمال میں	۱۰۴
تہاری بزم سے کیا پھول پھلکے جا رہیں	عدو سے ہم صفت شمع جل کے جاتے ہیں	۱۰۵
روگ دل کو لگا سے جاتے ہیں	وعدہ کر کے وہ آئے جاتے ہیں	۱۰۶
کیا کوئی فتنہ لے فلک فتنہ گر ہوں میں	بیدار تیرے دُور میں کیوں رات بھر نہیں	۱۰۷
دل کو سینے سے لگا سے ہوں کہ ہی تو دہیں	خوب آیا ہے ترے وصل کا پہلو دل میں	۱۰۸
آنکھوں سے آئین پٹ کر ابھی آنسو دل میں	ضبط گر یہ میں ہے کیا عذر جو ہو تو دل میں	۱۰۹
اپنے بگڑے ہوئے تیور کا مزا لیتے ہیں	آنسو دیکھ کے وہ منہ جو بنا لیتے ہیں	۱۱۰
طاہر جان کے پھر کتنے کا مزا لیتے ہیں	تیغ رکھ رکھ کے گلے پر وہ ہٹا لیتے ہیں	۱۱۱
وہی کھل جائیں گی دم بھر میں جو کلیان ہیں دہیں	سات دستِ وحشت کیا کریں ہم جاؤ گشت میں	۱۱۲
اثر آئے تو اب آؤ کہاں سے میرے شیون میں	جو تر پانی کی باتیں تھیں وہ ہیں سب اکی چوٹ میں	۱۱۳
وہاں عتاب ہے کیا کم اگر نقاب نہیں	نظر اٹھا کے کوئی دیکھ لے یہ تاب نہیں	۱۱۴

## مطلع

صفحہ

۱۱۴	وہ کسنی کے سبب واقف عتاب نہیں	دم سحر ہے ابھی گرم آفتاب نہیں
۱۱۵	آج سنتے ہیں وہ اپنا مدعا کہنے کو ہیں	کون جانے دل میں کیا ہو منہ سی کیہ کہنے کو ہیں
۱۱۶	وہ دل ہے کونسا جو مست چشم یا نہیں	یہ جام جب سے چلے کوئی ہو شیار نہیں
۱۱۸	قاصد آ یا مگر جواب نہیں	میرے لکھے کا بھی جواب نہیں
۱۱۹	دیدہ منتظر ہیں خواب نہیں	کورے دو جام ہیں شراب نہیں
۱۲۰	کیون اُس سے نامہ بر مری بیتا بیان کہیں	وہ بد گمان کچھ اور نہ ہو بد گمان کہیں
۱۲۲	دشمنوں پر نگہ لطف و کرم ہے کہ نہیں	تہین انصاف سے کہد ویہ ستم ہے کہ نہیں
۱۲۳	تیرے ناوک تری شوخی کا پتا دیتے ہیں	پُچکیاں لیکے کلجے میں کٹا دیتے ہیں
۱۲۴	جان لینے کی ادا جان لیا کرتے ہیں	ہم اُنہیں دور سے پہچان لیا کرتے ہیں
۱۲۵	بجز مرگ یاں کوئی چار نہیں	مگر اُن کو یہ بھی گوارا نہیں
۱۲۶	اُنہیں غرور کہہ سکتا ہیں خوش جہاں میں	مجھے یہ ناز کہ ہوں نازاٹھانے والوں میں
۱۲۷	عجیب حُسن ہے اُن سُرُخ سُرُخ گالوں	نئے دو آتشہ بھردی ہے دو پایوں میں
۱۲۸	ہاے یہ سُرُخ سُرُخ لب روشن	کالی آنکھیں بھی ہیں غضب روشن
۱۲۹	انجوناؤ نوہیں کسب روشن	خالِ رخ ہیں قریب لب روشن
۱۳۰	لباسے وہ بہت بکجو جو ہے میری نظر میں	کس چیز کی اللہ کی ہے ترے گھر میں
۱۳۱	شاہت کہیں سے بھی نہیں پاتا جگر کو میں	بیدار کیا کہوں ترے تیر نظر کو میں
۱۳۲	رکھوں چھپا کے یوں گل داغ جگر کو میں	آسے تو دون ہو ابھی نہ بار سحر کو میں
۱۳۳	پوچھوں گا پھر بہار چہن کی خبر کو میں	پہلے گلے لگا لوں نسیم کو میں



## مطلع

صفحہ

۱۳۲	وعدے پر وہ عدو کی قسم کھائے جا رہے ہیں	تسکین دینے آئے تھے تڑپا ہے جا رہے ہیں
۱۳۳	شکر ٹکلی گات وہ دکھلائے جاتے ہیں	لو آج پھر کلجے کو برماے جاتے ہیں
۱۳۴	ہستی ہے عدم مری نظر میں	سو جھی ہے یہ ایک عسمر بھر میں
۱۳۵	دردِ دل چرکا تو پھر اس میں کمی ہوتی نہیں	اے فلک بیان چار دن کی چاندنی ہوتی نہیں
۱۳۶	سنا ہے وہ سو گریبان آئیو الے	شہید ان محبت ہاتھ تربت سے نکالے ہیں
۱۳۷	جگر تھامے ہوئے بیٹھے ہیں جتنی سننے والے ہیں	مرے پر دردِ نالے بھی بڑے بے دردِ نالے ہیں
۱۳۸	بہار میں تھی جو دل بستگی خزان میں نہیں	ہم آشیان میں ہیں ایسے کہ آشیان میں نہیں
۱۳۹	وہ اپنے مرثون کا منہ سو جسم نام لیتے ہیں	یہ دیکھا ہے کہ ہاتھوں سے کلیجہ تمام لیتے ہیں
۱۴۰	کیا غضب ہے ہم محبت بھی جتا سکتے نہیں	دل دکھا سکتے ہیں دردِ دل دکھا سکتے نہیں
۱۴۱	لے گئے گوئے بو ترا بھ میں پاؤں	دھوئیے چشمہ گلاب میں پاؤں
۱۴۲	ناصحا ہم ترک الفت کیا کریں	ہو جو بے قابو طبیعت کیا کریں
۱۴۳	رنگ لایا ہے ترے تیر کا پیکان ل میں	ایک غنچے سے کھلا ہے چمنستانِ دل میں
۱۴۴	پہلے ایسے تو کھٹکتے تھے نہ ارمانِ دل میں	رہ گیا ہونہ کوئی ٹوٹ کے پیکانِ دل میں
۱۴۵	کون کہتا ہے کہ شریلی ادا اچھی نہیں	ہے بہت اچھی مگر سے حیا اچھی نہیں
۱۴۶	جو دل کو کھو چکے ہیں وہ دل کو ڈھونڈ رہے ہیں	ہم دل سے تنگ ہو کر قافل کو ڈھونڈ رہے ہیں
۱۴۷	کلیجہ تمام کر جب دل دیکھے فریاد کرتے ہیں	بتان سنگدل اُسم خدا کو یاد کرتے ہیں
۱۴۸	نبو جھو کون ہیں کیوں نالہ و فریاد کرتے ہیں	بتوں کے ہم ستائے ہیں خدا کو یاد کرتے ہیں
۱۴۹	ہے کسی کا روئے رنگیں عکس انگن چھو لین	چھو لکشن میں کھلا ہوا گلشن چھو لین

## مطلع

صفحہ		
۱۵۰	خسر و ملک دین معین الدین	خضر راہ یقین معین الدین
~	ہزاروں جان دینے کے لئے تیار بیٹھیں	مگروہ ہیں کہ زانو پر دھرے تلوار بیٹھے ہیں
۱۵۱	وہ کہتے ہیں سیحالی کو ہم تیار بیٹھے ہیں	یہ پوچھو کیا ابھی تک آپ کے بہار بیٹھے ہیں
۱۵۲	دھڑکا دھڑکا ہے جوش و میل یار میں	غم ہے مری خوشی میں خزان ہے بہار میں
۱۵۳	بنے ہیں جب سے وہ لینے لئے محمل میں رہتے ہیں	جسے کرتے ہیں دیوانہ اُسی کے دل میں رہتے ہیں
۱۵۵	مزے بیتا میون کے آرہے ہیں	وہ ہم کو ہم اُنہیں سمجھا رہے ہیں
۱۵۶	شوخی آنکھوں کے اشارے اور ہیں	تیر جو قاتل نے مارے اور ہیں
۱۵۷	اودغا باز فسو نگر تجھے ہم جانتے ہیں	لے گیا دل کو اڑا کر تجھے ہم جانتے ہیں
~	دیدہ ترمرے خونبار ہوئے جلتے ہیں	لالہ گون یار کے رخسار ہوئے جالتے ہیں
۱۵۸	دکھ تشریف لاتے ہیں یہ سب کہنے کی باتیں ہیں	نہ آئیں گئے آتے ہیں یہ سب کہنے کی باتیں ہیں
۱۵۹	یہ گویا کہہ ہی ہے حسرت دیدار آنکھوں میں	خیال یار ہو دل میں جمال یار آنکھوں میں

## روایت - و

۱۶۱	اے مرے شاہِ مہ لقا نور خدا تھیں تو ہو	حُسن ازل ہے آئینہ جلوہ نما تھیں تو ہو
~	ہے یہ امید رسولِ دوسرا سے مجھ کو	بخشوا لبین گے قیامت میں خدا سے مجھ کو
۱۶۲	مریاضوں کو تسکین فرما دیتے جاؤ	دعا لیتے جاؤ دوا دیتے جاؤ
۱۶۳	اپنی نگاہ میں جو وہ ترچھی نظر نہ ہو	رہ رہ کے درِ دل نہ ہو دردِ جگر نہ ہو
~	دل ہو اور اُس میں دردِ محبت کہیں نہ ہو	عبرت کا ہے محل کہ مکان ہو مکین نہ ہو



صفحہ	مطلع
۱۶۴	کرون میں ضبط یہ اسے غمگسار کیونکر ہو
۱۶۵	امین الزام دیتے ہو کہ ہمپر کیون فدا تم ہو
"	ستم سے بھی کہیں کر دے نہ محروم آسمان مجھ کو
۱۶۶	ادھر صیتا دکا کھٹکا اُدھر فکر خزان مجھ کو
۱۶۷	بوسے نے پالکے میں چلتا ہوا ایسا نے کو
۱۶۸	لیگیا جوش جنون کون سے ویرانے کو
	وہ شوخ دل میں ہے دل کو قرار کیونکر ہو
	ہماری آنکھ سے دیکھو تو ہو معلوم کیا تم
	کہوں میں کیوں کہ دیتا ہے مزہ درد نہان مجھ کو
	مے گلشن میں رہنے کوئے دو آستان مجھ کو
	اک پری تھی کہ اڑا لے گئی دیوانے کو
	ہوش بھی ڈھونڈ رہے ہیں تری دیوانے کو

## رولف - ۵

۱۶۹	واہ کیا حسن ہے کیا شان ہے اللہ اللہ
۱۷۰	انگڑا نیان وہ لیتے ہیں کس کس ادا کے ساتھ
۱۷۱	آپنل وہ منہ پہ ڈال کے چلنا ادا کے ساتھ
	دل تو کیا جان بھی قربان ہے اللہ اللہ
	اچھا سلوک کرتے ہیں شرم و حیا کے ساتھ
	سائے کو دیکھ کر وہ جھپکنا حیا کے ساتھ

## رولف - ۶

۱۷۲	ہم یا آپ کا پاتے تو آتے اپنی آنکھوں سے
۱۷۳	ہاے پھر آج مینے کی فضا یاد آئی
"	مے عشق محمد کی مرے دل میں بھری ہے
۱۷۴	سوز دل کی مجھے ملجائے دو تھوڑی سی
۱۷۵	مجھے درد دل کی دو چاہیے
	گہرا شکون کے روضے پر چڑھتے اپنی آنکھوں سے
	حالت ایسی ہوئی دل کی کہ قصا یاد آئی
	اُتری ہوئی اس شیشے نازک میں پری ہے
	یابنی دیکھئے دامن کی ہوا تھوڑی سی
	غبارِ رومِ مصطفیٰ چاہیے

## مطلع

صفحہ	مطلع
۱۶۶	خواب ہی میں ہو کسی دن جلوہ گر یا مصطفیٰ
۱۶۷	بات ساقی کی نہ نالی جاسیگی
۱۶۸	حشر میں اس چال سے آئے وہ اٹھلا کر ہو
۱۶۹	موجود تھے ابھی بھی روپوش ہو گئے
۱۷۰	ہم تو قصور وار ہوئے آنکھ ڈال کے
۱۷۱	یوں ساتھ ہے شباب بُتِ خرد سال کے
۱۷۲	آپیش دل نے یہ کی مجھ پر عنایت کیسی
۱۷۳	جب آنکھ اُن کی ان آنکھوں سے لڑی ہے
۱۷۴	لڑی خاک اُن سے بجلی یوں لڑی ہے
۱۷۵	گلے سے ملے جو وہ تیغ سر خرو ہوتی
۱۷۶	آنکھ دیکھ کے حیران آرسی ہوگی
۱۷۷	غلط ہے گر کہوں میری کوئی حسرت نہیں
۱۷۸	کہا میں نے کبھی ان بھی زبان سے ناز نہیں نکلی
۱۷۹	آنکھ کہتی ہے کہ دیدارِ جمال اچھا ہے
۱۸۰	نہ خوشی اچھی ہے اے دل نہ ملال اچھا ہے
۱۹۱	اے یہ رُت یہ ہوا ساون کی
۱۹۲	پری کا حُسن انسان کو تماشا ہو ہی جاتا ہے
	یہ کہہ گیا بُتِ نا آشنا سنا کے مجھے
	دھونڈ مٹی ہے تھکواں کھون میں نظریا مصطفیٰ
	کر کے تو بہ توڑ ڈالی جاے گی
	نفتے سب اٹھا اٹھ کے بھاگے ٹھوکرین کھاتی ہو
	اے مستِ ناز تم تو مرے ہوش ہو گئے
	پوچھو کہ نکلے کیوں تھے وہ جو بن نال کے
	پوشیدہ جیسے بد ہو گھر میں ہلال کے
	پوچھو اٹھا کوئی کہ ہے آج طبیعت کیسی
	نظر اُتتا دین بن کر پڑی ہے
	نظر جب اُٹھ گئی ہے گر پڑی ہے
	پلٹ پلٹ کے تصدقِ رگِ گلہ ہوتی
	غریب دور سے مُنہ اُن کا دیکھتی ہوگی
	کہ دل پہلو سے نکلا جسم سے جانِ حزمین نکلی
	تو کیا جھنجھلا کے بولے پھر اجارہ ان نہیں نکلی
	دل کا ہے قول کہ دلبر کا خیال اچھا ہے
	یا جس حال میں رکھے وہی حال اچھا ہے
	بھگا گئی دل پہ گھٹا ساون کی
	جہانِ تم جلوہ گر ہوتے ہو میلا ہو ہی جاتا ہے
	کہ آپ میں نہیں رہتا ہے کوئی باکِ مجھ



## مطلع

صفحہ

۱۹۳	کچلے پچپے ہم آنکھوں میں ٹھہرنے کے لئے	پاؤں پھیلاتے ہیں ابل میں اترنے کے لئے
۱۹۴	تصویرِ شوخ یار کی کیا چال کر گئی	اندر ہی اندر آنکھ سے دل میں اتر گئی
۱۹۵	دل سے غل کے آہ کی قسمت سنو ر گئی	بن بن کے زلف رُخپہ کسی کے بکھر گئی
۱۹۶	شاوِ خوبان جو ترا چاند سا ٹکھڑا دیکھے	کیون نہ وہ اوج پہ قسمت کا ستارا دیکھے
۱۹۷	گوش زدگر مری پُر درد کہانی ہو جاے	تم تو انسان ہو پتھر ابھی پانی ہو جاے
۱۹۸	مہربان مجھ پہ جو وہ ظلم کا بانی ہو جاے	آسمان کو ہو یہ صدر مہ خفقا نی ہو جاے
۱۹۹	ہمنے شبِ غم کو نسی آفت نہیں دیکھی	اب کہہ نہیں سکتے کہ قیامت نہیں دیکھی
۲۰۰	شب کوئی مثالِ شبِ فرقت نہیں دیکھی	دیکھی ہے مگر ایسی مصیبت نہیں دیکھی
۲۰۱	کیا کیا شبِ غم ہمنے مصیبت نہیں دیکھی	اتنی ہے کمی صبحِ قیامت نہیں دیکھی
۲۰۲	ہے خبر بچیلے پہرہ بے نقاب آنے کو ہی	صبح سے پہلے مرے گھر آفتاب آنے کو ہی
۲۰۳	بڑے لیلے جو صبا لائی ہے	دشتِ معنون میں بہا ر آئی ہے
۲۰۴	کیا پری بن کے بہا ر آئی ہے	ہر کلی چشم تماشا لائی ہے
۲۰۵	دل و دلدار میں یکجائی ہے	کس مرے کی مری تنہائی ہے
۲۰۶	سیرکے پر جو گٹا چھائی ہے	یہ بھی پینے کے لئے آئی ہے
۲۰۷	ترا شباب رہے ہم رہیں شراب رہی	یہ دُور عیش کا تا دور آفتاب رہی
۲۰۸	رُکی رُکی جو چھری دستِ نازنین میں	تڑپ تڑپ کے تنہا دلِ حزن میں
۲۰۹	عدم سے سوے ہستی تیرے کو بچے کی ہوالائی	کہان تھا آشیان میرا کہان بکھاڑا لائی
۲۱۰	یہ کہنا اُس سے اسی قاصد جو خود پرستی ہی	کہ تیرے دیکھنے کو آنکھ دت سے ترستی ہے

## مطالع

صفحہ

۲۱۰	مردہ اے دل لب پہ نالے پُر اثر آؤنگے	جو نہ آتے تھے کبھی وہ میرے گھر آنے لگے
۲۱۱	یہاں بھی آپ ہاڑاتے نہیں ستانہ چالوں کے	بس اب تو بھر گیا میدانِ محشر پاؤں لاون سے
۲۱۲	چھیر ہوتے ہوتے اب ہونے لگی بیدارگی	یہ سمجھ لو منہ پہ ہے رکھی ہوئی فریاد بھی
۲۱۳	ناز بھی ہوتا رہے ہوتی رہے بیدار بھی	سب گوارا ہے جو تم سنتے رہو فریاد بھی
۲۱۴	اس شان سے وہ آج پے امتحان چلے	فستون نے پاؤں چوم کے پوچھا کہاں چلے
۲۱۵	دن کی آہیں نہ لگئیں رات کے نالے نہ لگے	میرے دل سوز مرے چاہنے والے نہ لگے
۲۱۶	اظہارِ حال پر مجھے قدرت نہیں رہی	اُن کو یہ دہم ہے کہ محبت نہیں رہی
۲۱۷	یہی غرض تھی جو زلفوں کو ہیں بڑھائی ہو	کہ آج سارے زمانہ پر ہیں وہ چھائے ہوئے
۲۱۸	بچپن سے اُن کی آنکھ میں شوخی ہلاکی ہو	بجلی میں ابتدا سے ٹپک انتہا کی ہے
۲۱۹	مانا کہ مریض آپ کا بیمار بہت ہے	صحت کے لئے شربت دیدار بہت ہو
۲۲۰	خانہ دل میں غمِ عشق کی مہمانی ہے	میز بانی کے لئے بے سرو سامانی ہے
۲۲۱	ستم ہے غیر کی چاہت کا ہوتا ہیو بیاں ستم	جو کچھ کہیے تو کہتے ہیں لڑاتے ہو زبان ستم
۲۲۲	یہ بچپن ہے کہ دل کا ذکر کرنا ہم کو مشکل ہو	وہ کہتے ہیں دکھاؤ پھر کہ پہلو کہاں دل ہے
۲۲۳	کیا بلا عشق کی بیماری ہے	دل گیس جان کی اب باری ہے
۲۲۴	سیر ہوتی میرے پہلو میں جو دم بھر بیٹھتے	درد بنکر آپ اُٹھتے تیر بنکر بیٹھتے
۲۲۵	کس لطف سے سلوک کا اظہار ہم سے	اک تو ہی کامیاب ہمارے ستم سے ہے
۲۲۶	شرم ایسی ہے نقاب رخ یار کے لئے	آئینے بھی ترستے ہیں دیدار کے لئے
۲۲۷	بہا کر خون میرا مجھ سے بولے	کہ لے جینے سے اپنے ہاتھ دھو لے



## مطلع

صفحہ

۲۲۶	ہاں ہاں لگاؤ تیر مراد دل پہی تو ہے	کچھ اور فائدہ پہی دل لگی تو ہے
۲۲۷	سیر محفل وہ ادا سے جو خرامان ہونگے	ناز و انداز اٹھائے ہوئے دامن ہونگے
۲۲۸	خود نمائی سے تری شکل چھپائی نہ گئی	گئی جس بزم میں لیتی ہوئی آئینہ گئی
۲۲۹	لاگ کی آگ کسی طرح بجھائی نہ گئی	آنکھ جس دن سے لگی آنکھ لگائی نہ گئی
۲۳۰	اڑا لیتی ہے دل کیا کہیے چشم یا کیسی ہے	نشیلی ہے مگر نام خدا ہشیا کیسی ہے
۲۳۱	مٹاتا ہے کس کو ارے دل پہی ہے	مری جان تری پیش منزل پہی ہے
۲۳۲	تڑپ کر اُن کا فرمانا ستم ہے	ستم ہے تیرا افسانہ ستم ہے
۲۳۳	چیر کر پہلو کو رکھ لوں دل میں پیکان تو پہی	اپنے آنکھوں سے نکالوں اپنا ارمان تو پہی
۲۳۴	کھو کے دل ہیرا تہین ناحق پشیمانی ہوئی	تم سے نادانی ہوئی یا مجھ سے نادانی ہوئی
۲۳۵	لطافت سے مرا محبوب تصویر خیالی ہے	وہ پہلو میں ہے اور پہلو مرا خالی کا خالی
۲۳۶	اور برق جمال اب رخ روشن کو چھپالے	اندھے ہوئے جاتے ہیں ترے دیکھنے والے
۲۳۷	جان بھی نذر بہت خود کام ہے	اب یہاں کیا ہے خدا کا نام ہے
۲۳۸	رخ پہ بکھری زلفِ عنبر فام ہے	مثلِ ببل گل اسیرِ دام ہے
۲۳۹	اک سوا تیرے نظر ہو شر باکسکی ہے	جان دے جب قضا ایسی ادا کی ہے
۲۴۰	وقت دید آنکھوں میں جانِ زار ہے	اے کیا شے لذت دیدار ہے
۲۴۱	پہچول سے نازک سوار خسار ہے	بوسہ لینا بھی سنجھے و شوار ہے
۲۴۲	کیا لطف ہے اُس داغ کا جو دل میں نہ رہتا	بیکار ہے وہ شمع جو مغل میں خن ہے
۲۴۳	مری طرف سے یہ خیالی بنانے اُنکو خیال کیا ہی	کبھی نہ پوچھا مال کیا ہی کبھی نہ دیکھا کمال کیا ہی

## مطلع

صفحہ

۲۴۲	رات دل سے مرے اس درد کے نالہ نکلے	گھر سے اپنا وہ کٹیجے کو سنبھالے نکلے
۲۴۳	اپنے رہنے کا ٹھکانا اور ہے	یہ قفس ہے آشیانا اور ہے
۲۴۴	فیضِ آصف دکن میں وہ بہا آئی ہو	بڑھتی دولت کی گٹھا چار طرٹ چھائی ہے
۲۴۵	بہانا تھا نہ آنسو چشم تر سے	کہ میں رو رو دیا وہ ایسے بر سے
۲۴۶	وہ ہنکو ہم اُن کو اگر دیکھتے	عجب سیر اہل نظر دیکھتے
۲۴۷	لطفِ صحبت سے محنت و ذرات سے	سالہا سال آہی یوہن برسات رہے
۲۴۸	بہرِ آصف مریوب ہر جو دعا آئی ہے	درو دیوار سے آئین کی صدا آئی ہے
۲۴۹	تیر آیا ہے یہ کہتا کہ قضا آئی ہے	میں سمجھتا ہوں مرے دل کی دعا آئی ہو
۲۵۰	نہ جانے نیند اڑی کس کی فغاں سے	خفا میں آج اپنے پاس بان سے
۲۵۱	کرنگی سُرخ رو آج استحاں سے	ٹپکتا ہے یہ تیغِ خون پچان سے
۲۵۲	دیدار کی ہوس ہے نہ شوقِ وصال ہے	آزاد ہر خیال سے مست خیال ہے
۲۵۳	اور اُن آنکھوں نے میرے دل کی حالت زار کی	ہو نہیں سکتی دوا بیمار سے بیمار کی
۲۵۴	دیکھنے پر اُن کے اب تسکین ہو بیمار کی	چاٹ سی کچھ پڑ گئی ہے شربتِ دیدار کی
۲۵۵	نگہ سے قتل کرین یہ ادا نہیں آتی	لگاؤ میں تیغ وہ کیونکر لگا نہیں آتی
۲۵۶	ہمارے درد کی اُن کو دوا نہیں آتی	جفا تو آتی ہے لیکن وفا نہیں آتی
۲۵۷	انہیں عادت ہمیں لذتِ ستم کی	اُدھر شمشیر اُدھر تقدیر چمکی
۲۵۸	چلی جاتی ہے مشق اُن کے ستم کی	بڑھی جاتی ہے آبادیِ عدم کی
۲۵۹	اب کون پھر کے جاے تری جلوہ گاہ سے	ادشوخ چشم چھونکد سے برقی نگاہ سے



## مطلع

صفحہ

۲۶۰	لے دل پڑے نہ کام کہین دو دآہ سے	کیوں بھاگتا ہے سایہ زلف سیاہ سے
۲۶۱	جھڑٹ مین بجلیوں کے ہے دل آہ آہ	کیا ہو گیا یہ گر کے تمہاری نگاہ سے
۲۶۲	دل کی حالت کہی نہیں جاتی	کوئی ایسہ کی نہیں جاتی
۲۶۳	دل گیا دل لگی نہیں جاتی	روتے روتے ہنسی نہیں جاتی
۲۶۴	پھر نگاہ آپ کی بجلی نہ گراے کوئی	دیکھئے دیکھئے پھر لوٹ نہ جاے کوئی
۲۶۵	صورت اشک نظر سے جو گراے کوئی	خاکے اٹھ نہ سکون لاکھ اٹھائے کوئی
۲۶۶	قابل دربار غم ہم ہو چکے	رو چکے منہ آنسوؤں سے دھو چکے
۲۶۷	کریم کے جو کرم کا ظہور ہوتا ہے	خطا سے پہلے ہی عفو قصور ہوتا ہے
۲۶۸	سما کے دل میں بتوں کو غرور ہوتا ہے	جسے قریب سمجھتا ہوں دور ہوتا ہے
۲۶۹	نگاہ پھیر لی محو جمال کر کے مجھے	ستم ہے چھوڑ گئے وہ حلال کر کے مجھے
۲۷۰	عاشقی کیا ہر بشر کا کام ہے	میرے دل میرے جگر کا کام ہے
۲۷۱	پڑا ہوں جو بمبار اچھا تو ہے	مرض میں خیال مسخا تو ہے
۲۷۲	کتنی گہری مروت ساقی کی نظر ہوتی ہے	مجکوبہ رون میں کہین اپنی خبر ہوتی ہے
۲۷۳	تری چتون تو او بید اگر کچھ اور کہتی ہے	زباں کچھ اور کہتی ہے نظر کچھ اور کہتی ہے
۲۷۴	سیکڑوں پُر داغ سینے وقف پیکان ہو گئے	ایک غنچے پر خدا کتنے گلستان ہو گئے
۲۷۵	جاتے ہی شب وصل چلے وہ مرے گھر کو	منہ اپنا چھپاتے ہوئے دامن سحر سے
۲۷۶	ہو جائیں گے آگاہ مرے دردِ جگر سے	اتنا ہو کہ مجھ سے نظر اُن کی نظر سے
۲۷۷	دل اگر تڑپے تو یارب کچھ مزا پیدا کرے	دروے ایسا کہ تاخیر دوا پیدا کرے

صفحہ	مطلع
۲۶۶	مسر خروی بے پسے کیوں کر خنایا پیدا کرے
۲۶۷	مارڈا لاکر اکر ناز سے
۲۶۸	شب بھر جو آپ زلف معنہ بنا کیے
۲۶۹	چاہیے دنیا نہ عجبے چاہیے
۲۷۰	ہٹا دے پتھر چہرے نقاب ای بار تھوڑی سی
۲۸۰	مرنے والے خوب چھوٹے گردش ایام سے
۲۸۱	سان پر تم نے اگر تیغ جفا رکھی ہے
۲۸۲	بنی ہے جان پہ جانے کی تم نے خوب کہا
۲۸۳	جانا ہوا سے صبا جو مدینہ نصیب سے
۲۸۴	غنیمت ہے جو پہلو میں دل نا شاد باقی ہو
۲۸۵	میرے قاتل کا زمانے سے جہاں نماز ہو
۲۸۶	تو جب توڑیے پیدا یہ صدا ہوتی ہے
۲۸۷	یون تو اُسکی ہر ادا ہو شرابا ہوتی ہے
۲۸۸	رکھیں نہ آپ گل کو مرے دیکھ سہنے
۲۸۹	لایا نصیب ناوک قاتل کے سامنے
۲۹۰	اُس نے تاکا تھا جگر تیر نظر سے پہلے
۲۹۱	یون نہ پیکا تھا لہو ویدہ تر سے پہلے
۲۹۲	چھوڑ دیکھو تم کسی دن خنجر بیدار سے
۲۹۳	خون ہو جب دل تو رنگ مدعا پیدا کرے
۲۹۴	ہاں مری جان پھر اسی انداز سے
۲۹۵	گبری کسی غریب کی کیونکر بنا کیے
۲۹۶	جو تجھے چاہے اُسے کیا چاہیے
۲۹۷	نکلنے دی خدا را حسرت دیدار تھوڑی سی
۲۹۸	سورہی مین پاؤں بھیلے ہوئے آرام سے
۲۹۹	ہم نے بھی گردن تسلیم مجھ کا رکھی ہے
۳۰۰	مرا یہ حال پھر آنے کی تم نے خوب کہا
۳۰۱	کہنا مرا سلام خدا کے حبیب سے
۳۰۲	ابھی اس میں خدا رکھے کسی کی یاد باقی ہو
۳۰۳	تیر۔ بر چھی۔ تیغ جو سمجھو ننگا و ناز ہے
۳۰۴	باے کیا چیز ہے ہو شرابا ہوتی ہے
۳۰۵	جو ذرا شوخ نکلتی ہے قضا ہوتی ہے
۳۰۶	بسل شگفتہ ہو گا نہ بسل کے سامنے
۳۰۷	آیا ہمارے دل کا کیا دل کے سامنے
۳۰۸	دل تڑپ کر یہ پکارا کہ ادھر سے پہلے
۳۰۹	دیکھنا آگ لگی پھر اسی گھر سے پہلے
۳۱۰	دل تڑپ جائے وہ چٹکی لوں لب فریاد سے



## مطلع

صفحہ

۲۹۵	تم اگر بچپن ہوتے ہو مری فریاد سے	چٹکیان دل میں نہ لے کہد وہ اپنی یاد
۲۹۶	میں وہ بلبل ہوں قفس سے جو رہائی ہوتی	بوئے گل دور سے لینے مجھے آئی ہوتی
۲۹۷	طور کی آگ مرے دل میں لگائی ہوتی	ایسی بجلی کوئی اسے چرخ گرائی ہوتی
۲۹۸	آنکھیں نشیلی دیکھئے اُس رشکِ حور کی	ہیں دو گلا بیان یہ شرابِ طہور کی
۲۹۹	جنت میں جا کے کھینچی ہے تصویرِ حور کی	صورتِ گر خیال کو سو جھی ہے دور کی
۳۰۰	ممکن نہیں کہ داغ ہوں دل سے جدا کبھی	ان پھولوں سے نہ جالیگی بوے وفا کبھی
۳۰۱	یارب ہو خیر جوش پہ سودا ابھی سر ہے	ہاتھ اپنا اور دامنِ صحرابھی سر ہے
۳۰۲	مجتہد رنگِ بجاتی ہو دلِ جبالِ سولتا ہے	مگر مشکل تو یہ ہے دل بڑی مشکل سولتا ہے
۳۰۳	یارب آباد ہے خاکِ بیا بالون کی	پر وہ پوشی ہوئی جس سے تر عریا نون کی
۳۰۵	تجھے ہے قیس یہ سودا کہ حسرتِ دل کی نخلیگی	نہ نخلی ہے نہ لیلے پر وہ نخل سے نخلیگی
"	جسے کہتے ہیں غم کی چھانس وہ مشکل کی نخلیگی	جب اپنی جان نخلیگی تو وہ بھی دل سے نخلیگی
۳۰۶	بیوف یار یار کس کا ہے	ہمکو بھی انتظا کس کا ہے
۳۰۷	قفس میں اشکِ حسرت پر مدارِ زندگانی	یہی دانے کا دانہ ہے یہی پانی کا پانی ہے
۳۰۹	کون کہتا ہے خالین گے وہ حسرتِ میری	نہ مروتِ انہیں میری نہ محبتِ میری
۳۱۰	عکس ہے آئینہ دھرمین صورتِ میری	کچھ حقیقت نہیں اتنی ہے حقیقتِ میری
۳۱۱	بن سکی کوچہ جانا میں نہ تربتِ میری	دل گئی خاک میں اک عمر کی حسرتِ میری
۳۱۲	تین ادا کے دونوں طرف وار چل گئے	ٹھنڈا کیا جو تم نے مجھے غیر چل گئے



## بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

ہے لاکھ لاکھ شکر خدا سے جلیل کا  
یار بھون کو کعبہ دل سے نکال دے  
آنکھیں جو تونے دی ہیں تو اتنا کرم ہوا  
خود فرش خاک پر ہے نظر عشق کا  
پیا سا کسی کے شربت دیدار کا ہون میں  
اللہ تک پہنچ کا ذریعہ یقین ہے  
بت چاہتے ہیں کعبہ دل کو کرین خراب  
اگر کسی مجال ہے ترے اوصاف لکھ سکے  
راہ طلب میں خار کوئی تشنہ رہ نہ جائے  
ہر پھر کے آہوان حرم رہتے ہیں وہیں

جس نے در سخن سے بھر آئینہ جلیل کا  
صدقہ نبی کا واسطہ اپنے خلیل کا  
محو جمال کر دے رسول جمیل کا  
اترے حوصلہ ترے عہد دلیل کا  
چھینٹا ندے بہشت مجھے سلبیل کا  
جنت کو دخل ہے نہ گزر ہے دلیل کا  
قتلہ سنا نہیں مگر اصحاب فیل کا  
یاں ہے قلم شکستہ چربہ ریل کا  
ہاں آبلو ثواب ہے رکھنا سبیل کا  
پھندا لگے میں ہے کسی چشم کیل کا



یارب قبولِ عام ملے اس کلام کو  
دل کی جگہ بغل میں ہو یوانِ جلیل کا

جسے یہ دل میں آہی خیال احمد کا  
تڑپ رہا ہوں اسی آرزو میں برسوں کے  
کیا ہے کس نے اشاری سے چاند دو ٹکڑے کر  
خدا نے بخش دی اُمت کو نعمتِ دارین  
فلک کے درپے ایذا خبر نہیں اسکی  
جو لوگ شوقِ زیارت میں جان دیتے ہیں  
فراق میں یہی صورت ہوا ک تسلی کی  
اُسی کے واسطے محشر میں سرفرازی ہے  
کلیم طور پر جانے کی کیوں کریں تکلیف  
ادھر ادھر نہ بھٹکتا پھر وں قیامت میں

کہ روزِ خواب میں دیکھوں جمالِ احمد کا  
خدا دکھائے مزارِ اکبرے سالِ احمد کا  
کہو فلاں کے کہ دیکھے کمالِ احمد کا  
گیا نہ ایک بھی خالی سوالِ احمد کا  
کہ ہے غلامِ یہ آشفۃِ حالِ احمد کا  
نصیب اُنہیں ہے ہمیشہ وصالِ احمد کا  
زبان پہ نام ہو دل میں خیالِ احمد کا  
زہے نصیب جو ہو پائیم سالِ احمد کا  
کہو کہ دیکھ لیں آکر جمالِ احمد کا  
اُٹھوں تو ساتھ ہو یادِ و الجلالِ احمد کا

خدا وہ روزِ مبارک تجھے دکھائے جلیل  
کہ آئے قاصدِ فرخندہ فالِ احمد کا

تاؤک اُس کا کبھی خط نہ ہوا  
کوئی دونوں میں بے وفائے نہ ہوا  
تیرے قدموں سے کیوں جدا رہتا  
اڑ گیا رنگِ رخ بھی ہوش کے ساتھ  
بات کرتے جو کاٹ ڈالو گے

طاہر سرد رہے تاکِ نشانہ ہوا  
دل سے غم غم سے دل جدا نہ ہوا  
ہاے پا مالِ دل حسانہ ہوا  
سچ تو یہ ہے کوئی مرانہ ہوا  
بات گویا ہوئی گلا نہ ہوا

<p>دل سے صبر و قرار سب بھاگے  دب گئے قد سے تیرے سب فتنے  نہ چلا پانہ مار ہی ڈالا  پاؤں پھیلانے کے سخت یوں روئے  سجکاو نفرت ہے شیشے سے وعظ  آج ہی آجوت کو آنا ہے  ہم ترستے نہ پھول کی بو کو  اب تو صورت بھی اُس کی یاد نہیں</p>	<p>مگر اک دایرِ غم دل جسدانہ ہوا  حشر بھی آج تک بیپانہ ہوا  کوئی وعدہ ترا وفا نہ ہوا  ہاسے نالہ مرار سنا نہ ہوا  مجبو حسرت ہے دل مرانہ ہوا  کل خدا جانے مین ہوا نہ ہوا  تجھ سے آشنا بھی اے صبا نہ ہوا  دل کو بچھڑے ہوئے زمانہ ہوا</p>
--	---

دل مرا بھی مرا ہوا نہ جلیں  
آشنا ہو کے آشنا نہ ہوا

<p>میو فایا ربا و فسانہ ہوا  زلف کا عمر بھر رہا سودا  نہ کچی تھی ابھی کسان اُن کی  کہتے ہیں پھر رچے گی کیا ہندی  غم دیا تم نے دایرِ غم دیا  اتنی اسے دود آہ کوتاہی  بولے جھنجھلا کے جب گلانہ کٹا  اور تھوڑی سی ہمت لے ساقی  نہ بلایا رس و قد افسوس</p>	<p>دل ہوا دل کا مدعا نہ ہوا  مثل سایہ کبھی جسدانہ ہوا  بولے تیور وہ دل نشا نہ ہوا  گر کبھی خونِ مدعا نہ ہوا  سچ ہے کیا کیا مجھے عطا نہ ہوا  بڑھکے تو گیسو رسا نہ ہوا  اک مصیبت ہوئی کلا نہ ہوا  ایک ساغر سے کچھ بھلا نہ ہوا  شجر آرزو حیرانہ ہوا</p>
--	--



<p>در دکا ہے مرہ مجتہدست میں جان لینے کو تھی ادا کیا کم منہ دوا کا نہ درو نے دیکھ اور سب بیڑیاں تو مر کے کٹیں</p>	<p>اے قمر داغ کیا ہوا نہ ہوا میں تو منت کش قضا نہ ہوا داغ مرہم سے آشنا نہ ہوا قطع الفت کا سلسلہ نہ ہوا</p>
<p>ہاتھ تک جوڑنا پر سے ہم کو دل کے ہاتھوں حلیل کیا نہ ہوا</p>	
<p>خط چاند سے چہرے پہ عیاں ہو نہیں سکتا روکے سے رکیں اشک وان ہو نہیں سکتا یار بکچہ اس انداز سے نالان ہو مراد میرے دل صد چاک میں تم کیون نہیں ہتر ہونے دوا اگر ضعف سے آنکھوں میں بک ہو طبائے گائے اس زلف سے جب حد سے بڑھیکا بو الفت گیسو کی چو پھوٹی تو خط کیا جب وصل کی درخواست پہ کرتے ہر پہنکا تصویر تری آنکھ سے کیا جائے نکل کر اس آگ کو درکار ہے تلو اور کاپانی تم دیکھ لو خود ہاتھ مرے سینے پہ رکھ کر</p>	<p>شعلے سے لپٹ جائے دھوان ہو نہیں سکتا آنکھوں سے مراراز نہان ہو نہیں سکتا وہ بھی یہ کہیں ضبط فغان ہو نہیں سکتا ایسا تو ہوا وار مکان ہو نہیں سکتا خوش ہوا ہر کسی دل پہ گران ہو نہیں سکتا برباد تو آہوں کا دھوان ہو نہیں سکتا تم جانتے ہو مشک نہان ہو نہیں سکتا تست بھی یہ کہتی ہے کہ ہان ہو نہیں سکتا نازکے بہت نقل مکان ہو نہیں سکتا رونے سے تو کم سوز نہان ہو نہیں سکتا حال دل بیتاب بیان ہو نہیں سکتا</p>
<p>کہتا ہے حلیل اب تو یہ انداز خموشی حال آپ کا مستراح بیان ہو نہیں سکتا</p>	

<p>کیا کیجے غم اپنا بیان ہو نہیں سکتا      فرما گئے وہ دیکھے مجھے داغ جدائی      شمشیر بکفت وہ ہیں تو میں نالہ بلب ہوں      مجھ کو تو یقین ہے کہ چھپے گا نہ مرا خون      ہے خشک گلا اشک مرے یکے چھڑک لو      تاثیر ہے روح فرا دیکھ لی اسے شیخ      حق یہ ہے کہ دیدار کو درکار ہیں آنکھیں      تدبیر سے فطرت کا بدلنا نہیں ممکن      زاہد سے کہو خدمت سے چاہیے برسوں      وہ چال چلے تم کہ گلے کٹ گئے لاکھوں      درپردہ گری برق نظر خرسن جان پڑ</p>	<p>چپ ہو رہوں یہ بھی مر جان ہو نہیں سکتا      یہ پھول کبھی نذر خزان ہو نہیں سکتا      اب رحم وہاں ضبط یہاں ہو نہیں سکتا      قاتل کو گمان ہے کہ گمان ہو نہیں سکتا      یوں خنجر بیدار روان ہو نہیں سکتا      اہ تو یہ کہو پیر جوان ہو نہیں سکتا      ہونے کو ترا جلوہ کہاں ہو نہیں سکتا      وہ آفت جاں راحت جان ہو نہیں سکتا      وودن میں کوئی پیر مغان ہو نہیں سکتا      اس ناز سے خنجر بھی روان ہو نہیں سکتا      وہ آگ لگی جس میں دھواں ہو نہیں سکتا</p>
---	---

کیا عشق بتان میں ہیں جلیل آپ ہی نالان  
 ناقوس سے بھی ضبط فغان ہو نہیں سکتا

<p>مجھ کو بد نام آپ کو رسوا کیا      حسن نے ہر عیب کا پردا کیا      یاد اب تک ہے انہیں میری وفا      میری وحشت بھی بتا سنا ہو گئی      چال قاتل کی قیامت کر گئی      ہاں نہ کی تسکین نہ کی پروا نہ کی</p>	<p>دل کی بیتابی نے جو چاہا کیا      آپ نے جو کچھ کیا اچھا کیا      کہتے ہیں افسوس میں نے کیا کیا      جو داد صرگز را کھڑا کیا کیا      میں ادھر خنجر اُدھر بڑا کیا      چال کی غم سے سکے فقر کیا</p>
---	--



وہ عدد و کورات بھر گھورا کئے  
کیا سدھایا ہے کسی نے دل کو بھی  
ہے وہ کہنا کسی کا قبر پر  
شکر ہے بکیں نہ ہو کر ہم رہے  
میرے نالے پر ابھی ہنستے تو ہو  
کہد و تصویر خیا لی بھی چھپے  
دیکھے سر بوسے لئے تلواریں کے  
جاؤ بھی گردن نہ میری کٹ سکی  
کھینچ کر پہلو میں بوسہ لے لیا

میں فلک کو صبح تک دیکھا کیا  
جب اشارہ کر دیا لوٹا کیا  
اللہ اللہ تم نے بھی پروا کیا  
درو جب اٹھا تو غش آیا کیا  
بھر کہو گے چارمین رسوا کیا  
لطف کیا تم نے اگر پروا کیا  
جان اپنی بچ کر سودا کیا  
مفت اپنا ہاتھ بھی جھوٹا کیا  
اُن کا وعدہ میں نے خود پورا کیا

ہاے دیکھا سوسے غیر اُس نے جلیل  
اور تو اسے سخت جان دیکھا کیا

حق نے پیدا ہی تجھے ایسا کیا  
کیا بتائیں دل لگا کر کیا کیا  
طنے میں غم نے کئے جیسا کیا  
اُس کو یا غیر مجبور شکب غیر  
دھیان میں حوروں کے موتیت ہی  
پھوڑوں کی بجائے آئینے کی آنکھ  
دل سے میل لگ گیا بازار میں  
غیر شاکی ہو تو ہو وہ غیر

جس نے دیکھا تب جو بس دیکھا کیا  
آہ کی منہ یاد کی تالا کیا  
پھر یہ کہتے ہو کہ میں نے کیا کیا  
وہ اُدھر اور میں اُدھر پڑا کیا  
تو تو زاہد ہے پیٹ لوٹا کیا  
سامنے میرے تجھے گھر را کیا  
جو حسین گزرا کھڑا دیکھا کیا  
تم نے کس دل کو مرا شکو کیا

<p>کہتے ہیں کیوں خون کا دعویٰ کیا          سایہ گھڑیوں خاک پر لوثا کیا          خواب بن کر آنکھ میں آیا کیا          کام جو ہنسنے کیا پورا کیا          دل میں آ کر آنکھ سے پروا کیا          لے کے دل پھر تم نے اچھا کیا کیا</p>	<p>خون جو سر کیا یہ کچھ نہیں          اس ادا سے وہ چلے مستانہ چال          وہ ہوے روپوش تو ان کا خیال          دل دیا جسکو اسی پر جان دی          مجھے چھپ کر میرے گھر بہان ہو          دل کہان ہے ؟ وہ یہ اچھی کہی</p>
<p>دیکھ کر اُن کو یہ دن دیکھا جلیل          ہاے شوق دیدنے اندھا کیا</p>	
<p>تم آؤ گے تھامے جگر دیکھ لینا          کرینگے یوہن دل میں گھر دیکھ لینا          مگر پہلے اپنی کمر دیکھ لینا          غضب تھا اُسے اک نظر دیکھ لینا          ہمیں ہونگے مہ نظر دیکھ لینا          ملیں گے نہ ہم عمر بھر دیکھ لینا          مگر پہلے اُن کی نظر دیکھ لینا          ذرا پھر ادا سے ادھر دیکھ لینا          مجھے ڈر سے اُن کی کمر دیکھ لینا          آنکھیں خوب تو نامہ بردیکھ لینا          شبیہ اُس کی شام و سحر دیکھ لینا</p>	<p>مرے جذب دل کا اثر دیکھ لینا          قیامت ہے اُن کا ادھر دیکھ لینا          بُرا کیا ہے باندھو اگر تیغ و خنجر          وہ دیکھا کہ دشمن بھی یارب نہ دیکھے          نشانہ بناؤ گے تم کیا عدو کو          ملے ایک دن بھی اگر تم عدو سے          دکھانا مرانا مہ شوق قاصد          ابھی ہے تڑپنے کا ارمان باقی          انہیں تن کے سینے کا عالم دکھانا          مرنے لیں گے ہم دیکھ کر تیری آنکھیں          عبادت کہو۔ دل کی تسکین سمجھو</p>



<p>کہوں کیا جس دانی تری کیا کر یگی جو فرصت ملے آئینہ دیکھنے سے جو دل بچکے نکلا تو غم سے بولے ترپ لاش کی گریہی قبر میں ہے</p>	<p>جو کچھ ہو گا وقت سحر دیکھ لینا مرا حال بھی اک نظر دیکھ لینا وہ جانا ہے او بلے خبر دیکھ لینا تو اک دن سر رکھ کر دیکھ لینا</p>
<p>ادھر سے ہیں تیر نظر چلنے والے جلیل آج اپنا جگر دیکھ لینا</p>	
<p>تسکین جو دل کی تہیں کرنا نہیں آتا مٹھی میں دبا کر دل مضطرب وہ بولے اک نقش تمہارا ہے کہ وہ دل میں جا ڈر چکے ہیں بدنام نہ دشمن ہوں تمہارا ہندہ کی جگہ ملے ہیں خون دل عشاق دل لے کے مراجعہ سے ابھی کو گئے انکا کہیے تو ابھی لے لے وہ چٹکی مری دلین کیا سوچ ہے کیوں وصل کا وعدہ نہیں کیتے بھر جاتے ہیں سب زخم سنان تیر و تیر سن لو جو کسی روز تو کھلبلاے یہ تم پر چٹے ہو جو کرتے ہو سے پاؤں لٹو لٹو کی موت نہ آنے کی شکایت تو وہ بولے اشر تری زلف کے سورے سو بچاے</p>	<p>دل کو بھی مر سجان ٹھہرنا نہیں آتا ہاں اب تو کہے جگو ٹھہرنا نہیں آتا اک تم ہو کہ پہلو میں ٹھہرنا نہیں آتا تم کہتے ہو عشاق کو مرنا نہیں آتا کم سن میں ابھی اُن کو سنو نا نہیں آتا پھر آپ کہیں گے کہ مکرنا نہیں آتا ہاتھ اُسکو مگر سینے پہ دھرنا نہیں آتا کیا تلو زبان دیکھے مکرنا نہیں آتا اک زخم زبان ہے جسے بھرنا نہیں آتا آتا ہے کہ نا لہ مجھے کرنا نہیں آتا کیا پاؤں زمین پر تہیں دھرنا نہیں آتا ہاں ایسے ہو بھولے تہیں مرنے نہیں آتا وہ جن ہے جسے چڑھ کے مرنے نہیں آتا</p>

چہرے پہ نہ غارہ ہے نہ بالون پہ ہوا نشان

یہ جھگڑے بھرا اُن کو سنو نہ نہیں آتا

آنکھوں میں سما جائیں وہ دل میں اُترائیں  
کوٹھے سے جلیل الکو اُترنا نہیں آتا

فنان میں در و دعائیں اُتر نہیں آتا  
سنا ہے جب سے کہ خوابِ عدو میں تم آئے  
چمن میں دتی ہے شبنم تو پھول منستے ہیں  
یہ کیا ہے آج جو سینے میں دل اُچھلتا ہو  
تری نگاہ کو جب دیکھتا ہوں کہتا ہوں  
کچھ اپنے محو تھ تیر کی بھی خبر ہے تمہیں  
ترے خیال میں جو آئے اُس کو کہہ دینا  
اب آپ شربت ویدار اپنا رکھ چھوڑنا  
یہوں کے ذکر سے رکتی نہیں زبانِ کشت  
کیا ہزاروں کو سیدِ حافلک کی گردن سے  
خطابِ قاتلِ عالم کسی طرح ملے  
تمہاری حیرنے کچھ ایسی پھوٹ ڈالی ہے  
نہ اپنی چھلے کہ جنوں ایسی لگا کہ ہر محکو  
سڑپ دکھائیے کیا اُسکو جو یہ کہتا ہو  
شرِ فشان ہوئے نالے تو اور گل پھولا  
لگا و لطف سے محروم ضعف نے رکھا

جو تم نہیں ہو تو کوئی ادھر نہیں آتا  
قرار دل کو مرے رات بھر نہیں آتا  
تجھے تو یہ بھی مری چشم تر نہیں آتا  
جوابِ خطِ تھیلے نامہ بر نہیں آتا  
کہ میری آہ میں ایسا اثر نہیں آتا  
غریبِ ہوش میں دو دو پہر نہیں آتا  
میری سمجھ میں تو کچھ نامہ بر نہیں آتا  
مریضِ ہجر تو بچتا نظر نہیں آتا  
جیسی تو اپنی دعائیں اُتر نہیں آتا  
مرانصیب مگر راہ پر نہیں آتا  
وہ قتل کرتے ہیں گو قتل کر نہیں آتا  
ہمارے نالہ دل میں اثر نہیں آتا  
ادھر کہ ہوشِ جدھر بھول کر نہیں آتا  
مجھے نظر کہیں در و جگر نہیں آتا  
وہ کہتے ہیں کہ اسی سے اثر نہیں آتا  
نظر وہ کہہ کر میں میں نظر نہیں کرتا



<p>لکھا ہے نخل تما کی پتی پتی پر شراب عشق کی مستی عجیب مستی ہے نقاب پھونک کے کہتی ہوا سکی برق جہاں اثر کو نالہ موزون ترانہ کیوں ترے</p>	<p>یہ وہ نہال ہے جس میں شمر نہیں آتا گیا جو ہوش تو پھر عمر بھر نہیں آتا نظر کرے کوئی اتنا نظم نہیں آتا کہ سرو بارغ میں بلبل شمر نہیں آتا</p>
<p>ہزار نکتہ باریک تر زمواہ بنیاست جلیل شعر کا فن عمر بھر نہیں آتا</p>	
<p>اب شکل نہیں ہے یکیشی کا یہ رنگ گلاب کی کلی کا کیا شکوہ کروں میں بیخودی کا شکا کی نہیں اس لحاظ سے وہ منہ دھرنے میں کس نے دانت لکھو برہم نہ ہو سُن کے دل کی قیمت ہے سرخی پان عیان گلے سے مجھ سے وہ خاہن اس سو خوش بین وہ دل کی جگہ لگا کین بر جھی ہے چار طرف خدا کا جلوہ ہم مرتے ہیں ناصحا تجھے کیا بلبل کی بہار میں نہ پوچھو منہ یار کا دیکھتی ہے ہر صبح</p>	<p>اب لطف نہیں ہے زندگی کا نقشہ ہے کسی کی کسنی کا ہوتا نہیں کوئی بھی کسی کا منہ چوم نہ لے گلہ کسی کا ہے موتی محل گھر آرسی کا سودا ہے یہ ہنسی خوشی کا جلوہ ہے پیشینہ میں پر کیا کیا رتبہ ہے میزی بیکسی کا پہلو نکلے تو دل لگی کا پردہ تو کہیں اٹھے خودی کا مختار ہر اک ہے اپنے جی کا منہ چومتی ہے کلی کلی کا اثر رے نصیب آرسی کا</p>

<p>اچھا ہے جو اب آرسی کا  منہ بند کیا کلی کلی کا  کچھ ہو مجھ سے دل کسی کا  یاد آگیا روٹھنا کسی کا  اور منہ دیکھیں وہ آرسی کا  دستوار ہے ضبط اب ہنسی کا</p>	<p>ہے آنکھ میں رہتی تیری تصویر  کچھ بول کے اُس نے باغ میں آج  بدنام ہوں چوری کلگے داغ  منہ پھیر کے یوں چلی جوانی  کیا سیر ہے مین کمون منہ اُن کا  غنجوں کو صبا نے گدگد ایا</p>
<p>دیکھو نہ چلیں کو مٹاؤ  مٹ جائے گا نام عاشقی کا</p>	
<p>زاہد کو گمان ہے میکشی کا  مہتاب ہے پھول چاندنی کا  منہ مڑ نہ گیا اگر چھری کا  اشہ رے لطف زندگی کا  دل ٹوٹ نہ جائے آرسی کا  آخر نکلا وہ دل کسی کا  دم دیکھتے تھے فقط چھری کا  رنگ اس میں ہے میری دوستی کا  اب رنگ جمے گا کیا سی کا  دھبہ یا بڑا لگا سی کا  مٹ جائے بلا سے دل کسی کا</p>	<p>محبو تو مرض ہے بے خودی کا  ہر رنگ ہے تیرے آگے پھیکا  چل جائے گا کام کچھ کسی کا  ہر وقت ہیں موت کی دعائیں  آئینہ بنا رہے ہو دل کو  ہم کہتے تھے جوڑے مین نہیں پھول  کہیے ابھی اک ادا پکٹ جائیں  مشتی نہیں دشمنی کسی کی  پوسے کو جگہ ملی لبون پر  پیارے پیارے تھے پھول سے ہونٹ  اٹھلا اٹھلا کے اُن کو چلنا</p>



پاتے ہیں جو مجکو جی سے بیزار  
ہوں ایک سے سب حسین کیونکر  
پہلے تو تھے مجھو دید مو سے  
سمجھے تھے نہ ہم کہ تم پہ مرنا  
شوخی مضمون کی لے اڑی ہے  
کھینچیں جو وہ تیر دل بھی دے تھے  
نملے ببل کے تھے کہ چھریاں  
اٹھنے نہ دیا کسی کے در سے  
پھولوں سے کہو کہ روتی ہوا اس

کہتے ہیں مزہ ہے عاشقی کا  
ہے رنگ جُدا کلی کلی کا  
اب لیتے مزا، مین بخودی کا  
ہو جائے گار و گ زندگی کا  
عالم ہے شعر مین پری کا  
حق کچھ تو ادا ہو دوستی کا  
دل ٹکڑے ہو ا کلی کلی کا  
احسان ہے مجھ پر لا غری کا  
اب اس سے مزہ نہیں مہنسی کا

کہتے تھے نہ ہم جلیل تم سے  
انخام بُرا ہے دل لگی کا

دل پر داغ کو زلفوں سے نکلتے دیکھا  
داغ کو بھلتے ہوئے اشک کو ڈھلتے دیکھا  
دل میں آئیٹھ تو پھر اُن کو نہ ملتے دیکھا  
غلاب پیر کو نیرنگ کہان سے آیا  
تیری مغل مین بھی عالم ہے رنج عاشق کا  
ٹھہرے ہو گئے دل اغیار ترے ہاتھوں سے  
نہیں معلوم بدلنے پہ ہے قسمت کس کی  
ڈسکے شانے سے دوپٹا جو رکھینے پر

جمنے طاؤس انہیں کا لونگو اگلتے دیکھا  
زخمِ دل ایک تجھے پھولتے پہلتے دیکھا  
ہاں جو دیکھا بھی تو جی لے کے نکلتے دیکھا  
کہیں تم کو تو نہیں آنکھ بدلتے دیکھا  
ایک دم مین اسے سوزنگ بدلتے دیکھا  
جمنے تو ان کو طبعاً ہی مسلتے دیکھا  
آج بے وقت انہیں پو شک بدلتے دیکھا  
بولے وہ مجھ سے کہ گرتے کو سنبھلتے دیکھا

تیغ و خنجر بھی ہیں منت کش دستِ قاتل  
 اے فلک سوئے وہ پہلو میں عددِ کجِ بدن  
 کبھی مجھ پر وہ نگاہیں ہیں کبھی دشمن پر  
 چٹکیوں میں وہ مرے دل کو دبا کر بولے  
 تیرا ناک نہ سہی حسرتِ ناک ہوگی  
 صرف اُس ہاتھ میں جانیکی تراب تھی لگو  
 اُنھیں بجلی کا ترپنا تو پسند آتا ہے  
 کبھی تو لاکھ خوشامد پہ نہیں دلِ راضی  
 رنگ لایا کہیں ہندی کہیں لالہ ہو کر  
 اُس طرف خنجر بُران اور صرارِ مان میرا  
 حشر گھبرا کے اٹھا پاؤں کی آہٹ جو سنی  
 کیا تائیگا وہ اس دل پہ کسی کے دلو  
 غیر کا کام ترانامِ گریبان میرا

کام ان کا بھی اُنہیں ہاتھوں سے چلتے دیکھا  
 کبھی اُس دن تجھے کروٹ نہ بدلتے دیکھا  
 جبے جاو یہ نہیں روزِ انہیں چلتے دیکھا  
 تل ہی ڈالو نکالتے پھر جو پھلتے دیکھا  
 کچھ تو تھا جسکو کلیجے سے نکلتے دیکھا  
 پھر چلتے کبھی دیکھا نہ اُچھلتے دیکھا  
 کبھی آکر مجھے کروٹ نہ بدلتے دیکھا  
 کبھی اک جھوٹے ہی وعدے پہ بہتے دیکھا  
 خون عاشق کا ہر اک طرح اُچھلتے دیکھا  
 آج ان دونوں کو اک ساتھ نکلتے دیکھا  
 فتنے دوڑے جو اُنہیں گھری نکلتے دیکھا  
 جسکو اک آہ کی بجلی سے دہلتے دیکھا  
 جسکو دیکھا ترے ہاتھوں سے نکلتے دیکھا

آج ہین زخمِ توکلِ دلِ غ بدن پر ہین جلیل  
 تم کو بھی نہ نئی پوشاک بدلتے دیکھا

غنچہ خاطر خوشی سے کھل گیا  
 حسرت دیدارِ مین یون دل گیا  
 دیکھنا اُس شعر کو بزمِ مین  
 ڈر گیا ہے جی کچھ ایسا ہجر سے

آپ کیا آئے خزانہ مل گیا  
 خون ہو کر آنسوؤں میں مل گیا  
 دشمنوں سے کس طرح گل مل گیا  
 تم جو پہلو سے اٹھے دل لہ گیا



مڑ کے بھی دیکھانے دل نے اس طرف  
 لاش ابھی میری اٹھانی بھی نہیں  
 پس گیا آنکھیلیوں کی چال پر  
 دم جو نکلا خسانہ تن بھر کبان  
 لوٹ ہین غنچے بھی اُن پر شل دل  
 ہسے کیا لذت بھری تھی تیغ ناز  
 تم جو آئے مجھ پر کیا احسان ہے  
 واہ رے غفلت نہ چو نکا گور تک  
 ہے شل تل اوٹ ہوتا ہے پہاڑ  
 لٹکے آیا کو چہ مجھو سے

پہچے پہچے میں کئی منزل گیا  
 ناز کی کہتی ہے شانہ چھل گیا  
 لو تمہارے ہاتھ سے بھی دل گیا  
 خاک میں سارا گھر وندا مل گیا  
 مسکرا کر بس کو دیکھا کھل گیا  
 زخم روتے ہیں کہ صبر قاتل گیا  
 دل ملا تم کو مجھے کیا مل گیا  
 سوتے پاؤں سے میں تا منزل گیا  
 آنکھ باہم ملتے ہی دل مل گیا  
 ہسے میرا کیوں ساتھ لیکر دلا گیا

اے جلیل آنسو بہائے تھے یوں  
 اُن کو ہنسنے کا بہانہ مل گیا

دل کے سینے پر جو مال وہ ستمگر ہو گیا  
 خوش ہوا ایسا کہ میں آپے سے باہر ہو گیا  
 ہسے مارے ڈالتی ہے روٹھ جائیگی ادا  
 کس طرح دیکھوں تمہیں جب یہ بھی آگڑھٹے  
 حسن والوں کے بگڑنے پر تصدق سونباد  
 اک ادا کی چال پر کٹ جاتے ہیں لاکھوں گٹے  
 دل سے نکلے جتنے نالے خوش قد و کمی یا دین  
 ناز دلجو عشوہ دلکش غمزہ دلبر ہو گیا  
 یار کا ملنا نہ ملنا سب برابر ہو گیا  
 تھایو ہیں وہ شوخ قاتل کھچے خنجر ہو گیا  
 آمنہ کنیت تو چھاتی کا پتھر ہو گیا  
 پڑ گیا جو بیچ گیسو میں وہ گھونگر ہو گیا  
 یہ چھری جب سے جلی بیکار خنجر ہو گیا  
 سر کوئی بنگیا کوئی صنوبر ہو گیا

کسی میں خاک ہو اُس سے صفائی کا نہا  
 پیارے پیارے ہونٹھ چوم آیا تر کو اوست  
 بڑھ گئی سُنِ سماعت سے سخن کی آبرو  
 کی جفا تم نے تو معشوقوں کو زیبا ہے جفا  
 ایک لوصے کا تھا ٹکڑا وہ بھی بل کھایا ہوا  
 دل چھینا بیڈ صب تھا لیکن ناگ فی کچھ راہ دیا  
 میر کشوا ٹھوہیان اب لطف رہنے کا نہیں  
 نوشتا ہوں رنگ محفل دیکھ کر پیسہ منخان  
 کوئی مطلب تھا نہ مضمون شوق کے دو حزن  
 اب لب نوشین سے کوئی دم نہیں ہوتا جدا  
 رگیا بچکان تہا را ٹوسٹ کر اچھا ہوا  
 وہ قیامت میں چلے تھے دو قدم اک ڈرٹھا  
 میرے آنسو اور زینت دامن محبوب کی  
 کرنی پڑتی سارے عالم سے رقابت بھکوا ج  
 ہم عیث ہمے ہوئے تھے معر کے عشق کے  
 اللہ اللہ حضرت اسٹاؤ کا فیض سخن

کہ دیا آئینہ روج بدن مکر ہو گیا  
 اب تو آنکھوں سے لگائے کا ساغر ہو گیا  
 کان میں اُن کے پڑا جو شعر گوہر ہو گیا  
 آسمان کو کیا ہوا یہ کیوں سگر ہو گیا  
 تیرے ابرو سے مشابہ ہو کے خنجر ہو گیا  
 کھلے کھلے زلف کے ریا صا مقدر ہو گیا  
 پھر گئی جب چشم ساقی دور ساغر ہو گیا  
 تیرے متوالوں کا خانہ دور ساغر ہو گیا  
 میں جو لکھنے کے لئے بیٹھا تو دفتر ہو گیا  
 مے پلا کر اُس کو خود مے نوش ساغر ہو گیا  
 اور اک دل سینے میں دل کے برابر ہو گیا  
 بس خدا کے واسطے پامال محشر ہو گیا  
 یہ اسی پانی کا جو ہر تھا جو گوہر ہو گیا  
 تھی خدا کی مصلحت جو تو سگر ہو گیا  
 اک ذرا سی بات تھی سر کٹ گیا سر ہو گیا  
 چاروں خدمت میں جو بیٹھا سخن ہو گیا

لکھکے پچتا یا تر پنے کے مضامین اور جلیل

لیکے قاصد خطر مرا لوٹن کبوتر ہو گیا

آنکھوں کو روگ لگ گیا دیدار کیا ہوا

اے رفقا ہوبیہ آٹھ پیہر پار کیا ہوا



افشان رہی جبین پہ نہ لب پر سی ہی  
 دیوانہ ناز کی کاہون ہلکا سا طوق ہو  
 باہم نگاہ ملتے ہی دل کو قسرا رہا تھا  
 لئے تیغ تاز چھوڑ نہ منجھ رہا میں مجھے  
 باہرین گلے میں ہار کی ہون بوسے لے سی  
 وہ توڑ ڈالتے ہیں جہان گزری ایک ات  
 یارب کہاں گیا دل پڑو غ دیکے داغ  
 بازار چڑھکے سننے لگا ہر نگاہ میں  
 یوں پوچھتے ہیں کھوکے دل اغدار کو  
 رخ سے نقاب اٹھی کہ ہوا آنسو دنگا جوش  
 دل سے مٹے غبار تو دیکھیں ترپ مری  
 دیکھا تھا آپ نے مجھے اتنا تو پوچھتے  
 لڑیان ہن موتیوں کی مجھے ابد ارشک  
 آنکھیں تو اپنی دیکھے وہ کھ رہی ہیں کیا  
 کھل جائیگا یہ اب وہ مسیحا ہن یا نہیں  
 کچھ توڑ تو نہ لین گے ذرا سیر دیکھ لین  
 کہتے ہیں جب نہ تب مری گردن میں ہاتھ  
 نالوں کے گل کے بھی رکھ دی غنیمت  
 دل پر نہیں نگاہ کہ کیا کیا کھلے ہیں گل

کہتے ہیں یہ تو لوٹ ہوئی پیار کیا ہوا  
 اُترا ہوا گلے کا ترے ہار کیا ہوا  
 کیا جانے آنکھوں آنکھوں میں اقرار کیا ہوا  
 بیڑا ہوا نہ پار تو پھر سوار کیا ہوا  
 میں نے بھی کر لیا جو تہ میں پیار کیا ہوا  
 پھولوں کا ہار ہو گیا قسرا کیا ہوا  
 باقی ہے ایک پھول وہ گلزار کیا ہوا  
 یوسف ہی بن گیا وہ طرح دار کیا ہوا  
 جو پھول تھا گلے کا مرے ہار کیا ہوا  
 کچھ اور پر دے پڑ گئے دیدار کیا ہوا  
 آنکھوں میں پس دیوار کیا ہوا  
 کیوں حال زار ہے تجھے آزار کیا ہوا  
 میں نے کیا گلے کا اگر ہار کیا ہوا  
 منہ سے اگر ہوا بھی تو قسرا کیا ہوا  
 اچھا ہے ہم جو ہو گئے ہمار کیا ہوا  
 گر پھول میں یہ آپ کے رخسار کیا ہوا  
 یہ تو گلے کا ہار ہوا پیار کیا ہوا  
 اتنا جو کوئی کہہ دے کہ گلزار کیا ہوا  
 بے بس کو ہے تلاش کہ گلزار کیا ہوا

تاریک مین گوندھ لو پھر عاشق کے دل	رونا یہ کیسے ہے مرا مار کیا ہوا
کچھ تفرقہ نہیں ہے خزان و بہار مین	چنگی کلی صدا ہوئی گلزار کیا ہوا
محرم نہیں مین حشر مین حسرت سیو چکے	یہ کون لوٹ لیگیا بازار کیا ہوا

کیا بیگنہ جلے جو کہا اُس نے حشر مین  
میرا جلیل نام گنہگار کیا ہوا

گھٹا دیار تبہ ہر حسین کا مشاد یارنگ حور عین کا  
نہیں ہے یہ چاند چودھوین کا شاہ ہے میری حسین کا  
یہ رات ہے وصل کی مری جان بھرے مین دل مین ہزاروں نا  
نہیں نہ نکلے زبان سے بان بان ارے یہ موقع نہیں نہیں کا  
تباہ وشت مین ہون مین در ورا بھی بگڑ جائے یہ بسا گھر  
جو دل مین رکھوں تجھے مگر تو دل نہ رکھے مجھے کہیں کا  
نہ قتل سے میرے ہاتھ کھینچو لہو بہا کر بہار دیکھو  
پڑے گی اڑا کر جو چھینٹ اسکی بنے گی وہ بھول آستین کا  
ستم تھا بچپن کا وہ زمانہ غضب وہ دل کا پسند آنا  
وہ گو دین میری لوٹ جانا پھل پھل کر کسی حسین کا  
تہین سے روئے زمین موطر تہین سے سطح فلک منور  
تہین تو ہو بھول یا سین کا تہین تو ہو چاند چودھوین کا  
اُدھر صبا نے یہ گل کھلا یا تہن مین کلیون کو گد گدایا  
اُدھر مہسی نے ستم یہ ڈھایا کہ منہ لیا چوم اُس حسین کا



یہ رات اتنی جو بڑھ گئی ہے سیاہی اتنی جو چڑھ گئی ہے  
 کہیں کھلا ہے ضرور جوڑا کسی کے گیسوے غنیمت کا  
 جو غیر سکھارتو ملا ہے تو دیکھ کیسا ڈبورا ہے  
 تجھے مرے آنسووں کا دریائے مجھے پسینا تری جبین کا  
 نہ بھر جاری سماجے ہے نہ چاہ لبریز آج ہے  
 وہ دامن تر کا اگ لقمے ہے یہ نام ہے میری آستین کا  
 جو دیکھ اسکی صورت انسان اگر ہو کا فر تو لائے ایمان  
 جمال کیا ہے بت حسین کا کمال ہے صورت آفرین کا  
 نہ شوق نظارہ مجھ سے پوچھو یہ کیسے سوتا ہوں ورنگو  
 آنکھوں جو میں صبح کو الہی تو منہ دکھانا کسی حسین کا  
 کچھ ایسی کی میں نے جھ سائی کہ مٹ گئی سخت کی برائی  
 ملا جو اس ور سے داغ سجدہ ستارہ چمکا مری جبین کا  
 زبان سے ہو شکر ادا کہان تک بڑا ہی تھا دلنوا زناوک  
 کچھ اس ادا سے جگر پہ بیٹھا مزہ ملا یا رہنشین کا  
 پھر اعدام سے نہ کوئی جرم کہ حال یاروں کا پوچھو ہم  
 عجیب دلچسپ ہے وہ عالم کہ جو گیا ہو گیا وہیں کا  
 عرق عرق ہے جو روے گلگون یہ خوب موقع ہر شب جو کون  
 میں سر نوشت اپنی دھوہی ڈالوں پسینہ لیکر تری جبین کا  
 جلیل کیا بات اس سخن کی غزل میں ہے تازگی چمن کی

جو شعر ہے شاخ نستر کی جو لفظ ہے پھول یا سہین کا

جگر کو تھام کے چپکے سے آہ کر لینا  
ہماری آنکھ سے بھی اک نگاہ کر لینا  
مری خطا پہ مجھی کو گواہ کر لینا  
وہ ہکو دیکھ کے نہی نگاہ کر لینا  
کہیں نہ حال تم اپنا تباہ کر لینا  
سلام جا کے انہیں گاہ گاہ کر لینا  
اثر کرے نہ کرے مجھ کو آہ کر لینا  
ہمارے حال پہ بھی اک نگاہ کر لینا  
جو دل میں درد اٹھے آہ آہ کر لینا  
گناہ کرتے ہی عذر گناہ کر لینا  
تمہیں تو مکیں ہے دو دن کی چاہ کر لینا  
نگاہ ملتے ہی ہر دل میں راہ کر لینا  
ہلال دیکھ کے ٹیسٹرھی کلاہ کر لینا  
ہمیں بھی کوئی نہ کوئی گناہ کر لینا

کوئی حسین ہو مجھے اک نگاہ کر لینا  
تم آگئے مین کرو سیر اپنے جو بن کی  
رہے بچاؤ کا پہلو بھی قتل کرنے مین  
وہ ہم سے بزم مین انہار شرم الفت کا  
ہمارے بعد رہے پاس راز الفت کا  
نیاز مند ہوں کافی ہے ناز کر کر کو  
کوئی سنے نہ سنے مجھ کو درد دل کہنا  
تم اپنے سینہ و باز کو شوق سے دیکھو  
چلا ہو مجھ کو یہ سمجھا کے ہاے وہ بیدرد  
مزے مین بڑھ کے ہوا کی بگینا ہی ہے  
ستم ہے اُن کے لئے جو بناہ کر توہین  
انکیلی آنکھوں کا چلتا ہوا یہ جادو ہے  
وہاں تو چرخ سی بھی بانکپن کا ہوا ظہار  
وہ اپنے ہاتھ سے ہکو نثر جو دیتے ہیں

وہ جس سے ملتے ہیں اُس سے ضرور کہتے ہیں  
چلیں سے نہ کہیں رسم و راہ کر لینا

درد دل کچھ بڑھ گیا درد جگر جب کم ہوا  
میرے دل کی آگ بھڑکی اُن کا غصہ کم ہوا

اپنی بیتابی کا ہر روز اک نیا عالم ہوا  
غیر کے آتے ہی محفل میں نیا عالم ہوا



شکستے پچھلے الم تازہ ستم کے سامنے  
 ہو تصور کا بھلا مانع ہوئے دشمن تو کیا  
 لے مبارک ابے دل آشفۃ آہین اور کھینچ  
 چلتے پھرتے جی پہلجاتا تھا جس پر یارین  
 ہر اوامین ایک جدت ہر نگاہ میں تازہ حسن  
 جو کبھی رنگ حنا کا بار اٹھا سکتے نہ تھے  
 اب نہ کھلتا ہے لب شکوہ نہ روتی ہو یہ آنکھ  
 یاد کر کے اب مری جا بنا زیان کہتے ہیں وہ  
 چرخ کی انجم سے زینت گل سے فرش خاک کی  
 عشق کی سرکار میں نیت کی ہلکی کیا کسی  
 بوئے گیونے اڑاے دم کو دم میں کبے ہوا  
 وصل کی مستی دن وہ لب تھے لب ساغر میں  
 جھٹکے لیتے کیا تھم متل میں فرصت تھی کہاں  
 انجمن میں بیٹھ کر رنگ چمن دکھلا دیا

زخم پر جو زخم قاتل نے دیا مرہم ہوا  
 میرا جانا کم ہوا یا تیسرا آنا کم ہوا  
 زلف تھی برہم مزاج یا رہی برہم ہوا  
 اور وحشت بڑھ گئی جب جوش سودا کم ہوا  
 بن سنور کر آپ جب غلے نیا عالم ہوا  
 ہاے اُن باتھون سے کیونکر غیر کا ماتم ہوا  
 ایک بوسہ کتنے زخموں کے لئے مرہم ہوا  
 ہونے کو لاکھوں ہوئے پر کوئی ایسا کم ہوا  
 حسن جس عالم میں پہنچا اور ہی عالم ہوا  
 غم نہ کھانے کو ملا جس روز دونا غم ہوا  
 کھلتے ہی جوڑا زمانہ درہم و ہرہم ہوا  
 لے لیے اپنا کے دو بوسے جو فتنہ کم ہوا  
 تیج کی قاتل نے سیدھی جب ذرا سرخم ہوا  
 روئے نازک کا پسینہ وصول پر شبنم ہوا

اب غزل کہ کہے شہرت چاہتے ہو کیا جلیک

عشق کے باتھون سے یہ جو کچھ ہو ایسا کم ہوا

ان غم ہے کہ غم کا ٹھکانہ نہیں  
 قاتل وہ ہو گیا ہے سمجھا نہیں رہا  
 میلا وہی ہے گرچہ متا شاہین لا

بدوا نہیں اگر دل شہید انہیں رہا  
 افسوس جس کے واسطے بیمار ہم ہوئے  
 دل سرو ہو گیا مگر ارمان نہ کم ہوئے

دیکھی ہیں جب سے اُن کی تلون چلیا  
 ہمسے گر ملا گئی ہے تو اب تیغ کھینچے  
 دونوں طرف لال تھا جب تکے نہ تھی  
 دین گر پری یہ گیسو دُن والے ہو کرین  
 دیوانگی بھلی تھی جو سرم بنا گئی  
 بیچتا مین کیوں جو ہے حسین زیہ جان  
 مرقد میں ہوں جنان سے کوئی حور مجھ کو  
 جلوہ دکھا کے پھر مجھے دیوانہ کر گئے  
 کون اُسکو دیکھ سکتا ہے سوئی کو دیکھے  
 مجھ کو تو خیر صبر کی طاقت ہے یا نہیں  
 دست جنوں اگر میں سلامت تو ایک دن  
 صحر اکی اب لگی جو ہوا ہو گیا ہر  
 بازار یوں سے ہونے لگا دل کا لین دین

کچھ موت زندگی کا بھر وسا نہیں رہا  
 سر رکھ کے کیا کریں گے جو سودا نہیں رہا  
 جب آنکھ لڑا گئی کوئی جھگڑا نہیں رہا  
 اب ہکو وہ دماغ وہ سودا نہیں رہا  
 جسے کسی حسین کو پر دانا نہیں رہا  
 یہ تو ہوا کہ موت کا دھڑکا نہیں رہا  
 پروردگار میں کبھی تنہا نہیں رہا  
 جب سن لیا کہ جوش پہ سودا نہیں رہا  
 پردے سے بھی سوا ہے جو پردا نہیں رہا  
 اسکا بھی اب وہ دل وہ کلیجا نہیں رہا  
 سن لیجیگا دامن صحرانہیں رہا  
 مجھون کے بس کا ناقہ لیلے نہیں رہا  
 سر بچکر یہ لینے کا سودا نہیں رہا

قدر کمال کی تجھے امید ہے جلیل

وہ دن نہیں رہے وہ زمانا نہیں رہا

وان عاشقوں سے ملنے کا وعدا نہیں رہا  
 قاتل کو آ کے حشر میں جانا کہ کون ہے  
 چہرے سے وہ نقاب اٹھاتے نہیں کبھی  
 ملنے لگا ہے مجھ سے بلا واسطہ وہ شوخ

ٹوٹے ہوئے دلون کا سہارا نہیں رہا  
 اب ہکوا اپنے خون کا دعویٰ نہیں رہا  
 کہتے ہیں کوئی دیکھنے والا نہیں رہا  
 اب میرے اُس کیچ میں پردا نہیں رہا



کیا دن وہ تھے کہ ناز اٹھانے کا شوق تھا  
 فصل خواہے اب ہوا سے چودھوان بر  
 سنبل کے بال بھرے گلون کے پھٹے لباس  
 ہم پر یہیں گزر گئیں ساری مصیبتیں  
 جادو نہیں تو کیا ہے کہ ہوتے ہی سامنا  
 چلمن سے تاک جھانک جو ہوتی رہی یون  
 اچھا ہوا کہ وصل کی شب ہو گیاصال  
 بیٹا بیون کے لطف سے عہد شباب تک  
 جب سے سن لیا ہے قیامت قریب ہے  
 تیر نگاہ ناز کے قسربان جا بیئے  
 لی ہے کمر سے تیغ تو پھر دیکھتے ہو کیا  
 باری ہماری آئی تو صیاد نے کہا

ہم ہیں وہی مگر وہ کلیجہا نہیں رہا  
 پورا ہے چاند چاند کا ٹکڑا نہیں رہا  
 کس کس کو تیرے دور میں سودا نہیں رہا  
 اچھا ہوا کہ حشر کا جھگڑا نہیں رہا  
 سینے میں دیکھیے تو کلیجہا نہیں رہا  
 اکدن یہ دیکھ لین گے کہ پردا نہیں رہا  
 اب حشر تک تو صبح کا دھڑکا نہیں رہا  
 دھڑکن ہو جس میں اب وہ کلیجہا نہیں رہا  
 اُنکی زبان پہ وعدہ فردا نہیں رہا  
 ثابت کسی جگہ سے کلیجہا نہیں رہا  
 جلدی کرو کہ وقت اب اتنا نہیں رہا  
 اب میرے دم میں کوئی پھندا نہیں رہا

کیون بیوفا ہوئی شکایت ادا ہے علیل  
 مرو خدا وفا کا زمانا نہیں رہا

دیکھنے میں آئے وہ جلوہ نہیں ہے یار کا  
 مانگتے ہیں یار سے ہم بوسہ یون خسار کا  
 آنکھ یہ نکلی جو دیکھا جلوہ روے یار کا  
 ہے ادا کے ساتھ شہرہ ابرو خسار کا  
 واسے قسمت کچھ جو بیداری تھی اپنی سخت  
 دیکھ لے موسیٰ کو جب کو شوق ہو دیدار کا  
 ہکو بھی مل جائے کوئی پھول اس گلزار کا  
 بھرتے ہی چھلکا پیالہ شربت دیدار کا  
 ہاتھ جب نکلا تو نکلا نام بھی تلوار کا  
 وہ بھی حصہ ہو گئی اب دیدہ بیدار کا

ابن و وہین اور کنگھی آئینہ ہے رات دن  
 شک بھی نکلے مری آنکھوں سے یہ کہتے ہوئے  
 وعدہ محشر کے چھینٹے دکر ہمین اس لئے  
 رخ تو رخ ہو خط کی سرسبزی فرا دیکھے کوئی  
 آئینہ پیش نظر رہتا ہے یہ اچھا نہیں  
 تو سہاست ہو تو قاتل اپنا شعل بیڑا کہاں  
 قیس کے بلوس عریانی پر لیلے رو پڑی  
 سامنے کی چوٹ کھا کر چسکیا تھا دل ہرا  
 مین نے لیکر جب اُسے دیکھا تو نکلا دل ہرا  
 اتھ کے ساتھ آنکھ بھی بسل پہ پڑتی ہو ضرور  
 بام سے کسے دکھایا جلوہ برقی جمال  
 اس قدر مضبوط کیوں باندھا گیا بند نقاب  
 ہستو پوست کہہ کے لای تھے حسینوں جن کے  
 خون میں ڈوبی ہوئی پلکین اور انہر نیت دل  
 زخم دینا بخیر کرنا دو نوں ہین قاتل کو اتھ

پڑ گیا اُن پر بھی پھندا کیسو خمدار کا  
 حال اب دیکھا نہیں جاتا ہے اس بیمار کا  
 تاکہ مر ہی جاے پیاسا شربت دیدار کا  
 ایک اک کا نئے مین عالم ہے یہاں گلزار کا  
 پھر بری ہوگی جو چسکا پڑ گیا دیدار کا  
 اب گلے تک آگیا پانی تری تلووار کا  
 جا بجا پیوند دیکھا زخم دامن دار کا  
 پھر کے اُس نے جال مارا کیسو خمدار کا  
 گر پڑا تھا آج اک پھول اُن کے باسی ہار کا  
 جوڑیہ اچھا نکالا آپ نے تلووار کا  
 خش پڑا ہون مین ادھر سایا ادھر دیوار کا  
 دل شکستہ ہونہ وعدہ آپ کے دیدار کا  
 دل ہمارا اک تماشا ہو گیا بازار کا  
 پھولوں مین تلتا ہے ہر کا نام مری گلزار کا  
 دھار ادھر تلووار کی ڈورا ادھر تلووار کا

کون سحر سامری کا نام لیتا ہے جلیل

چل رہا ہے اندون عباد و نگاہ یار کا

روگ کوئی دیکھا ہے حسرت دیدار کا  
 اور پھر چھڑکا دھیرے دیداد خونبار کا

حال کیا دیکھین چین مین زکس بیمار کا  
 کوچہ جانان مین عالم ہے یہ بوہن گلزار کا



یون کھلے منہ شب کو سونا اور زیر آسمان  
چاہتی ہے نیند اب آنے نہ پائے آنکھ میں  
دلکی حالت پر نہ کیونکر آنکھ بھر آتی تری  
لے زلیخا نقد جان اس میں گرہ سے جائیگا  
بیٹھ کر پردے میں بھی سفا کیون کی مشق کر  
وہ نہ خود دیکھے نہ کوئی دیکھے پائے اُسے  
خون پانی ایک کرنے کو ہیں دونوں ملکر آج  
طور کی موسیٰ سے کیا پوچھیں وہ کیوں سننے لگے  
رفتہ رفتہ چھپتی جاتی ہے نگاہوں سے نقاب  
نازنین معشوق دیکھے ہونگے بہترے مگر  
وصف آنکھوں کا مسخر کر رہا ہے بزم کو  
وصل کی شب یا داب کس کو ہے اتنا خیال  
ضعف میں اتنی سبکداری بھی کچھ تھوڑی نہیں  
اب بجائے اشک خون حسرت ٹپکتی ہے یہاں  
ہلکو موقع مل گیا گردن میں بائیں ڈال دینا  
ہم تو اپنی سخت جانی کی حیا سے کٹ گئے  
میگساری کی تلافی اب نجلت سی ہوئی  
ہم اگر ڈوبیں تو ڈوبیں اسکو کچھ پروا نہیں

چاند اڑا لیجائے گا سونا ترے رخسار کا  
پاؤں پھیلانا تو دیکھو حسرت دیدار کا  
درد ہوتا ہی ہے کچھ بیمار کو بیمار کا  
حسن یوسف ہے یہ کچھ سودا نہیں بازار کا  
خون اب کرتا ہے ظالم حسرت دیدار کا  
شرم کیا ہے آنکھ کی پرہیز ہے بیمار کا  
خون میرے زخم کا پانی تری تلوار کا  
اُن کو تو نشہ چڑھا ہے شربت دیدار کا  
جیسے جیسے نور چھتا ہے ترے رخسار کا  
دست قاتل میں لپکتا دیکھیے تلوار کا  
بندھ گیا کیا شہر میں جادو ننگا دیار کا  
خواب دیکھا تھا کسی دن طالع بیدار کا  
رنگ ہلکا ہو چلا ہے چہرہ بیمار کا  
تم جو بگڑے کیا بنایا دیدہ خوبسار کا  
بیٹھے رونارور ہے تھے وہ گلے کے ہار کا  
ناز سے کہتے ہیں وہ کیا کاٹ ہے تلوار کا  
کھا کے غوطے بھی نہ دامن تر ہوا بخوار کا  
جیسے پانی بہ گیا جو چشم دریا بار کا

کون دیکھے گا یہ دستِ راجے اشکار کا

پیارا پیارا حسن دیکھا دل کو پیسا را ہو گیا  
 روتے روتے کس قمر و ش کا نظا را ہو گیا  
 زینتِ آغوش ہو کر حاصل کیا سانچو میں جن  
 میری سستی نے مجھے اک چھوڑ دو صدمے دیے  
 بوجھوں کی لے اڑی سے ہوا سے زلفِ یار  
 وصل کی شب بھور کر دی اُس کی آرائشِ فردا  
 شوخ تم بچپن دل کیا ملتا جلتا رنگ سے  
 ایک شوخی اُن کی کر جاتی ہو سب کچھ بزمِ مین  
 چنگے افشانِ رات وہ بکھے تو اُن سے اشتیاق  
 کیا اٹھا سکتا دل نازک کڑی بات آپ کی  
 یار تجھ کو چاہتا ہو کیون سچا ہوں مین تجھے  
 خال و عارضِ فلک کی ساری رونق چھین لی  
 لکھتے رہے تھے میرے ارمانِ حشر میں بچپن  
 دیدہ و ولیمین غضب کی پھوٹے تھے ڈال دی  
 جان دید و کیون نہ مین جب کیون کہو وہ نا  
 اشکِ قطرِ غنیمت مین نفسِ مین لب لبو  
 گلگی آنکھوں نے آنکھیں مٹ گئی بیگانگی  
 اُس نے دیکھا اک نظر دل ہاتھ سے جاتا رہا

جو حسین چکا مری آنکھوں کا تارا ہو گیا  
 ایک ایک آنسو مرا آنکھوں کا تارا ہو گیا  
 پیار کرنے سے مرے وہ اور پیسا را ہو گیا  
 ہاتھ سے شیشہ گرا دل پارہ پارہ ہو گیا  
 عشق اپنا مشک بن کر آسٹکارا ہو گیا  
 آفتاب ایک ایک افشا نکا ستارا ہو گیا  
 تم ہوئے سیما و ش دل پارہ پارہ ہو گیا  
 اس سے باتیں ہو گئیں اُس سے اشارا ہو گیا  
 ٹوٹ پڑنے پر اتارے ہر ستارا ہو گیا  
 ٹھیس لگتے ہی شیشہ پارہ پارہ ہو گیا  
 تو تو ایدل اب مرے پیار کا پیارا ہو گیا  
 چاند کوئی بنگیا کوئی ستارا ہو گیا  
 عشق مین اچھا ہوا دل پارہ پارہ ہو گیا  
 چلکی باہم جو چٹون کا اشارا ہو گیا  
 دل تہا تھا کبھی اتہا ہا را ہو گیا  
 آب و دانہ بند تھا کچھ تو سہارا ہو گیا  
 ولیمین جب چاہا اب آؤ گھر تہا را ہو گیا  
 آنکھوں آنکھوں مین قیامت کا اشارا ہو گیا



<p>چہر کی شب میں نہ چرکا صبح کا تارا کبھی سخت جان عاشق کو اک خنجر نہ جب کافی ہوا عشق نے اشکوں کو میرے آب بھی دی تابھی کر کے وعدہ دی گروہ آئینل میں اُس زلشکر ہر</p>	<p>ہائے وہ بھی میری قسمت کا ستارا ہو گیا دوسرا خنجر لگا ہوں کا ستارا ہو گیا کوئی موتی بن گیا کوئی ستارا ہو گیا اک ذرا ٹوٹے ہوئے دل کا سہارا ہو گیا</p>
---	--

بد دعا نکلی لب جان بخش جانان سے جلیل  
عاشقوں کو مرنے جینے کا سہارا ہو گیا

<p>ابھی باقی ہے آنا قبر پر اُس فتنہ قیامت کا فنا ہم ہو گئے لیکن اثر باقی ہے وحشت کا غضب ہے و صدم قیامت کی ستم ہو حسن قیامت کا جما ہے بعد مرون بھی خیال اُس فتنہ قیامت کا کھلا یہ حشر میں منظور اُس کو خود نکلی تھی الہ بھکر لگیا آنکھوں کے ڈورون میں دل مضطر اڑاتے پھرتے ہیں وہ سر قضا بڑا بڑا کو کہتی تھی بلا کا ہے بناؤ اسے پار اپنی بگڑی حالت میں خدا ہی ہے جو نہ کھلنے پہ کوئی زندہ رہا ہے تاؤن سے تھے ڈر ہی بد لجاے نہ شان اسکی بلا کے ہیچ و ختم آئے ترے گیسو کے حصہ میں بہت بے چین ہیں او ترک پیاسے آپ خنجر کو علق آسین تراپ آسین اطم آسین ہو غم آسین</p>	<p>قیامت ہو چکی پھر بھی رہا دھڑکا قیامت کا ٹھہر تا ہی نہیں کوئی ٹھکانا اپنی تربت کا وہ دھڑکا ہے قیامت کا یہ پتلا ہو قیامت کا قیامت بیٹھی ہے پہلو دباے میری تربت کا دکھانے کو یہ پردہ ڈال رکھا تھا قیامت کا نظر کیا تھے ڈالی ہال ڈالا ہے محبت کا جزاک اللہ کیا کہنا ہے قاتل تیری محبت کا ترے گیسو کا گھونگر بن گیا ہی تیج قسمت کا نقاب لٹخ یہ کہتی ہے کہ پردہ ہوں قیامت کا تری تصویر میں بحر دون میں رنگ اپنی طبیعت کا اُس بھی کا ش لے لیتے جو کچھ تھا میری قسمت کا ترے قربان اب پڑ جاے جھینڈا بر رحمت کا مرے پہلو میں دل کیا ہو خزانہ ہے محبت کا</p>
---	--

گہبانی ہے کیا وصل کی شب اپنی جوں کی ہماری آنکھ سے معشوق دل میں آتے رہتوں ادھر اشکو کی رنگینی اُدھر داغون کی گھکاری	حیاء اٹھ گئی بٹھلا دیا پہر انزاکت کا جو یہ گھر ہے محبت کا تو وہ در ہے محبت کا ہماری بزم میں کیا رنگ اچھلتا ہے محبت کا
--	---

جلیل ایسی بھی کیا آفت پڑی تھی شعر کہنے کی  
کہیں اس فکر سے کھلتا ہے رنگ اپنی طبیعت کا

مرہ چکھا وہ میں نے اُن سے دعوے کر کر چاہت کا کھلے بالوں وہ چل پھر کر دکھانا حسن قامت کا نہیں میں ایک رنگ آتا ہوا اپنا ایک جاتا ہوا نہ ٹوٹے اُن سے دل غیروں کے مجھے تارا شکو کو تم اگر سیر تو دیکھو سیدن دیدہ تر کی لگا و گرم سے خورشید محشر نے اگر دیکھا نہ تھا جو ہنشین کوئی اکیلے دم الجھتا تھا نہ دیکھو آئینہ مٹ جائیگا عوا کے یکتائی ہمارے دل میں اور اُس برق و ش میں چلتی رہتی بٹھلا اس جا بے ہستی کی اے دل کوئی ہستی ہے گگ سے ہو نہیں سکتی جدا تلو اور قاتل کی بڑی شکل سے قاتل کو کیا ہے قتل پر ماضی بہین پار کی چھوٹی ہوئی افشان جو مل جاتی ہیں تو اُن سو جو کہنا تھا وہ سب کج کہ گزرے	مرا سر کاٹ کر بولے کہ یہ پھل ہے محبت کا اُڑتے پھرتے ہیں وہ جا بجا جھنڈا قیامت کا مرے چہرے پر نقشہ کھینچ گیا ہو میری حشمت کا نقاہت میری پورا جوڑ ہے اُنکی نزاکت کا کہ موجیں لے رہا ہے آجکل دریا محبت کا تو میرا ہاتھ ہو گا اور دامن تیری حرمت کا مرہ کیا دیکھ رہے بیٹھ جانا اپنی تربت کا نخل آئے نہ گھر ہی میں کوئی اس شکل و صورت کا جو یہ پتلا ہے شوخی کا تو وہ پتلا شرارت کا کر بکا پڑے پڑے ایک جھٹکا دستِ حرمت کا رگ گردن لپٹ کر بن گئی پھندا محبت کا کہیں ایسا نہ ہو کچھ جوڑ چلبا کے نزاکت کا بناتے اُسکو ہم لیکر ستارا اپنی قسمت کا بس اب اُنکی زبان پر فیصلہ ہوا اپنی قسمت کا
--	---



یہ دل میں ہو کہ آئینہ دکھا کر بین کہوں ان سے  
سہ شام آپ افشان چن رہو بین اپنے ماتھی پر

مجھے درکار اک معشوق ہوا اس شکل و صورت کا  
جھلکتا ہے ستار آج دیکھیں کس کی قسمت کا

جلیل آٹھون بہر در و جگر سے بیقراری ہے  
قیامت ہے کسی بید رو پر آنا طبیعت کا

میری حوش کا جو افسانہ بنایا ہوتا  
اُن کے لانے کی نہ سوچھی تجھے قاصد تیر  
دلین جو ہر ہے صفائی کا تو صد چاک بھی ہے  
رخپہ بکھری تھیں جو زلفین تو بکھرنے دیتے  
نہ چھپانا تھا نہ اسے جان لگا ہونسی مری  
تھے زلفون کو بنا کر ہمیں دیوانہ کیا  
مر کے بھی روح نہ پینے کو ترستی ساقی  
دل وحشی جو چٹا مجھے بہت خوب ہوا  
دیکھتے تہ کہ سنور جاتے یہ گیسو کیسے  
ٹھیکھا تیس جو صحرائے تو آئی آواز  
دیکھتے صحتِ صانع کو خدا والے بھی  
اسکی تصویر بنائی بھی تو کیا لے بہزار  
بیڑیان زلفون کی دیوانوں کو پینا تھا  
دل جو واعظ کا بنایا تھا اکی ہی پتھر  
آنکھ اٹھا کر کبھی ساقی نے نہ دیکھا دہ

سننے والوں کو بھی دیوانہ بنایا ہوتا  
جھوٹ سچ کوئی تو افسانہ بنایا ہوتا  
کبھی آئینہ کبھی شائے بنایا ہوتا  
خوب ان پر یونکو دیوانہ بنایا ہوتا  
شمع رخ کا اُنہیں بدوانہ بنایا ہوتا  
کیا بگڑتا تھا تہسارائے بنایا ہوتا  
میری مٹی سے جو پیمانہ بنایا ہوتا  
ورنہ اب تک مجھے دیوانہ بنایا ہوتا  
میری پلکوں کا اگر شائے بنایا ہوتا  
اپنے گھر کو تو نہ دیرانہ بنایا ہوتا  
زیر مسجد کوئی تختہ نہ بنایا ہوتا  
غمرہ و عشوہ جانا نہ بنایا ہوتا  
قید خانے کو بری خانہ بنایا ہوتا  
کاش سنگ و سیخ نہ بنایا ہوتا  
خانقاہوں کو بھی مسجد نہ بنایا ہوتا

<p>ہاتھ آجاتی جوئے دیکھتے پینے کا مزہ وسعتِ دل جو کبھی پیرِ مغان دکھلاتا</p>	<p>اپنے چلو ہی کو پیسا نہ بنایا ہوتا ایک اک جام کو سیسا نہ بنایا ہوتا</p>
<p>منہ سے آنچل جو ہٹاتا وہ سرِ بزمِ جلیل بندِ اشمع کو ہر واہ نہ بنایا ہوتا</p>	
<p>وصل میں وہ چھینرنے کا حوصلہ جاتا رہا یا تک پہنچا دیا بیتابی دل نے حین ایک تو آنکھ میں دکھائیں پھر یہ شوخی ہو گیا روز جاتے تھے خطا اپنے روز آتے تھے پیام جھینکنے تھے دلوں پر بیان ہوش بھی کھو لگتی مڑ کے قاتل نے جو دکھیا وار پورا ہو گیا واہی غربت کے ساتھی ہیں ہمیں اس عزیز یہ جو دی میں محو نظارہ تھو ہم کیوں جو نکٹھے</p>	<p>تم گلے سے کیا ملے سارا گلہ جاتا رہا اک تڑپ میں منزلوں کا فاصلہ جاتا رہا کہیے اب تو کم لگا ہی کا گلہ جاتا رہا ایک ت ہو گئی وہ سلسلہ جاتا رہا گم شدہ یوسف کے پیچھے قافلہ جاتا رہا کشتگانِ نیم بسمل کا گلہ جاتا رہا روئے ہم۔ پھوٹ کر جب آہل جاتا رہا ہائے وہ اپنا مرنے کا مشغلہ جاتا رہا</p>
<p>کیا مہذب بنے پیش یا بیٹھے میں جلیل آج وہ جو شش جنوں وہ ولولہ جاتا رہا</p>	
<p>دل میں اب تک وہی حشت کا اثر ہے کہ جو تھا آپ کیا پوچھتے ہیں حالِ مریضِ بحیران ہجر میں مشقِ تصور نے عجب کام کیا کبھی نالے کبھی مسرہ یاد کبھی نوحہ گری نہ لگی ہائے تپ غم کی حرارت لگی</p>	<p>دائیں کوہ و بیا بان مرا گھر ہے کہ جو تھا دردِ دل ہے کہ جو تھا دردِ جگر ہے کہ جو تھا میں سمجھتا ہوں وہی پیشِ نظر ہے کہ جو تھا مشغلہ اپنا وہی آٹھ بھر ہے کہ جو تھا وہی دھڑکن ہے وہی سوزِ جگر ہے کہ جو تھا</p>



انتظار آمدِ جانان کا چلا جاتا ہے  
 منہ چھپانے سے مریدان ہوا کیا حاصل  
 تم جو آبیٹھے ہو پہلو میں لحاظ اسکا ہے  
 دوریِ منزل مقصود کی کچھ حد ہی نہیں  
 بالکین عاشقِ جانباز کا جاتا ہے کہیں  
 جانِ شتا قون کی لیتے ہیں چر اگر آنکھیں  
 مین کہان اور کہان جلوہ فرسی انکی  
 کیا قیامت تھا وہ جلوہ کہ زمانہ گزرا  
 بیتِ پیرِ معان سے کبھی پھرنے کو نہیں

ہے وہی شام وہی رنگ سحر ہے کہ جو تھا  
 سامنے مجمعِ اربابِ نظر ہے کہ جو تھا  
 ورنہ اب بھی وہی سودا وہی کہی کہ جو تھا  
 آج تک نالہ مرا گرم سفر ہے کہ جو تھا  
 سرتیلی پہ لئے سینہ سپر ہے کہ جو تھا  
 آج تک انکو وہی تڑ نظر ہے کہ جو تھا  
 اشرِ اشر یہ میسر اوہی گھر ہے کہ جو تھا  
 وہی ہنگامہ سرِ راگِ ز رہے کہ جو تھا  
 قبلہ بادہ پرستان وہی در ہے کہ جو تھا

آپ دیکھیں تو ذرا ایک نظر حالِ حایل

یہ وہی آپ کا منظورِ نظر ہے کہ جو تھا

آنکھیں دکھا کے اور ہی عالم دکھا گیا  
 دل بیچ اٹھا خیال جو ابرو کا گیا  
 بچتے تھے ہم تو عشقِ قسمت کو کیا کریں  
 اُس نے جو یہ سنا کہ تڑپ میں ہو کچھ کمی  
 جادو تھا کیا تھا جلوہ محبوب یا خدا  
 کیا جانے کیا سلوک کیا غم نے دل کے تھا  
 کس کس کو ہم سنبھالیں غضب کا ہوا  
 ذکرِ جمالِ یارِ یہاں چھپڑنا نہ تھا

اک مست مجھ کو اپنا پیالا پلا گیا  
 خنجر لگا گیا کوئی خنجر لگا گیا  
 کہنت دل کو آپ پہ آنا تھا آ گیا  
 آیا اور ایک تیر جگر پر لگا گیا  
 جب تک سنبھالوں دل کو وہ دلیں بہا گیا  
 سنتے ہیں میسر بان کو مہان کھا گیا  
 رکھا جو دل پہ ہاتھ جگر منہ کو آ گیا  
 ہم اپنی جان سے گئے پار و نکا گیا

<p>ڈوبے ہوئے جہاں میں جتنے ہیں تانہیں  کھٹنا غضب تھا ہاتھ وہ زلف سیاہ کا  میرے لہو میں ہاتھ نہ تنے بھرے توخیر  خنجر سے ٹھنڈے ہونے کی امید تھی نہیں  مجھنوں کو میرے دشت جنوں سے علائہ کیا</p>	<p>جس گل کو چھو لیا وہ عرق میں نہا گیا  اُٹھا اک ابر اور مرے دل پہ چھا گیا  خنجر کو کیا ہوا تھا جو دامن بچا گیا  منہ موڑ کر وہ اور جسے کوجہلا گیا  وہ دن کو وہ بھی آکے یہاں خاک اٹا گیا</p>
--	---

نکلا تو ساتھ لے نہ گیا دل کو اچھیل

پہلو میں آکے تیر بھی پہلو بچا گیا

<p>زیبا یہ نہ تھا نکو دل لے کے دعا کرنا  یہنے پہ میرے چڑھنا سترن ہر جد کرنا  وعدے پہ نہ بیان آنا وعدہ نہ وفا کرنا  چل پھر کے انہیں ہر روز اک حشر بیکرنا  روئیے کہاں فرصت کیا دیکھے حال اپنا  ہر قصد جو نہ ہو کا اک مچھوڑ ہیں دو گھر  اس شوق ستم پر بھی یوں ہی سار ہا گردو  مچھو یہ مرے دل نے جاتے ہوئے سمجھایا  رورو کے بیاں کرنا حسرت مری او قاصد  میں نے جو نہیں چاہا کیا اس میں خطا میری  دل کا کچھ اشارہ ہی میرا کچھ ارادہ ہے  تم سو تو میری فتنہ کو دیکھا بھی نہیں جاتا</p>	<p>ان ہونٹوں سے کیا کہنا ان ہاتھوں سے کیا کرنا  قاتل سپی کرنا جس لدی نہ ذرا کرنا  آتا تو لاگ رہنا کرنا تو جفا کرنا  اے میرے خدا تجکو منظور ہے کیا کرنا  مکمل نہیں آنکھوں سے دامن کو جدا کرنا  تم دل میں مرے رہنا آنکھوں میں پھر کرنا  آیا تو یہی آیا وہ دل کو جدا کرنا  دلبر کی جفا سہنا قسمت کا گلا کرنا  کہنے میں نہ جو آئے آنکھوں سے ادا کرنا  یہ تم ہو یہ آئینہ انصاف ذرا کرنا  اور آپ کو یہ ہٹ ہے میرا ہی کہا کرنا  بننے کو بنے عیسے آیا نہ دوا کرنا</p>
--	---



راتوں کو نکلتے ہو یہ بھی کوئی پردہ ہے  
 تم تجھے ہمیں مجھوئے جانو بھی دو یہ جھگڑا  
 گو جان نہیں ہم میں ہے آن وہی باقی  
 تسکین کو تری لے دل قاصد کی یہ باتیں  
 وہ شوق بھر دل تھا حسرت سرخو پ اٹھا  
 پیکان ہو جو پہلو میں پہلو ہی میں رہنے دے  
 جاؤ ہو خدا حافظ ان اتنی گز ادش ہے  
 وعدہ یقین مجھ کو آنے کو ہی تھا لیکن  
 گر پردہ محل کو الٹا تو غضب ہو گا

غیر دن سے ملا کرنا سائے سو جیا کرنا  
 گزری جو گزرنی تھی اب چاہئے کیا کرنا  
 جو دل میں ہوا کہنا جو منہ سے کہا کرنا  
 وہ آئے نہ آئینگے بس یوں ہی سنا کرنا  
 ثابت نہ ہوا مجھ پر ناوکٹ کا خطا کرنا  
 اچھا نہیں او ظالم دو دل کا جدا کرنا  
 جب یاد ہم آجائیں مٹنے کی دعا کرنا  
 بہتوں یہ پکارا مٹھی مشکل ہے وفا کرنا  
 مجھوں کی قسم تنگوا ایسا نہ صبا کرنا

اس آپ کی عظمت پر افسوس جلیل افسوس  
 کیا کر چلے دنیا سے تھا آپ کو کیا کرنا

پردہ نہ تھا وہ صرف نظر کا قصور تھا  
 موتی نہ برق طور نہ امین میں طور تھا  
 میں اک پری کر قص کی دھن میں جو جو تھا  
 غش میں بھی دل دکھانے کو انا ضرور تھا  
 پردہ وہ کیوں اٹھاتے انہیں کیا ضرور تھا  
 تھی عشق و عاشقی کے لئے شرط زندگی  
 اب اختیار ہے تہمین دارا الممن کو  
 پردہ اٹھانے کو جو کہا تھی مری خطا

دیکھا تو ڈرے ڈرے میں اُس کا ظہور تھا  
 سینہ مرا تھا اور دل نا صبور تھا  
 اونچے سر و نکا راگ مجھے نفع صور تھا  
 موجود میں نہ تھا مراد دل تو حضور تھا  
 آنکھوں میں تھا جو نور یہ کس کا ظہور تھا  
 مرنے کے واسطے مجھے جینا ضرور تھا  
 جب تم تھے دل میں تو یہی دارا الممن تھا  
 آنکھوں میں پھر رہے تھے یہ کس کا قصور تھا

<p>کہتی ہے آنکھ دل سو کہ ادھر شوق دید تھے بام پردہ انجمن آرا جورات کو آئینہ ان کے سامنے رکھ لوں تو یہ کہوں وہ مست خواب تھے نہ کیا آہ نے اثر دل توڑنے کا یار سے کرتا میں کیا گلہ عشاق روزِ حشر عجب شان سے چلے بگڑ و نہ اس قدر جو گلے سے لگا لیا تھارات میکدیں عجب میکشونگال ہر سون ہوئے کہ جھیل ہاں بھجائی یا اچھا ہوا جو آج حینونہ جان دی تھا پیچھے پیچھے اہل عدم کے مرغبار سبے جدا تھی شان مرقع میں آپ کی صحرانور دقیس ہو لیسے کے واسطے</p>	<p>میری خطا تو تھی ہی ترا بھی قصور تھا روشن نہ ماہ تھا نہ ستار زمین نور تھا انصاف سے کہو کہ مرا کیا قصور تھا ناوک کی کیا خطا ہے نشانہ ہی دور تھا اُس کا نہ تھا قصور مرا ہی قصور تھا ہر اک کے سر پہ سایہ گیسوے حور تھا سمجھو کہ بیقراری دل کا قصور تھا ساتی کبھی زبان پہ کبھی یا غفور تھا ابتک نہ یہ کھلا کہ مرا کیا قصور تھا آخر تو ایک ن بہن مرنا ضرور تھا میں ساتھ کاروان کے تھا ہاں دور دور تھا تصویر میں بھرا ہوا رنگ غرور تھا اتنا تو میں کہوں گا کہ سودا ضرور تھا</p>
--	---

رحمت نے کی وہ آوجھت حشر میں جھیل  
محکوم ہوا گمان کہ میں بے قصور تھا

<p>برق نگاہ یار یہ کیسا ظہور تھا کتنا جیسا پرست بہت رشک حور تھا دل میں تھا وہ سرور وہ آنکھوں میں نور تھا تھا یہ کمال ساتی مست شباب کا</p>	<p>دیکھا تو ڈھیر سرے کا دم بھر میں طور تھا دل سے قریب تھا مگر آنکھوں سے دور تھا سمجھے تھے ہم جو دور سمجھ کا قصور تھا لغزش قدم میں ہاتھ پہ جام بلور تھا</p>
---	--



جو کوستے ہیں مجھ کو ذرا اُن سے پوچھیے  
 وہ آکے لکھ گئے مری لوحِ مزار پر  
 کیوں کر کہوں کہ قتل کیا مجھ کو بے قصور  
 چلتا وہ مسرت ناز نہ کیوں جھومتا ہوا  
 اُس کے کرم نے بھر دیے جنت میں جیسا  
 مریج ہوا جناب کو سنگِ گرانِ مہنی  
 عاشق کے ساتھ آپ کا انصاف دیکھے  
 روزِ ازل پیا تھا جو جامِ مے الست  
 یہ کیا کہ عمر بھر مے دل میں چھپے رہے  
 آیا تھا چمکے ناکِ دلدار دور سے  
 اتنا نہ سمجھے ہو گا قیامت کا سامنا  
 بجلی گرائی وقت پہ تنے نگاہ کی  
 دل میں چھپاے رکھتے کہا تک بتو نکو ہم  
 نشہ شباب کا تو ہوا ہو گا آج اُسے  
 مغل میں گوتے گرتے وہ مجھ پر بھل گئے  
 آفت تھو دونوں میرے لئے فرق تھا ہی

آیا تھا دل جو تم پہ مرا کیا قصور تھا  
 قسمت کا جو لکھا تھا وہ ہونا ضرور تھا  
 چاہا تھا میں نے اسکو یہ تھوڑا قصور تھا  
 ساتی ہمارا اور ہی نشے میں چور تھا  
 سو تھے قصور وار تو اک بے قصور تھا  
 لیتے ہی سانس شیشہ دل چور تھا  
 جب قتل کر چکے تو کہا بے قصور تھا  
 آنکھوں میں مرتے مرتے اُسی کا سرور تھا  
 آنا ہی میرے پاس تہین کیا ضرور تھا  
 دیتے نہ جان ہم یہ مروت سے دور تھا  
 آنا مری لحد پہ تہین کیا ضرور تھا  
 مچلا ہوا غضب کا دلِ ناصبور تھا  
 مہیا ایک دن خدا کو دکھنا ضرور تھا  
 پہلو سے وہ پئے ہوئے جامِ غرور تھا  
 نشے میں چور تھے مگر اتنا شور تھا  
 تم دور تھے قریب دلِ ناصبور تھا

وہ بیخودی کی آڑ میں اپنے جلیل سے

کیونکر کہوں کہ ہوش نہ تھا۔ تھا ضرور تھا

مجھے بیچ بول کر جھوٹا نکرنا

مرارا زائے زبان افشا نکرنا

جو بے پردہ ہوے و جاہلیگی خلق  
 مجھے بیباغِ شہم دکھیا تو بولے  
 ستم ہے ماہِ بنّا اُن کا پھر بھی  
 ترے وعدے سے وہی ہر دل کو مین  
 یوہین اچھا ہے ہمارِ مجتہد  
 وہ دوسرے کے کہنا تاز سے لائے  
 سکھایا بے وفا کس نے یہ جگلو

خدا کے واسطے ایسا کرنا  
 ارے مجکو کہیں رسوا کرنا  
 زمینوں اس طرف پھیرا کرنا  
 مرے دل سے مجھے جھوٹا کرنا  
 اسے یارب کبھی اچھا کرنا  
 کہ جا اب روزِ روز آیا کرنا  
 جو کچھ کہنا اُسے پورا کرنا

جلیل اک بات سن رکھو ہماری  
 مجتہد کا کبھی دعوے نہ کرنا

تاوان تھے وہ شباب نے ہشیار کر دیا  
 نرگس کو بھی سراق میں رونا اسی کا ہے  
 تلوار ہو کہ تیر ہو خنجر ہو یا سنان  
 اچھے تم آئے دیکھنے اپنے مریض کو  
 اک رہ گیا تھا ناز اٹھانے کا مشغلہ  
 کیا کیا بنا و گڑھے ہوئے تیور دن میں ہین  
 اتنے لئے کہ انکو مسیحا بنا مین ہم  
 حیرت فزا ہے جلوہ گہرہ یار کس قدر  
 چلنے میں یوں ہی قتل و کھرتے تھے خلق کو  
 دل پر جو تم ہو لوٹ یہ قدرت خدا کی ہے

فتنے کو خوابِ ناز سے بیدار کر دیا  
 آنکھوں کو انتظار نے ہیار کر دیا  
 سب کو تری نگاہ نے بے کار کر دیا  
 آنکھیں دکھا کے اور بھی ہیار کر دیا  
 اُسکو بھی اُسے ضعف نے بیگار کر دیا  
 غصے نے اور اُن کو طر حدار کر دیا  
 اچھے بھلے تھے ہم زمین ہیار کر دیا  
 جو در پہ آگیا اُسے دیوار کر دیا  
 بانکی ادا نے اور بھی تلوار کر دیا  
 یوسف تہین بنا کے خریدار کر دیا



پست و بلند کو چہ قاتل کی تھی زمین  
صورت اجل کی دیکھ کے آنکھیں سی کھل گئیں  
بیٹنے کی تو اسید کہاں تھی سراق میں  
تم گل سے گال قبر پر رکھتے تو بات تھی  
پیارا کوئی مجھے ہو گو ارا نہیں اُسے  
اظہار کر کے اُس نے کہ ورت کا وقت دید  
تفریح طبع کے لئے لے لیکھا تھا فنِ شعر

بسل نے لوٹ لوٹ کے ہوا کر دیا  
اس خواب نے تو سوتے کو بیدار کر دیا  
مرنا بھی انتظار سے د شوار کر دیا  
کیا فائدہ جو پھولوں کا انبار کر دیا  
یاں تک کہ اپنی جان سے بیزار کر دیا  
مٹی تمام شربت دیدار کر دیا  
فرمائشوں نے جان کا آزار کر دیا

ہم سے جلیل فکر سخن خاک ہو کے  
غم نے دل و دماغ کو بے کار کر دیا

ور و دل پہلے انفصال ہوا  
گھٹ کے میں صورتِ ہمال ہوا  
یہی دوہین مکانِ دل کے مکین  
ایک بجلی نظر میں کوند گئی  
دل سے نالے بھی نکلے جاتے ہیں  
قل پر میرے اُن کا رو دینا  
ہنستے آئے تھے میرے رولے پر  
بے غرض جانکر وہ ہنستے تھے  
نظر انتخاب کے صدقے  
اپنے غم کے کو پوچھئے مجھ سے

کچھ اُسے کچھ مجھے ملال ہوا  
آپ کہتے ہیں کیا کمال ہوا  
تو ہوا یا ترا خیال ہوا  
خاک نظر رہ جسا ل ہوا  
کون اپنا شر یکب حال ہوا  
غازہ رو سے انفصال ہوا  
آج دونوں کا ایک حال ہوا  
اُسے کیوں طالبِ وصال ہوا  
کوئی تجھ سے نہ خوش جمال ہوا  
میں ہوں جو بے چہری ملال ہوا

<p>ہجر تھا نام زندگانی کا نگہ انتظار کو مراد وہ دل بھر آیا ہے بار بار بسکن جو نکرنا تھا عاشقی نے کیا ایک تیغ نگاہ قاتل کو حشر ہو کر اٹھا وہ عالمین آپ ہی مر رہے تھے درد سے ہم دیکھنے کو ترس گئیں آنکھیں ذکر ہوئے پہلوں چمک اٹھے</p>	<p>وصل ہوتے ہی یان وصال ہوا آج پھر وعدہ وصال ہوا زخم دل کا نہ اند مال ہوا جو نہ ہوتا تھا اپنا حال ہوا خون صد آرزو حلال ہوا تجھے جو فتنہ پائے سال ہوا تکوبے وجہ انفعال ہوا آج کیا آپ کو خیال ہوا مجھ کو بجلی کا استمال ہوا</p>
<p>جب سنا بزم میں کلام جلیق صوفیوں کا عجیب حال ہوا</p>	
<p>دل اپنا اب کسی دلبر کو پیارا ہو نہیں سکتا تری چشم یہ سے بڑھ کے فتنہ ہو نہیں سکتا پٹھری میرے گلے پر پھیر دو کیا ہو نہیں سکتا لب جان بخش پر مرتے ہوئے لاکھوں کو دیکھا انہیں دیکھو کہ وہ دل لے گئے غم سے زبردستی جو حالت دیکھتے ہیں جاگے اُس بیدار گھنٹہ کیا ہے وعدہ فردا ابھی کیا قیامت ہے نکا ہون تو چھپتے ہیں مگر آنکھوں میں پھر آہیں</p>	<p>بڑا تم نے کہا جس کو وہ اچھا ہو نہیں سکتا غلط ہے آسمان سے کوئی اونچا ہو نہیں سکتا اب ایسے تم ہونا رک تم سے اتنا ہو نہیں سکتا سیا کہنے سے قاتل سیما ہو نہیں سکتا امین دیکھو کہ اب ہم سے تقاضا ہو نہیں سکتا ہمارے دوستوں ہوا سے اتنا ہو نہیں سکتا وہ این بے فکر مجھ سے صبر اتنا ہو نہیں سکتا اسی کا نام پر وہ ہے تو پر وہا ہو نہیں سکتا</p>



<p>تہیں پر کیا ہے جسکے ہوں ہزاروں چاہوں کو وہی اب بے وفا کہلاتے ہیں جو ہم سے کہتے تھے کبھی دل کو کبھی پھر و کبھی خوش ہو کبھی بھڑو قیامت میں بڑا جمع ہسی پہچان ہی لین گے لب معجز بیان اپنی سیجائی دکھائیں تو بتوں کا ناز اٹھانا حضرت دل سہل سمجھو گراہین دیکھ کر جلوہ تو شوخی سے یہ فرمایا</p>	<p>وہ پورا قول کا وعدے کا سچا ہو نہیں سکتا تم ایسے ہو تو ممکن ہے میں ایسا ہو نہیں سکتا تہیں تو کھیل ہے مجھ سے یہ جھگڑا ہو نہیں سکتا انہیں ہو جائے دھوکا ہم کو دھوکا ہو نہیں سکتا کوئی باتیں بنانے سے سبھا ہو نہیں سکتا بہت مشکل ہے پتھر کا کلیجا ہو نہیں سکتا غش آجانے سے خالی کوئی موسیٰ ہو نہیں سکتا</p>
---	--

جلیل خستہ جان کو تم کہا تک آزماد گے  
تمہارا ہے تمہارا اب کسی کا ہو نہیں سکتا

<p>مزدہ ہوتا مرانا نہ جو آتشبار ہو جوتا بگڑنے میں بناوٹ کا اگر اظہار ہو جاتا کسی کو دیکھتے وہ میں جگرا فگار ہو جاتا نکلنے کے لئے ارمان مرے دل میں چلتے ہیں چمن سے توڑ کر گل لیگیا بولی نہ کچھ بلبل مزدہ کی پچانس چھنے سے مزدہ پورا نہیں آتا سب جان بخش سے کہتے اگر وہ مجھے مرنیکو سمیٹ و صل کی آنے نہ دیتی ہوش میں مجکو نراکت کا بھلا ہو تیرا ن کار گیا دل میں یہاں تو ہے غرض اس سے کہ جینے کا سہارا</p>	<p>کسی کا دل جلا نا پھر تہیں دشوار ہو جاتا یہ گالی لطف دیجاتی یہ غصہ پیار ہو جاتا کسی پر تیر پڑتا مرے دل کے پار ہو جاتا مزدہ ہوتا جو کوئی تیر دل کے پار ہو جاتا خوین ہوتا تو گلچین کے گلے کا پار ہو جاتا یہ بڑھ کر تیر ہوتی تیر دل کے پار ہو جاتا بہت آسان تھا مرنا بہت دشوار ہو جاتا جو تو ملتا تو پھر ملنا مرا دشوار ہو جاتا جگر محروم کیوں رہتا جو دل کے پار ہو جاتا وہ ملتے یا نہ ملتے وصل کا اقرار ہو جاتا</p>
--	---

محیط غم میں اسے قاتل میری کشتی ہے طوفانی  
شب تاریک فرقت میں اکیلے دم اُلجھتا  
دو ابیتابی دل کی تری چٹکی میں ہے قاتل  
مری توبہ بھی توبہ تھی کوئی اسے ناصح نادان  
چھپا رکھی تھی قاتل ہم نے دل میں آرزو تیری

لگا دیتا جو تو اک ہاتھ بیڑا پار ہو جاتا  
خدا کرتا کہ میرا بخت ہی بیدار ہو جاتا  
ٹھہر جاتا جو کوئی تیر دل کے پار ہو جاتا  
کوئی عینے ابھی ملتا ابھی ہمیں پار ہو جاتا  
غضب ہوتا جو تیرا تیر دل کے پار ہو جاتا

جلیل اک بیوفا کی یاد دل کو گدگداتی ہو  
وگر نہ شعر کہنا آج کل دشوار ہو جاتا

مکرنا قتل سے میرے تہین دشوار ہو جاتا  
نظر کی چوٹ کھا کر دل اگر بیکا رہو جاتا  
بس اب اسے بیقرار سی ضعف میں تیرا سہارا  
ہر اک خوابان ہے قاتل سے کہ پہنچے میں نشانی ہو  
مرہ کے ساتھ اک تیرنگہ کی بھی تمنا تھی  
ترے جلوہ سے غش آنا نہیں موقوف موسیقی  
لاٹے ہم نظر میں سے تو اس کا کیا نتیجہ تھا  
خدا نگ ناز تیرا ڈوبتے کو اک سہارا تھا  
پٹھری چلتی جو شریٹی ادا کی دل لگی ہوتی  
کیا چکر مجھے سہل تو کیا تعریف ناوک کی  
جھک پر دیکھی تھی جس نے اڑا دی ہوش موسیقی  
نہ تھا اقرار آنے کا مگر وہ بے وفا آیا

لب زخم جگر جدم لب اظہار ہو جاتا  
تو غم کیا تھا نشانے کو جگر تیار ہو جاتا  
نہ تو ہوتی تو اٹھنا بیٹھنا دشوار ہو جاتا  
ٹرپ جاتا جگر ناوک جو دل کے پار ہو جاتا  
یہ دل کے پار ہوتی وہ جگر کے پار ہو جاتا  
یہ وہ ہے کہ جو بیتا وہی سرشار ہو جاتا  
یہی ہوتا کہ کوئی تیر دل کے پار ہو جاتا  
جو دل کے پار ہو جاتا تو بیڑا پار ہو جاتا  
جگر پر زخم جو پڑتا وہ دامن دار ہو جاتا  
تری چٹکی میں رہتا اور دل کے پار ہو جاتا  
نہیں معلوم کیا ہوتا اگر دیدار ہو جاتا  
غضب ہوتا ستم ہوتا اگر اقرار ہو جاتا



<p>گزر کر تم اگر آنکھیں دکھاتے مہربان ہو وہ سیری لاش جب ٹھکرا چکے اغیار جو بولے ہمارا طائر دل مرغ دست آموز ایسا ہے فلک تو نے ہزاروں فتنہ خفہ جگائے ہیں جوان ہے نوک کا ایسا کہ اُس پر دم نکلتا ہی اگر دل میں وہ آ رہتا وہی ارمان کہلاتا</p>	<p>ہمارا کیا بگڑتا مفت میں دیدار ہو جاتا غضب ہوتا جو یہ فتنہ کہیں بیدار ہو جاتا جو تم چمکارتے چٹکی بجاتے یار ہو جاتا بُرا کیا تھا جو میرا سخت بھی بیدار ہو جاتا ذرا تنگ جو چلتا ناز سے رتلوار ہو جاتا لگا ہوں میں سماں حسرت دیدار ہو جاتا</p>
--	---

جلیل اک نالہ ٹھکڑی چننا تھا سائے اُسکے  
اکہ اپنے درِ دل کا بے کہے اظہار ہو جاتا

<p>ترا کہا جو دل نا صبور میں نے کیا بُرا نہ مانو اگر ذکرِ حور میں نے کیا کھڑے تھے بام پہ موقع تھا دید بازی کا نجات کے لئے فقرہ یہ سوچ رکھا ہے تہمین کچھ اور سوا تم کے کون کہتا تھا سزا و اب مجھے الفت کی یا معاف کرو مرے کرم نے جو کچھ دیا بروِ جزا کسی کی عشوہ گر آنکھوں سے شرم کہتی ہے وہ شان اپنے کرم کی دکھا کر آئے تھے کیا ہے خونِ وفا کس نے پوچھیے تو ہی نخل کے آپسے پہونچا ہوں بارِ مائے عرش</p>	<p>بڑی خطا ہوئی مجھ سے قصور میں نے کیا غور تم نے کیا تھا قصور میں نے کیا ترا خیال دل نا صبور میں نے کیا غفور جان کے تجھ کو قصور میں نے کیا جناب میں نے بنایا حضور میں نے کیا قصور وار ہوں بیشک قصور میں نے کیا فدا سے جامِ شرابِ طہور میں نے کیا پری کیا تہمین شوخی نے حور میں نے کیا خطا ہوئی جو نہ کوئی قصور میں نے کیا یہ غمزہ آپ کہے گا حضور میں نے کیا تجھے تلاش بڑی دور دور میں نے کیا</p>
---	--

<p>یہ حال ہے کہ اب اسکا بھی مجھ کو ہوش نہیں  دکھائی آکھ جو راہ کو آج ساقی نے  غم حبیب بھی نازک مزاج ہے کیا  وہ قتل عام کو نکلے ہیں اک تماشا ہے  وفانہ صبر نے جب کی تو کس سے ہو امید  اب اسکو پردہ درسی سمجھو یا کچھ اور کہو  نقاب اٹھا کے وہ کہنا تزانہ بھولے گا  کوئی تو بات تھی اسے شیخ جسکی لذت میں  شباب بھی ہے وہاں خیر سے شراب بھی ہے  لگا کے سینے سے تصویر دلربا تیری  یہ منتہائے تمنا کے دیر جانان ہے  کسی کے نام نہ و پیغام سے لیے وہ کام  جلیل خون کا دعویٰ تو کرنے بیٹھے ہو</p>	<p>نثار سپہ دل نا صبور میں نے کیا  گمان جام شراب طہور میں نے کیا  بگڑ گیا جو خیال سرور میں نے کیا  ہر ایک سوچ میں ہے کیا قصور میں نے کیا  تجھے بھی صبر دل نا صبور میں نے کیا  تمہارے حسن کا چرچا ضرور میں نے کیا  کوئی بتاے تو بیجا عنسور میں نے کیا  خیال حور نہ شوق قصور میں نے کیا  ہر اک کو ناز ہو نشے میں چور میں نے کیا  علاج درد دل نا صبور میں نے کیا  جو دل میں آگ لگی قصد طور میں نے کیا  نظر کا نور جگر کا سرور میں نے کیا  وہ مسکرا کے جو کہدے قصور میں نے کیا</p>
--	--

جلیل حبیب مجھے خو پڑی صبور کی

وظیفہ سحری یا غفور میں نے کیا

جان اب یہاں ہے گویا  
شمع میری زبان ہے گویا  
کہیں اُس کا نشان ہے گویا  
وہ ابھی سے جو ان ہے گویا

عشق اب میری جان ہے گویا  
سوز دل کھ رہی ہے محفل میں  
جسکو دیکھو وہی ہے گرم تلاش  
ہے قیامت اٹھان ظالم کی



چھینے لیتی ہے دل تری تصویر  
 ایک دل اُس میں لاکھ زخم فراق  
 مانگے جائیں گے تجھ کو ہم تجھ سے  
 جی پہلنے کو لوگ سُنتے ہیں  
 آدمی و قصب کا ر دنیا ہے  
 تیری کس بات کا بحر و ساہو  
 دل میں کیسے وہ بے تکلف ہیں  
 ہائے اُس عالم آشنا کی نظر  
 اچھے ابھون کو بھانس رکھا ہے  
 چپ راہوں میں تو سب کھٹکتے ہیں  
 بے وفائی پر مرتے ہیں مہشوق  
 کوئی اُس پر نگاہ کیا ڈالے  
 تیری صورت تو کہتی ہے قاتل  
 خوب و یارین ماہ پیکر سے  
 آج ہے وہی کی اجازت عام  
 وار پر وار کرتے جاتے ہیں

وہ ادا ہے کہ جان ہے گویا  
 ٹوٹا پھوٹا مکان ہے گویا  
 منہ میں جب تک زبان ہے گویا  
 درو دل داستان ہے گویا  
 یہاں میزبان ہے گویا  
 تیری ہر بات جان ہے گویا  
 اُنکا اپنا مکان ہے گویا  
 ہر نظر میں جہان ہے گویا  
 زلِ دنیا بخوان ہے گویا  
 بی زبانِ زبان ہے گویا  
 دلربائی کی شان ہے گویا  
 تمکنتِ پاسبان ہے گویا  
 خود ترا امتحان ہے گویا  
 یہ زمین آسمان ہے گویا  
 موت کا امتحان ہے گویا  
 کچھ ابھی مجھ میں جان ہے گویا

اس سخن کا جلیں کیا کہنا  
 مصحفی کی زبان ہے گویا

سخت جانوں کا کیا مقدرمنا

ہاتھ ناز کرتے کس دخنجر تھا

دل کسی بات سے سدا بہر تھا  
 زانور شکب حور پر سر تھا  
 سخت نازک مزاج و لبر تھا  
 بستر اپنا رہا کسی در پر  
 حسرت آباد اب وہ ہے مشہور  
 اُس پر الزام قتل کیا آتا  
 مختصر حال زندگی یہ ہو  
 اُن کی رخصت کا دن تو یا نہیں  
 تیری بنیاد جب نہ تھی لے چرخ  
 کیا ہی گھل مل گیا ہے دشمن سو  
 خاک بھتی مرے ترے دل میں  
 مثل پھوڑ کیے آنکھیں پھوٹ بہین  
 تم مرے گھر جو آنے والے تھے  
 دیدیا دل کسی کو خوب ہوا  
 جھوٹی تعریف سے ہمیں مطلب  
 سیر دنیا کا لطف کیا آتا  
 خط ساغر کی تھی نہ پہلے خبر  
 ابر رحمت جو ہو گیا مشہور  
 سر و گل سے چمن تھا بنانا

آپ آتے تو آپ کا گھر تھا  
 مرنے والے کا کیا مقدر تھا  
 خیر گزری کہ دل بھی پتھر تھا  
 ہم کو تکیہ مگر خدا پر تھا  
 جس گلی میں ہمارا بستر تھا  
 ہاتھ میں تیغ تھی نہ خنجر تھا  
 لاکھ سودا تھا اور اک سر تھا  
 یہ سمجھیے کہ روزِ محشر تھا  
 ہم ستم کش تھے وہ ستمگر تھا  
 ہاے وہ بت جو دل کا پتھر تھا  
 ایک شیشہ تھا ایک پتھر تھا  
 ذکر بھی دردِ دل کا شتر تھا  
 کھولے آغوش صبح تک در تھا  
 روگ جی کا فساد کا گھر تھا  
 دل میں جو ہے وہی زبان پر تھا  
 بڑھ کے محشر سے خوفِ محشر تھا  
 شیخ سمجھا تو ایک دفتر تھا  
 کسی سیکش کا دامن تر تھا  
 کوئی میسنا تھا کوئی ساغر تھا



<p>ایک ایک آنہ سکندر تھا دیکھتے دیکھتے سمندر تھا</p>	<p>جب انہیں شوق تھا سونے کا آنسوؤں کی تھی کیا سا لنگر</p>
<p>کیسی آزاد زندگی تھی جلیل ور دل پر جب اپنا بستر تھا</p>	
<p>بہر برابر ہے نفس میں کہ نشیمن رہا بعد مردن نہ اندھیرا مرے مدفن میں رہا رات بھر چین سے میں وادی امین میں رہا طوق کا ہاتھ ہمینوں مری گردن میں رہا ایک تنکا بھی نہ ٹبل کے نشیمن میں رہا نعل و گوہر کا خزانہ مرے دامن میں رہا کچھ اداؤں نے لیا کچھ تری چتون میں رہا جا کے دو دن ترا دیوانہ جو گلشن میں رہا آنکھ سے میری گریا کے دامن میں رہا پھول احباب میں کاٹا دل دشمن میں رہا عمر بھر طوقِ محبت مری گردن میں رہا یہ ہوا حال کہ اک پھول نہ گلشن میں رہا ہاے وہ ہاتھ جو شب بھر تری گردن میں رہا اور آرام چھپا گوشہ مدفن میں رہا داغ بنکر مرا مضمون دل دشمن میں رہا</p>	<p>جب ترے عشق کا پھندا مری گردن میں رہا زندگی بھر جو خیالِ رُخ روشن میں رہا زلف میں پھنکے خیالِ رُخ روشن میں رہا کیا خوشامد تھی کہ صحر اکو نہ جاؤں گھر سے تا کہ کش کیا ہوئی گھر چھو تک متا شادیکھا جب تک آتے رہے اشکوں میں جگر کے ٹکڑی سامری چھوڑ گیا تھا جو بلا کا جاو پھول سب مشغلہ جامہ وری سیکھ گئے قطرہ اشکِ محبت کا نصیب با دیکھو ہر جگہ ایک نئی شان دکھائی اُس نے سرو قد یار سے ملنے کا یہ انجام ہوا سُن جو پایا کہ وہاں لڑکی فرمائش ہے صبح ہوتے ہی ہوا جامہ وری میں مضروب لوگ آرام کی خاطر رہے دنیا میں خراب پھول بنکر مرے اشعار بٹے یاروں میں</p>

قیس و فرادکا بھرتے رہے بہر وہ پ جلیل  
یہی سودا تھا یہی کھیل لڑا کین مین رہا

دستانی کا ٹھکانا تری چتون مین رہا  
سیر کا لطف خیال گل و گلشن مین رہا  
چین کس دن مجھے صیاد و نشیمن مین رہا  
ہر کس لطف سے شب بھر تری گردن مین رہا  
فتنہ حشر کا چہ پایہ وہ ہو جاتا ہے  
مرگ دشمن کی خوشی ہم نہ منانے پائے  
صبح کے ساتھ کیا چاک گریبان میرا  
کاش احسان سے قاتل کے سبکدوشی ہو  
چاک دامانی یوسف تو کوئی بات تھی  
پھول پر پھول گرے نذر خزان ہو ہو کر  
چشم پر دور نظر باز نہ تجھسا دیکھا  
دونوں خواہاں کہ تری تیغ مری ہو کر ہی  
ہو گیا ختم بھی ہنگامہ روزِ شہر  
دل کچل ڈالے کھلونے کی طرح لاکھوں کے  
حسن ہوتا ہے جوانی مین قیامت لیکن  
ہے ابھی مرغ جنون کے لئے چندا درکار  
واسے غفلت کہ جسے دور مین سمجھا تا زینت

نوجوانی کا خزانہ ترے جوہن مین رہا  
مین قفس مین بھی رہا یون کہ نشیمن مین رہا  
تو رہا گھر مین تو کھٹکا ترا گلشن مین رہا  
حیث اس پھول کی قسمت پہ جو گلشن مین رہا  
ایک دور روزِ جو فتنہ تری چتون مین رہا  
مدتوں یا رہا راغِ غم دشمن مین رہا  
اس خبر نے کہ وہ شب محفل دشمن مین رہا  
ایک تسمیہ ہی باقی مری گردن مین رہا  
ہائے وہ چاک زلیخا کے جو دامن مین رہا  
داغ پر داغ اٹھانے کو مین گلشن مین رہا  
جو مرے دل مین رہا وہ تری چتون مین رہا  
موتے مرتے یہی جھگڑا سر و گردن مین رہا  
مین خبر بھی نہ ہوا نالہ و شیون مین رہا  
سرن بھی کیا شے ہے یہی کھیل لڑا کین مین رہا  
اسکو کیا کہیے قیامت جو لڑا کین مین رہا  
اے اک تار نہ باقی مرے دامن مین رہا  
پیارے ہاتھ وہ ڈالے مری گردن مین رہا



موت کے ڈر سے نہ کچھ سیر ہوئی دنیا کی

ساتھ میرے مرا صیاد بھی گلشن میں رہا

ہنگیا آئینہ نشا پر مقصود جلیل

دل روشن جو خیالِ رُخ روشن میں رہا

آج مشتاق شہادت ہاتھ ملکر رہ گیا  
کچھ کہا تھا شمع کو پروانہ جلکر رہ گیا  
کیا زمانہ ایک ہی کر وٹ بدل کر رہ گیا  
کو جو اٹھی شمع سے پروانہ جلکر رہ گیا  
لی گریبان کی خبر وامن نکل کر رہ گیا  
بارہا ساغر بھی اس محفل میں چل کر رہ گیا  
دیکھ میرے پاس آیا اور جل کر رہ گیا  
جان لی ابرو نے خنجر ہاتھ ملکر رہ گیا  
ایسی چٹکی لی کہ پہلو میں اچھل کر رہ گیا  
اس قدر جانا کہ دل پہلو میں جل کر رہ گیا  
درو دل جانا کہاں پہلو بدل کر رہ گیا  
تم چلے جس وقت جادو سب پہ چل کر رہ گیا  
ٹھکڑے نے جو دیکھا طور جل کر رہ گیا  
بارہا پہلو میں دل میرا اچھل کر رہ گیا  
جس نے اسکو دیکھ پایا ہاتھ ملکر رہ گیا  
کیا زمانہ ہے زمانہ ہی بدل کر رہ گیا

دستِ نازک سے وہاں خنجر نکل کر رہ گیا  
اُس کے شکوے پر دھوان دل سو ٹھکر رہ گیا  
دن جو دشمن کے پھرے پھرے بھی پھڑپھڑا چاہے  
ورد والے کو دپڑتے ہین پرانی آگ میں  
بخیر گر آسان نہیں ان وحشتوں کی روک تھام  
دیکھ کر متوالی آنکھیں پاؤں اُٹھتے ہی نہیں  
شمع پر دانے سے کہتی ہو کہ رہنا دور و دور  
معر کے میں ہوتی ہے تقدیر سے فتح و شکست  
دل کی نادانی جو وہ اُلجھا خیالِ یار سے  
کچھ نہ جانا ہم نے کب چکی تری برقی حال  
امتحان وہ کر چکے سینے پہ میرے رکھ کر ہاتھ  
چلنے والے تھے سبھی خنجر چھری تلوار تیر  
بیج تو یہ ہے آگ ہوتی ہے رقابت کی بری  
ہام پر جب تک رہے وہ جلوہ آرا کیا کہیں  
ایک تو صورت غضب اُس پر غضب جو شیش  
ہے جوانی میں نہ وہ آنکھیں نہ وہ اُن کا منہ

وہین نازان اپنی شوخی پر لگا کر دلینگ  
جانے والے ہوش کو اچھا ملا تھا رہنا  
اب وہ آغوش جوانی سے نکلتا ہے کہاں

مین یہ خوش ہون ل مین جو کچھ تھا وہ جگر رگیا  
ساتیا افسوس تیرا جام چسکر رگیا  
اپنے جوہن کی طرح سانچے مین ڈھلکر رگیا

چلبلا معشوق کوئی ہاتھ آئیگا جلیل

خود بخود آج پہلو مین مچل کر رگیا

غم نہیں قاتل تر خنجر جو چلکر رگیا  
سحر کہ بتیابی و شوخی کا دیکھا ہم نے آج  
دست قاتل کی نزاکت پاؤں کی زنجیر ہے  
کیا بلا ہوتی ہے اے الشریہ دل کی لگی  
اور بھی قاتل جلانا تھا حنا کبوت کو  
اسکو بھی قاتل سمجھنا چاہیے آپس کی آگ  
غل ہوا جب پاؤں ساتی پر گرا چکر کے مین  
دوست سے جب تک نہ ہوتا جی بھی تک خیر ہے  
ساتھ دے کوئی کہاں تک آپ سے بد عہد کا  
درد کی میرے کبھی بید رونے پر وانگی  
آتشین رخ سے اُٹھنی تھی نہ محفل مین نقا  
دشت گردی کا نتیجہ تو نے دیکھا اے جنوں  
آگ دل کی بجھتی ہو پانی کے چھینٹوں کو کہیں  
کیا اشارے پر لگایا ہے ذرا دیکھے کوئی

مرنے والو کا قاتل سے دم بھلکر رگیا  
دل اچھلکر رگیا دلبر مچلکر رگیا  
تیز خنجر تھا مگر دو ہاتھ چلکر رگیا  
شمع بد پر وانہ آیا اور جھلکر رگیا  
تو دل پر خون مرا تلوؤں سے ملکر رگیا  
تیر جب بیٹھا جگر پر دل اچھلکر رگیا  
آج محفل مین یہ اچھا دور چلکر رگیا  
شمع سے پر وانہ لپٹا اور جھلکر رگیا  
کی وفائے بیرخی وعدہ بھی ٹھکر رگیا  
آخرا ب آکر جو دیکھا ہاتھ ملکر رگیا  
آج آئی شمع بد پر وانہ جھلکر رگیا  
پاؤں کے ہاتھوں و مارغ قیس چلکر رگیا  
شمع روتی ہی رہی پر وانہ جھلکر رگیا  
آنکھ ساتی نے جو پھیری جام چلکر رگیا



دیکھنا یہ کون آیا بزم مین و امن کشان  
چشم دول کو ناز تھا اپنے رفیقوں پر مگر  
ضبط کی گردن پہ خونِ ملبسِ ناشادہ  
اُسے وہ دل تھا جو اپنی زندگی کی کائنات

شمع بجھ کر رہ گئی پروانہ جھکر رہ گیا  
اشک ڈھلکر رہ گئے نالہ نکلکر رہ گیا  
مُنہ سے جب نالہ نہ نکلا دم نکلکر رہ گیا  
لیکے وہ چلتے ہوئے مین ہاتھ ملکر رہ گیا

حرفِ مطلب یار سے کہتا مین کیونکر اسے جلیل  
لب کا کلنا تھا کہ اک نالہ نکلکر رہ گیا

تو جو میری لاش پر سایہ فلک ہو جائے گا  
ہم نہ سمجھے تھے کہ اسے ستیا و تیرے دور  
دشتِ غربت مین روش اپنی ہو مثلِ نقشِ پا  
اب تو ملبوس بدن ہے کوئے جانان کا خبار  
ایک من بھولوں سے ہنسکر ہم بلا مین پڑ گئے  
زخم و پیکان و دونوں ملکر دین گے قاتل کو دعا  
پر وہ پوشی کے رہیں محتاج کیون تیرے شہید  
کیا غصہ ہے سیرِ گلشن کو چلے ہو بے نقاب  
کر چلی ہے آپ کے باہر مجھے اُس کی تلاش  
ظلم کی فریاد کیون کرتے اگر ہم جا مئے  
ہاتھ اٹھیں پاؤں اٹھیں آگئی جسدِ نہا  
آج تم نے کو کہتے ہو یہ کس کو ہے امید  
اے زہے قسمت کہ لیٹے اٹھنے آؤ قیاس سے

اے مرے قاتل وہی میرا کفن ہو جائیگا  
سب قفس بھر جائیگے خالی چن ہو جائیگا  
جس جگہ ہم بیٹھ جائیں گے وطن ہو جائیگا  
بعد مرنے کے یہی اپنا کفن ہو جائیگا  
کیا خبر تھی مدعی سارا چن ہو جائے گا  
کوئی تو ہو گا زبان کوئی دہن ہو جائیگا  
خون کی چادر جو پھیلے گی کفن ہو جائیگا  
باغبان لٹ جائیگا صدے چن ہو جائیگا  
یہ سفر اپنا سفر امداد وطن ہو جائے گا  
آپ کی نائید پر چرخ کہن ہو جائیگا  
مثلِ گل خود پڑے پڑے پیر ہن ہو جائیگا  
آج کیا کوئی نیا چرخ کہن ہو جائیگا  
کس کو یہ امید تھی صحرا چن ہو جائیگا

<p>کیا خبر تھی وادیِ غربت وطن ہو جائیگا  غنچہ گل ہو جائیگا اور گل چسمن ہو جائیگا  بے مزہ اسے یارِ زخون کا دہن ہو جائیگا  ایک دن نذرِ خزان سارا چمن ہو جائیگا  بہر نئے سرے جوان چرخ کہن ہو جائیگا  فصل گل آنے تو دو گھر گھر چمن ہو جائیگا  پہنچ جو دل میں ہے ماتھے کی شکن ہو جائیگا</p>	<p>قیس نکلتا ہوا جنگل کی کھانے کے لئے  آپ چھوڑ دیکھیں کسی غنچے کو اپنے ہاتھ سے  ہاں خدا کے واسطے چٹکی منک کی ٹک نہ جائے  سبچ کیا اسکا اگر کھلا گئی دل کی کلی  پھر بہار آئی دھواں پھر بھٹیوں سے اٹھ چلا  دارغ دل دارغ جگر سب منتظر ہیں وقت کو  رنجش خاطر چھپاؤ لاکھ چھپنے کی نہیں</p>
--	--

ہر فلک اسکی غلامی میں رہے گئے اے حلیل  
جو غلام چار یار و پنجتن ہو جائے گا

<p>داسن میں کوئی پھول لے کر گیا  کیون بوجھ ڈالو پھول سے منہ پر نقاب  منہ سے لگا ہوا ہے پیا لہ شراب کا  ہوتا ہے حشر دیکھئے اب کیا نقاب کا  مشکل ہے انکورخ سے اٹھانا نقاب کا  نقشبکچا ہوا ہے مرے اضطراب کا  شوخی سے دو جواب مرے اضطراب کا  اب تو کوئی محل نہ رہا اضطراب کا  کسپر ٹپے گا صبر مرے اضطراب کا  پہلو بدل ہے ہن مرے اضطراب کا</p>	<p>زنگت یہ سرخ کی اور یہ عالم نقاب کا  تم وہاں پان ہو نہیں موقع حجاب کا  بلیبل ہے مست پھول اٹھا کر گلاب کا  منہ آفتاب حشر ہوا ہے دم عتاب کا  چار و ن طرف سے اسپہ نگا ہونکا بارگاہ  مات ہوئی وہی ہے زمانیکا انقلاب کا  اسپا منا ہوا ہے تو ہے شرم کیلے  کہنا وہ اُن کا ہائے مرے دل پہ کھکے پائے  اُس برق و ش کو تو نہیں دم بھر کہیں قرار  تسکین خاک دیتے ہیں کدھر جگر پہ تھپ</p>
---	--



نامہ لکھا ہو جس نے قلم اُسکا ہاتھ ہو  
 جھلکی دکھا کے اور وہ بجلی گرا گئے  
 تصویر اُن کی سارے مرقع کی جان ہے  
 بچپن کہاں تک اُن کی اسگوں کو روکتا  
 آتے ہی سب بزباغ دکھا کر ہوا ہوا  
 صحن چمن میں ذبح نہ کر عندلیب کو  
 رونا خوشی کا روتی ہے ببل بہار میں  
 ساتی مزہ ہے جبکہ اُدھول سی ہوگی  
 یہ آدھی رات وصل کی یہ چودھویں کا چاند  
 خاک چمن پر شب بزم و گل کا عجب ہونگ  
 بھر لیتے ہیں کبھی کبھی ایک ٹھنڈی سانس ہم  
 کیا کیا مری شباب میں لڑتے ہیں خواب کے  
 اکھو ہوئے ہیں شاہدِ حسی کی دھن میں ہم

ٹکڑا یہ ایک ہے مرے خط کے جواب کا  
 اچھا کیا علاج مرے اضطراب کا  
 گویا چمن میں پھول کھلا ہے گلاب کا  
 آخر کو رنگ بھوٹ ہی نکلا شباب کا  
 جھوٹا نسیم کا تھا زمانہ شباب کا  
 اسے باغبانِ خون سے ہلکا گلاب کا  
 چھڑکاؤ ہو رہا ہے چمن میں گلاب کا  
 سنہ سے ادھر لگا ہو پیا لہ شراب کا  
 کیا کیا مقابلہ ہے تمہارے شباب کا  
 ساغر کسی سے چھوٹ پڑا ہے شراب کا  
 کچھ کچھ ابھی ہے یاد زمانہ شباب کا  
 اب خواب دیکھتے ہیں ہم اپنی شباب کا  
 یہ بھی حلیل ایک جنون ہے شباب کا

میں خوش ہوں کہ دل کا کل پیچاں سو نکالا  
 منوں تری چشمِ عنایت کا ہوں جس نے  
 مسدود جو تھا راستہ صحرائے جنون کا  
 سنتے ہیں جو کا نثارِ دل مجھ کو میں چھبھاتا  
 کہتا ہے یہ دل مجھ سے کہ میں ساتھ ندون کا  
 یہ رعب تھا اُن کا کہ رہے باغ میں جلتا

یوسف کو مرے آئے زندان سے نکالا  
 تقدیر کا بلخِ خیر مرثگان سے نکالا  
 اب میں نے اُسے چاکِ گریبان سے نکالا  
 لیلے نے اُسے سوزنِ مرثگان سے نکالا  
 تو نے جو قدم کو چہ جابان سے نکالا  
 غنچوں نے سراپنا گریبان سے نکالا

<p>             دامن کے لئے تار گریبان سے نکالا              مضمون یہ ہنسنے گل وریحان سے نکالا              کیا جانے کیوں ہما کو گلستان سے نکالا              زندہ جو خدا نے ہمیں زندان سے نکالا              اس شوق نے پھولوں کو گلستان سے نکالا              کیوں حشر نے سرگوں غریبان سے نکالا              کانٹے کی طرح مجھ کو گلستان سے نکالا              قاتل نے اُسے خنجر بڑا ان سے نکالا              کہتا ہے خدا نے مجھے زندان سے نکالا              چُن چُن کے ہر اک گل کو گلستان سے نکالا              آئینہ مرے دیدہ حیران سے نکالا           </p>	<p>             کی بخیہ گری ہم نے جو حشت میں تو یوں کی              ہر حسن کا انداز مجھ ارباب جدا ہے              ہم دور سے کر لیتے تھے پھولوں کا نظارہ              پھر تم سے ملین گے کبھی اسے دشت نشینوں              شاید کسی معشوق کی چوٹی میں جبکہ پائین              کیا فاتحہ پڑھنے کو چلا ہے کوئی گھر سے              کیا جانے کیا اہل گلستان کو کھٹک نہی              دشوار تھا یوں آرزو سے دل کا نکلنا              آغوش سے میرے وہ بہت شوخ نکلے              گلچین کا ستم مرغ چمن پر نہیں موقوف              اُن کو جو یہ سو جھی کہ کرین اپنا نظارہ           </p>
--	---

اس شان کریمی کو جلیل آپ نے دیکھا  
 کیا پاک مجھے حشر کے میدان سے نکالا

روایتِ بابائے موحده

<p>             اُسے کیا ہے سارے زمانے سے مطلب              ستارے ہوئے کوستانے سے مطلب              ہمیں اس سے کیا دل لگانے سے مطلب              غرض آئینے سے نہ شانے سے مطلب           </p>	<p>             جسے ہو ترانا زماٹا نیسے مطلب              مرے ہمنشین پوچھتے کاش اُن سے              ونا خوش جمالوں میں ہو یا جنا ہو              کیا سب سے فارغ اُنہیں سادگی نے           </p>
--	--



<p>نہ وہ شمع دیکھیں نہ پروانہ دیکھیں  ترے واسطے یہ بھی کرتے گوارا  بلا سے کوئی ہستائے بلا ہو  نفس کی طلب کیوں اسیر وں کو ہوتی  جہاں نقش پا ہو ترا میرے سر کو  جہاں تے ہیں بیٹھے تصور کسی کا  جگہ ہو گئی غنچے غنچے کے دل میں  تہین اس سے کیا دل چھدے یا کلیجا  کوئی شمع کا حال دیکھے نہ دیکھے  بہت ہے بلبل تو کرشتی نالہ</p>	<p>کوئی ہو اُنہیں دل جلائے سے طلب  نکلتا جو حیلے بہانے سے طلب  اُنہیں اپنی زلفیں بنانے سے طلب  نکلتا اگر آشیانے سے طلب  اُسی در اُسی آستانے سے طلب  ہیں کیا کہیں آنے جانے سے طلب  مجھے کیا ہے اب آشیانے سے طلب  نشانہ لگا کو نشانے سے طلب  اُسے اپنے آنسو بہانے سے طلب  نکلے گا رنگین ترانے سے طلب</p>
---	--

یہ ماز زمانہ بہت بے وفا ہے  
چلیل آپ کو کیا زمانے سے طلب

روایتِ بے فاری

<p>آہی جائیگا مجھت میں اثر آپ کے آپ  نہ کمان کا ہے سہارا نہ مددِ شوکی کی  پھر نہ کہنا کہ نہیں جذبِ مجھت میں اثر  بل نخل جائیگا جس روز مری قسمت کا  نہ بہار آئی جن میں نہ چلی بارِ نسیم</p>	<p>ہو ہی جائیگی اُنہیں میری خبر آپ کے آپ  کام کر جاتے ہیں و دیرِ نظر آپ کے آپ  تم چلے آئے نہ آخر مرے گھر آپ کے آپ  سیدھی ہو جائیگی اُس بُت کی نظر آپ کے آپ  ہو گئے پھول مرے داغِ بگڑا آپ کے آپ</p>
--	--

سرو صنون آہ کر دن شمع صفت کیا حاصل کچھ خطا مجھ سے ہوئی ہو تو مسافری چاہوں چاہتا ہوں کہ نہ احسان ہو کسی کا مجھ پر وہ مزہ تیغ کے پھل میں ہو کہ جب دیکھا ہے دیدہ بازی سے ہے نا صح مری تو یہ لیکن دیکھنا ہے جسے اُسکو ابھی دیکھا بھی نہیں آپ دل مانگتے ہیں آپکو حاجت کیا ہے نگہ شوق سلامت ہے تو پر وہ کتب تیری تکلیف کی حاجت نہیں لے باؤ نسیم	ہے مقدر میں تو شب ہوگی سحر آپ کے آپ کیا علاج اس کا جو پھر جائے نظر آپ کے آپ کو چہ یار میں ہو جائے گزرا آپ کے آپ کھل گیا ہے دہن زخم جگر آپ کے آپ کیا کروں اسکو جو اٹھ جائے نظر آپ کے آپ محو حیرت ہیں مرے دیدہ تر آپ کے آپ دل مرا آپ کا ہو جائے گا نظر آپ کے آپ تیری دیوار میں ہو جائیں گے در آپ کے آپ بزم سے ہوگی ہوا شمع سحر آپ کے آپ
---	---

دوست وحشت بھی شب وصل بڑھا تھا نہ جلیل ہو گیا چاک گریبان سراپے آپ	
رویت تائے فوقانی	
پہلو سے وہ اٹھے تو کہا دل نے ہاے دوست حق نے دیا ہے دل وہ ہیں آشناے دوست دل نے کیا ہے فتنہ محشر سے مشورہ کیا کیا دکھا رہی ہے کرشمے جہان کو موسیٰ کو سوچ ہے کہ ہیں ہم ہین طور پر بکھون کے رقیب کروں جس سے دشمنی	آباد ہو کے گٹ گئی دولت سراے دوست توڑے جو کوئی کہ تو آئے صداے دوست تو خاک راو دوست ہو میں خاکپاے دوست قاتل اداے دوست میجا اداے دوست کانون میں آرہی ہے کہ مرے صداے دوست آتا نہیں نظر مجھے کوئی سوا ہے دوست



پوچھے نہ آ کے ہم سے کوئی ماجرا دوست  
 پڑتا نہیں زمین پہ کبھی نقش پا سے دوست  
 پھر بھی جو دیکھتا ہوں تو خالی ہو جا دوست  
 کانوں میں گونجتی ہے ازل سے صد دوست  
 کہتا ہوں ہاے دل کبھی کہتا ہوں ہا دوست  
 پر دے سے آ رہی ہو بیان تو صد دوست  
 میں یہ کہوں قبول ہو یا رب دعاے دوست  
 درپردہ کام کرتی ہے تیغ اداے دوست  
 اب تک مہجھول دیتے ہیں جو وفاے دوست  
 بازار ہوتی جاتی ہے خلوت سراے دوست  
 قدحوں سے دوست کو جو چٹے نقش پا دوست

موسیقی میں اس خیال سے بیخود پڑی ہوے  
 شوخی کے ساتھ ہے یہ نزاکت خرام میں  
 دل بھر گیا ہے کثرتِ بیخ و ملال سے  
 ہم شہ کلام نہیں آج سے کلیسم  
 اک بے وفا کے عشق میں اپنا یہ حال ہے  
 بے ساز کے سماع مبارک ہو شیخ کو  
 تم یہ کہو براے ترے دل کا مدعا  
 ہو سا منا تو چوٹ - بچسا نامال ہے  
 مدت ہوئی چڑھائے تھے تربت پہ چار بھول  
 آگے تو دل میں اتنی پریشا نیان نہ تھیں  
 ایسا ہوا ملال کہ مٹ جاتے ہی بنی

کیا مفت لگیا ہے ہین دوست اے جلیل  
 دونوں جہان لئے کئے ہین فداے دوست

ر دلیف تائے ہندی

قہر کی چوٹ ہے بلا کی چوٹ  
 پھول کو ہے بہت ہوا کی چوٹ  
 کیا بچاے کوئی قصا کی چوٹ  
 دم بدم خنجر ادا کی چوٹ

دل پر اس کا کل رسا کی چوٹ  
 ہین وہ اندر وہ میری آہوں سے  
 نگہ ناز سے خدا کی پناہ  
 آفرین دل کو جو اٹھاتا ہے

گر پڑی آسمان سے بجلی  
 بسنگی خون درست قاتل میں  
 تیر مرزگان چلے جد اول پر  
 باغ میں سب بکس گمین کلیان  
 دل یہ کہتا ہے کچھ خطا کر کے  
 ہو گیا مار چرخ دو ٹکڑے

ہنس کے قاتل نے کی بلا کی چوٹ  
 رنگ لائی دل حنا کی چوٹ  
 غمزہ یار نے جدا کی چوٹ  
 نہ اٹھی دامن صبا کی چوٹ  
 کھائیے دست دلربا کی چوٹ  
 تھی یہ انگشت مصطفیٰ کی چوٹ

غیر کیا سمجھے درو دل کو جلیل  
 آشنا جانے آشنا کی چوٹ

روایت ثنائے مثلثہ

اُن سے مٹنے کا ہے سوال عبث  
 میں نے تم سے کہا تھا دل کا پیام  
 پسکے منہ ہی یہ ہو نہیں سکتا  
 ناصحون کے خیال میں گویا  
 حسن کی شان ہیو فائی ہے  
 ہو چکا کام در دست و ن کا  
 دل میں آٹھون پہر جور ہوتا ہو  
 ہم ازل سے اسپر گیسو ہیں  
 ہو چکے قاتل جہان مشہور

جان بچنے کا ہے خیال عبث  
 تنے مجھ سے کیا ملا عبث  
 دل کو کرتے ہو پا کمال عبث  
 خوش جہالون کا ہے حال عبث  
 تم کو اسپر ہے انفعال عبث  
 اب مسیحا ہے دیکھ بھال عبث  
 اُس سے کہنا ہے دل کا مال عبث  
 تم یہ پھیلا رہے ہو جال عبث  
 اب مجھے کرتے ہو صلال عبث



دل لگاتے ہی ہم ہو سے بدنام ہنہ سے دشنام تک نہیں دیتے اُن کی آنکھیں ہلاکی میں صیاد ہاتھ وہ تو گلے میں ڈالے تھے آپنے خون کر کے عاشق کا	اب ہے اندیشہ آلِ عبث اُن سے ہو سے کا ہے سوالِ عبث چو کڑی بھرتے ہیں غزالِ عبث میں ہوا طالبِ وصالِ عبث کی ہیں رور و رور کے آنکھیں لالِ عبث
--	--

بر کو دیکھتا ہے کون جلیل  
تم کہ ہے خواہش کمالِ عبث

### روایتِ جمیمِ عربی

کہ لون کی خبر میں دل کی خبر آج  
یہ پھر کہتی ہے کیا پہنچي نظر آج  
کچھ اشکِ گرم دیتے ہیں خبر آج  
کھلا ہے جو درِ چاکِ جگر آج  
نگاہیں لیگئیں دل کو کہ صرا آج  
اُجھلتا ہے مرا با تھونِ جگر آج  
گرا پڑتا ہے قدموں پر اثر آج  
پہچھو لے ہو گئے داغِ جگر آج  
بہت چو کی بہت چو کی نظر آج  
ذرا تم تمام کر بیٹھو جگر آج

چمک کر بولی وہ برقی نظر آج  
نہیں گر تم رہے دشمن کے گھر آج  
بھڑک اُٹھی ہے دل میں آتشِ عشق  
ابھی دل میں ہے کون آنے والا  
نہ آ سچل میں نہ اُن کے گیسو نہیں  
غضب ہے وصل میں دھڑکا جگر کا  
دعا کو ہاتھ اُٹھاے ہیں جو میں نے  
راہ میں پھول کل سمجھے ہوئے تھا  
ہر نوکا نظر تیرا ہوئے  
فنانِ دل سے ہے لب تک انیوالی

نہیں کشتی نہیں کشتی شبِ غم  
 دے چھینے کچھ ایسے چشمِ تر نے  
 بچے تعظیم درِ دل جو اٹھا  
 کہ صحر سجدہ کروں کعبہ کہ صحر ہے  
 رنگا مین پوری اتر بن امتحان مین  
 یہ مجھ سے کہہ رہا ہے ناوکِ ناز  
 پڑی تلوار قاتل کی جو اوچھی  
 مرے پہلو مین ہے دلدار میرا  
 خدا جانے ارادہ کیا ہے اُس کا  
 کر مین وہ قلم میرا ہے ثبت  
 کہان تک ضبطِ سوزِ اجڑے دل  
 بدلتے ہی نظر بد لازم سنا  
 کہو اُن سے بچا مین دامن اپنا  
 وہ شکل آئینہ خسانہ نشین تھے

نہیں ہوتی نہیں ہوتی سحر آج  
 ہرے پھر ہو گئے زخمِ جگر آج  
 مرے دل مین ہوا اکسا گزرا آج  
 زہے قسمت وہ آئے میرے گھر آج  
 تہین آئے نظر دیکھا جد صحر آج  
 کہ لونگا مین کلجے کی خبر آج  
 غصے کیا کیا لب زخمِ جگر آج  
 دعا ہے زہرِ آغوش اثر آج  
 پستہ کرول سے روتا ہے جگر آج  
 ہوئی شاخِ تمنا بارور آج  
 دھوان کچھ دے اٹھا داغِ جگر آج  
 ادھر کی ہو گئی دنیا ادھر آج  
 کہ ہے شعلہ فگن داغِ جگر آج  
 یہ کیا سوچھی جو آنکھ ادھر آج

جلیل آنکھوں سے کیوں بہتے ہن آنسو  
 یہ کس سے لڑ گئی تیسری نظر آج

ردیفِ حبِ فارسی

بیقراری کا ہے ایسا خلق پر تلوار کھینچ

وضعداری کا ہے نشاطِ عشق کا آزار کھینچ



<p>تیرے کھنسنے سے غریبوں کا بھلا ہوتا نہیں  پارہ کا غد کو میں لیکر کہاں رکھتا پھرون  جلگیا یا بھن گیا دل اس میں میرا کیا قصور  دست وحشت سے کہو میرے گریبان میں کیا  کر نظر اس پر کہ ہم کس کو دین مشتاقِ جہاں  اُن کی پلکوں کا دل وارفتہ کرتا ہو جو وصف  وہ یہ کہتے ہیں کہ میں عشاق سے کیوں نہ ملوں  سامنے آیا جو دل غم سے نے قاتل سو کہا  پھول میں جتنے چمن میں ہیں بہت نازک لاج</p>	<p>ہو سکے تجھ سے اگر قاتل تو ان تلوار کھینچ  اے مصروفِ دل پر شبیر یا کھینچ  آپ ہی نے تو کہا تھا کہ آتش بار کھینچ  کھینچنا ہے تو نقابِ چہرہ و لہار کھینچ  حشر تک تو انتظار اے دیدہ بیدار کھینچ  آنکھ کہتی ہے نہ کانٹوں میں مجھے اے یا کھینچ  ہے کہورت کا تقاضا بیچ میں دیوار کھینچ  تیر مرزاگان چھوڑ تیج ابر و خمدار کھینچ  دم بدم نالے نہ تو اے بے بس گلزار کھینچ</p>
--	---

میں وہ مجنون ہوں کہ دل کہتا ہے مجھ سے اے طویل  
پھاڑ کر دامانِ صبرا و امین کہسار کھینچ

## رولیتِ حائے خطی

<p>وہ مہتے بولتے ہیں سب سے آدمی کی طرح  دکھارہا ہوں دل صاف آرسی کی طرح  چھپر کیا ہے کہ وہ خون روے دیتے ہیں  ہمارا پیلا ہے اُن کے لئے نسیم بہار  قوار مجھ عشاق میں کہان اُن کو  ہمارے بوسوں نے جھنے دیا کیسا رنگ</p>	<p>ہمیں سے اڑتے ہیں ہر بات میں پری کی طرح  اتار تا ہوں اُنہیں شیشے میں پری کی طرح  ہمارے زخموں پہ ہنسی مگر ہنسی کی طرح  کہ منہ جو چوم لیا کھل گئے کلی کی طرح  دلون میں دوڑتے پھرتے ہیں وہ خوشی کی طرح  مسی بھی اڑ گئی اُن ہونٹوں میں ہنسی کی طرح</p>
---	--

بڑھی شباب کی شوخی تو اور لگا گئے ہر  
جو دیکھ لیتے عدو میری شکل حیرانی  
بنے زینِ ناصح و واعظ بھی اب مرے غم  
بہار پھولوں کی ناپائدار ہے کتنی  
راہ صرین لیتا ہوں بوسے لبوں کو اور اصر  
بھرن جو نزعِ دین آنکھیں تو رخ بد لکے کیا  
وہ رشکِ ماورِ ہا جلوہ گر یہاں جب تک  
ہمیں نے چال سکھائی حلال کرنے کی  
تمہارے سامنے لیٹے پر رنگ روپ کہاں  
یہ کیا اداس ہے کہ لی چکی اور اٹھ کے چلے

جوان ہوتے ہی اڑنے لگے پری کی طرح  
نہ گھورتے تہین آئینے آرسی کی طرح  
کہیں نہ غم کو بھی رونا پڑے خوشی کی طرح  
ابھی تو آئی ابھی اڑ گئی ہنسی کی طرح  
شب وصال اڑی جاتی ہے سی کی طرح  
کہ ہاں پسند ہے ہلکویہ بے رخی کی طرح  
ہماری آنکھیں رہیں فرش چاندنی کی طرح  
ہمیں سے نوک کی لیتے ہو تم چھری کی طرح  
بجھتی کبھی سی ہے چھوٹی ہوئی مٹی کی طرح  
جو آئے ہو تو ذرا اٹھو آدمی کی طرح

جلیل گوشہ عزت کو خستہ نم جانو  
کرے گا کوئی رفاقت نہ بکسی کی طرح

یوں تو سبیل ہے ترا سارا جہان میری طرح  
میں نہ پہونچو نکٹا جو کوئے یار تک کچھ غم نہیں  
پاؤں پھیلائے ہیں کیا کیا میرے شکستِ آہِ نو  
اگر اللہ کوے جہان کی زمین ہے وہ زمین  
شاخ کیا ہر برگ گل سے دل ہے وابستہ مرا  
میں نے پھولوں کو بھی دیکھا باغِ دین کا نٹو کٹو بھی  
کل اگر بجلی سے چھوٹا آج صر صر لے اڑی

پر تڑپنے لوٹنے والا کہاں میری طرح  
میرے نالے تو زمین کچھ ناتوان میری طرح  
ہیں مصیبت میں زمین و آسمان میری طرح  
سیکڑوں بیٹھے ہیں گھر چھوڑے جہاں میری طرح  
گر کوئی باندھے تو باندھو آشیان میری طرح  
نا زمین تیری طرح ہیں ناتوان میری طرح  
ہو نہ دشمن کا بھی یارب آشیان میری طرح



وہ جوان جب کہ ہوے ہین کہتے ہین یہ نازک  
 بخود کے ہین مرے جسے گئے ہوش و حواس  
 قتل سے رکتے جو تم ہو میں سمجھتا ہوں اسے  
 میں یہ سمجھا قتل میں کو نہ کر ساقیا  
 میں تو دلوں کو ڈھونڈتا ہوں کوچہ و دلا میں  
 مانے سے افسردگی اس دل کی جس کا قول ہو  
 ہین یہی آہن تو گھر اپنا چمن میں روچکا  
 میں وہ ہوں دیکھی ہین برسوں جس نے آنکھیں آپکی  
 میرے اشک چشم سے کہتا ہے وہ طفل حسین

کیا کر گیا ظلم پسیر آسمان میری طرح  
 کون سو گیا لٹا کر کاروان میری طرح  
 چاہنے والا میکا پہر کہان میری طرح  
 لے رہا ہے کوئی بسمل چکیاں میری طرح  
 تو جھکا پڑتا ہے کیوں اسے آسمان میری طرح  
 ہونہ کوئی پھول پا مال خزاں میری طرح  
 دیکھنا اڑتا پھرے گا آشیان میری طرح  
 کوئی ہو سکتا ہے کب باد و بیان میری طرح  
 میں چلون اٹھ کر تو ہو تو بھی روان میری طرح

یار کی تصویر سے بہلے گا دل کیونکر جلیں

میری قسم ہے وہ بھی بی زبان میری طرح

تو جو اسے بیل کرے آہ و فغان میری طرح  
 کیا زمانہ ہے وہی اب آفت جان ہو گئے  
 مرثون سے یہ کہ ورت لے زمین کو سے یار  
 کچھ تو ہے زاہد جو چہ چاہے بتوں کے سن کا  
 سوز دل کا حال کہہ سکتا ہے کون اس بزم  
 آف رے تاثیر بہت سنتے سنتے میرا حال  
 دیکھو دیکھو آگئی وہ پاؤں تک زلف درآ  
 لیکے میرے اشک دامن میں یہ کہتی ہے زمین

پھاڑ ڈالے حبیب و دامن باغبان میری طرح  
 کہتے تھے جو ہے کوئی آلام جان میری طرح  
 پھٹ پھٹ تجھ پر بھی ظالم آسمان میری طرح  
 ورنہ سودائی ہے کیا سارا جہان میری طرح  
 شمع محفل کی بھی کھتی ہے زبان میری طرح  
 درد دل کرنے لگے وہ خود بیان میری طرح  
 تو ہی اب تم بھی پہنوب زبان میری طرح  
 خاک چھکا نیگا مارے آسمان میری طرح

<p>کاش میرا بخت بھی ہوتا جو ان میری طرح  کوئی زخمی ہے تو کوئی نیجان میری طرح  کون ہو سکتا ہے تیرا پاسبان میری طرح  چاہنے والا ہے جسکا اک جہان میری طرح  اپنے سائے سے بھی ہیں اب بدگمان میری طرح  ہو تو لے کوئی عیان ہو کر نہان میری طرح  کہتے ہیں سب کو ملے یارب مکان میری طرح  آج اُنکا بھی ہے گویا امتحان میری طرح  لوٹتی پھرتی ہیں ہر سو بلیان میری طرح  کیا کسی کو اور بھی دی ہے زبان میری طرح  ہے یہ کوئی دل بلا گرم فغان میری طرح</p>	<p>ہاے مٹی ہو رہا ہے چرمین لطیف شباب  خچہ و گل پر بھی قاتل کر گیا ہے ہاتھ صاف  اپنے دل میں شکر رکھ کر رات بھر بیدار ہوں  میری نادانی کہ ہے اُس سے نہ ملنے کا گم  کوئی کیا سمجھے اندھیرے میں نکلتے ہیں وہ کیوں  جلوہ جانان یہ کہتا ہے سہا کر آنکھ میں  وہ مرے دل میں مکین ہو کر بہت ہی خوش ہے  دیکھے کیا کام کرتی ہے نزاکت وقت قتل  ہر تو رخ کا تماشا جلوہ گہ میں دیکھے  وصل کا وعدہ اور ایسا ہمزہ کیا بات ہے  یوں تو آواز جس میں گر میان ہوتی نہیں</p>
---	--

رنگ میرا چھا گیا سارے چمن میں لے چلیں  
بہلین بھی ہو رہی ہیں گلشنان میری طرح

### روایتِ خائبہ مجرمہ

<p>آج آنکھوں میں ہے زما مارِ سرخ  سبز رنگ اور اُس پہ چوڑا سرخ  ہو رہا ہے تمام یہاں سرخ  ہو رہا ہے جو آج دریا سرخ</p>	<p>ہے گھٹے میں جو ان کے چوڑا سرخ  کیون نہ دونی بہار ہو ہم پر  کس قدر مشوخی ہے شراب کا رنگ  کسے دھوے ہیں اتھ منہد کی</p>
--	---



موسم گل ہے پھول پھولے ہین  
کون کرتا ہے خون کا دعوے  
خوش جالون کا ایک رنگ نہیں  
خون کرتی ہے پارسائی کا  
وہی قاصد مکان ہے قاتل کا  
کنے پٹا کے آج پایا کریا

دیکھنا باغ کیسا ہے سرخا سرخ  
آپ کیون کر رہے ہین چہرہ سرخ  
یاسمن ہے سفید لالہ سرخ  
سبز بوتل ہین ہے جو صہبا سرخ  
جس کے در پر پڑا ہو پیر دا سرخ  
ہو رہے ہو جو تم سراپا سرخ

اپ رنگین کے وصفے ہین جلیل  
میرے دیوان کے سب اجزا سرخ

روایتِ دالِ مہملہ

موتے سے کہو دیکھ لین رخسارِ محمدؐ  
اس درجہ بڑھی گرمی بازارِ محمدؐ  
سوتے سے جگا دے میری قسمت کو لہی  
قسمتِ دل صد چاک کی دم بھر بہن سلج جا  
لطفِ شبِ معراج بڑھانے کیلئے ہین  
جنت کو کہین ڈھونڈنے جانا تو نہیں  
ملتی ہے سزا کے عوض آسائش کو نین  
کہہ دو کہ بٹائین نہ مجھے خلد میں حورین  
گزرے جو سہر شام اُدھر عاشق گسیو

اللہ کا دیدار ہے دیدارِ محمدؐ  
اللہ ہوا آپ خیر دیدارِ محمدؐ  
سوتے ہین دکھا دے مجھے دیدارِ محمدؐ  
اُبھن تو کہین گیسو خمدارِ محمدؐ  
وہ لٹکے ہوئے گیسو خمدارِ محمدؐ  
دیکھو نہ وہ کیسا ہے پس دیوارِ محمدؐ  
صد شکر کہ ہوں بھی تو گنہگارِ محمدؐ  
اچھا ہوں تہ سایہ دیوارِ محمدؐ  
لینے کو بڑا حاسا یہ دیوارِ محمدؐ

بولی جائے اگر چشمہ کوثر بھی وہ سارا	سیراب نہ ہو تشنہ دیدار محمد
یہ منہ نہیں یارب جو کہوں در پہ لکھو	ہو جائے ٹھکانا پس دیوار محمد

قبلے کی نہیں ست جو معلوم تو کیا غم  
ہرین یاد جلیل ابر و خمدار محمد

## روایتِ دالِ ہندی

باغبان کو غنچہ و گل پر گھمنڈ غور سے دیکھو تو کچھ سبب نہیں میرے نالے پر وہ سب بُت بنگلے لاکھوں اے صیا و اُس کے ہرین تاج شاہی پر نہیں جم کو غرور تم اٹھا کر شر سبھا دو انہیں راستی کو ہے قد موزون پہ ناز کیا کروں اُس سے تناغل کا گلہ اب وہی بے صبر دل شہور ہے تا کجا اے اہل دنیا تا کجا	غنچہ و گل کو ہے پس پر گھمنڈ مجاو تم پر خار کو گل پر گھمنڈ جنکو تھا ناقوس کے غل پر گھمنڈ تجگو ہے صرٹ ایک بلبل پر گھمنڈ جس قدر ہے ساغر مل پر گھمنڈ جنکو ہے دورِ تسلسل پر گھمنڈ پیچ و خم کو اُس کی کاکل پر گھمنڈ ہو جسے اپنے تناغل پر گھمنڈ تھا جسے صبر و تحمل پر گھمنڈ دولت و جاہ و تجستل پر گھمنڈ
---	---

نازِ دولت ہے امیر و ن کو جلیل  
ہم فقیر و ن کو تو تل پر گھمنڈ



## روایتِ ذالِ معجمہ

<p>کرے گا وہ کسی عامل سے لیکے کیا تعویذ          کمرے نامہ اگر گر پڑا تو کیا ہوگا          خدا کرے وہ چلے آئین فاختے کیلئے          گمان ہوا کوئی تارا فلک سے ٹوٹا ہے          نگاہ بد کی جو حاسد نے تیج چمکائی          سنا دیا جسے اک شعر ہو گیا شیخیر          تہارے آتے ہی در و جگر روانہ ہوا          جگہ ہے زلفِ سینان میں رات دن تیری</p>	<p>مریغ غم کے لئے ہے جٹ دعا تعویذ          گلے کا اپنے اسے نامہ بر بن تعویذ          اثر دکھائے کہیں میری قبر کا تعویذ          جورات باز و جانان سے کھل پڑا تعویذ          سپر بنا وہن بازو سے یار کا تعویذ          مری غزل بھی کوئی نقشِ حبیب کا تعویذ          کسی نے گھول کے گویا پلا دیا تعویذ          ملے ہن بجگو بھی کیا طایر رسا تعویذ</p>
--	--

جلیل شیشہ میں آرائہ وہ پری رخسار  
 بہت عمل کئے کئے ہزار ہا تعویذ

## روایتِ رائے مہملہ

<p>تکلیف اُٹھاتے ہن بہت گھر سے ٹکڑے          قاتل جو چلین پیاس میں تم گھر سے ٹکڑے          ہستی و عدم و وفون ہمارے ہی لئے ہن          افسوس کہ مڑ کر بھی تو دکھانا اثر نے          دنیا ہی سے ہم اٹھ گئے اٹھ کر ترے درے</p>	<p>جانان کہیں تم دل مضطر سے ٹکڑے          دوڑے ابھی پانی ترے خنجر سے ٹکڑے          اُس گھر میں چلے جائینگے اس گھر سے ٹکڑے          تڑپا کئے نالے دل مضطر سے ٹکڑے          اشر کے گھر پہنچے ترے گھر سے ٹکڑے</p>
---	--

بڑھ چلتی ہے جب آہ تو کہتے ہیں وہ سکر  
 آنسو تھے کہ وحشی ترے اللہ سے تباہی  
 کیا تاک میں دم وحشت دل سے ہے کہ ہر  
 زلف اُن کی سنواری تو وہ سیدہ ہو گئے  
 ہاں سچ ہے نہیں تم نے سنے رات کو نالے  
 دیکھا نہ کیا یہ بھی کہ میں قبر میں سوتا  
 وروازے پر اک خلق پڑی لوٹ رہی ہو  
 ڈرتے ہیں وہ محشر سے تو سمجھاتی ہوشی  
 قابو سے نکلنے میں تو مشاق بہت ہو  
 سیدھے ہوئے تیور تو نظر ہو گئی ٹیڑھی  
 جب آئینہ روک کے بلا یا تو وہ بولے  
 اچھا ہوا برا درہین رات بھر آئین

جانیگی کہاں زلف مستبر سے نکلے  
 منہ گھر کا نہ پھر دیکھ کے گھر سے نکلے  
 کہتی ہے کہ صحر اکو چلو گھر سے نکلے  
 بل آگئے بالوں میں مقدر سے نکلے  
 گھبراے سے پھرتے تھے نہیں گھر سے نکلے  
 فتنوں نے جگایا تری ٹھوکر سے نکلے  
 کیا سیر ہے دیکھو تو ذرا گھر سے نکلے  
 چل دیں گے کہیں عرصہ محشر سے نکلے  
 جب جانیں کہ جاؤ دل مضطر سے نکلے  
 بل تیریں آیا تے خنجر سے نکلے  
 جاتا نہیں آئینہ کہیں گھر سے نکلے  
 بلو چھو کہ گئیں کیوں دل مضطر سے نکلے

کچھ کہیے جلیل اُن سے ضرور آپ بگڑی  
 رنجش کوئی جاتی بھی ہے تیور سے نکلے

چلے ہاے دم بھر کو ہماں ہو کر  
 یہ صورت ہوئی ہے کہ آئینہ پہرو  
 بگڑنے میں زلف رسا کی بن آئی  
 پس ذبح گردن جھکانا ستم تھا  
 جو ان ہوتے ہی لے اُداسن بگڑ

مجھے مار ڈالا مری جان ہو کر  
 مرے منہ کو تکتا ہے حیران ہو کر  
 لیے رخ کے بوسے پریشان ہو کر  
 لٹایا ہے کیا کیا پشیمان ہو کر  
 پری ہو گئے تم تو انسان ہو کر



نہ کچھ اب بہت پایا کرنے دے خنجر  
میں قربان کہنا بھی مشکل ہے بجگو  
نہ نکلے کبھی گھر سے اللہ رے عصمت  
نہ آخر بچا ہر وہ راز دشمن  
حواس آتے جاتے رہے روز و عہد  
کرم میں مزہ ہے ستم میں ادا ہے  
جدا سر ہوا پر ہوے ہم نہ ہلکے

پٹ جگے سے گریبان ہو کر  
وہ کہتے ہیں دکھلا دو قربان ہو کر  
ہے دل ہی میں دل کا ارمان ہو کر  
ہوا چاک میرا گریبان ہو کر  
مری جان ہو کر ترا دھیان ہو کر  
میں راضی ہوں جو تھکوا آسان ہو کر  
رہی تیغ گردن پر احسان ہو کر

بتوں کو جگہ دل میں دیتے ہو تو بہ  
جلیل ایسی باتیں سلمان ہو کر

رازدل چھپ نہیں سکتا ہے مٹا بنکر  
خال رخ جلوہ نما ہوتا ہے کیا کیا بنکر  
ناز سے کہتی ہے وہ زلف چلیپا بنکر  
جتنے آئینے ہیں سب تکتے ہیں صورت میری  
میں ہی بیمار نہیں آنکھ تو دیکھو اپنی  
قتل کے بعد مرے چہرے پر رنگت کیسی  
وہیں یار کا نقشہ نہ اڑانا ہر ذرا  
نکلے سینے سے مرے تیرے دو پیکان نہ کبھی  
اُن پہ مرتے ہی رہیں گے یوہن مریدو  
خواب میں یار کے آنیکا جوتا ہے خیال

ایک دن مہنہ سے سٹنجا کی گانا لایا بنکر  
آنکھ میں آنکھ کا تل دل میں سودا بنکر  
بومری سر میں سا جاتی ہے سودا بنکر  
آئینہ خانے میں آیا میں تنہا بنکر  
کیا بنایا مرید جان تم نے مسحا بنکر  
پھوٹ نکلی ہے وفا خون تنہا بنکر  
رنگ تصویر سے اڑ جاے گا عفتا بنکر  
کوئی دل بن کے رہا کوئی کلیجا بنکر  
موت کا کیا وہ بگاڑیں گے مسحا بنکر  
آنکھ کھل جاتی ہے آغوش تنہا بنکر

<p>اُن کو پد دے مین بھی ہے شوقِ نوواری کا  شامِ غربت کی ادا قیس سے پوچھے کوئی  دیکھنا کشتہٴ رفتار بجیے اُٹھتے ہیں  عارضِ وابر و وخال آپ کے کیا چکے مین  آبداری تری تلوار کی دیکھی ہم نے  دل کو ناوکے اڑانا کوئی آسان نہ تھا  کفِ دست و لبِ رخ آپ کے مشہور ہو  پیار کی آنکھ چلا لیتی ہے ہم کشتہٴ نکو</p>	<p>آنکھوں مین رہتے ہیں وہ آنکھ کا تارا بنکر  بال کھولے ہوئے حور آئی ہے سیلے بنکر  حشر اُٹھا ہے ترے کوچے سے سیمابنکر  مہر بنکر مہ نوبسکے ستارا بنکر  سوکھے گھاٹ اُس نے اُمارا ہین دُعا بنکر  اُد گیا رنگِ ریخ یارِ شاہِ بانکر  حُسنِ یوسف دمِ عیسیٰ پیدہ بنا بنکر  کام کر جاتے ہیں ہیرا میسہ بنکر</p>
---	--

عشق کا کل سے نہ چھوٹے گی کبھی جانِ حلیل  
عمر بھر ساتھ رہے گا ترے سایا بنکر

<p>اور اتر آئین گے وہ برقی تجلے بنکر  گوشہٴ گہری سے بھی شہرت مری کچھ کم نہ ہو  پیر ہن پھاڑ کے بو گل کی نکل بجاگی ہے  بزمِ مین بیٹھ کے کیا کیا نہ اُٹھائے فتنے  دُرِ مضمون کا ہے وہ جوش کہ اللہ اللہ  حسرتِ دید کی تاثیر اسے کہتے ہیں  ایک بیکان نے کیا خون ہمارے دل کا  دلین چھبے سے ادا اور ہوئی مژگان کی  باکپنِ حسن کا اخلاک کو دکھلانا تھا</p>	<p>آر سی گھورتی ہے دید کا موسے بنکر  پر نکالے مرے مضمون نے عنقا بنکر  باغِ مین فصلِ بہار آئی ہے سودا بنکر  رستم آرا وہ بنے انجمن آرا بنکر  لہریں لیتی ہے طبیعت مری دریا بنکر  پتلیاں قیس کی پھر نے لگین سیلے بنکر  ایک قطرے نے ڈبو یا ہین دریا بنکر  نوک کی لینے لگی خارِ تمنا بنکر  چاند کے ٹکڑے کئے چاند کا ٹکڑا بنکر</p>
--	---



مارڈ الا نگہ لطف سے اک عالم کو  
اپنے مرنے کا کسے غم ہے غم اس کا ہو مجھے  
عشق بھرو پ تھا جو چشم و دل و سر میں  
ہاتھ دھونا ہو جسے جینے سے اپنے دھوئے  
بوسہ دے لو تو یہ دل زلف میں اپنی رگھو  
پھول ہن تازہ دم ایسے کہ ہنسے ریتے ہن  
یار نے گھر سے نکلنے کی قسم کھائی ہے  
نقش پا کو نہ ستگر نے پلٹ کر دیکھا  
حشر کے روز نبی کا قوسے سایہ حلیل

ملک الموت ہوے تم تو میسا بنکر  
جان نخلی مرے دشمن کی تشنا بنکر  
کہین حیرت کہین وحشت کہین سودا بنکر  
تیغ یار آج روانی پہ ہے دریا بنکر  
نقد ٹھہرا ہے بگڑ جائیگا سودا بنکر  
روح پھونکی ہے صبا نے دم عیسیٰ بنکر  
دلہین رہتا ہے مرے دل کی تشنا بنکر  
راہ تکتے ہی رہے چشم تشنا بنکر  
سایہ ڈالے گا سر خلق پہ طوبیٰ بنکر

آنکھ چمکی جو دم دیدہ پیا لابسکر  
اور بگڑے گا اب آشفۃ مزاجوں کا مزاج  
تم سلامت رہو برقع کے اٹھانے والے  
ہم ہین اُس درد کے قائل جو چھپاؤ نہ چھپے  
اب بگڑ کر مری آنکھوں کو دکھا دو آنکھیں  
کیا مزہ ہے ادھر اٹھی ہے دھوان دھاگٹا  
تم بڑھاؤ جو مراد دل تو بڑھے حسن فغان  
بڑا گیا حسن سماعت سے مرے شعر کا حسن  
ٹوٹنا غار کا مجھے نہیں دیکھا جاتا  
داغ کھانے سے نکلے ہین مضامین نگین

بولے آیا ہے بڑا دیکھنے والا بسکر  
آج نکلا ہے مرا گیسو وں والا بسکر  
گھر میں آئے ہو مرے گھر کا اُبالا بسکر  
منہ کو آئے جو کلیجا بھی تو نا لابسکر  
تمنے آئینے کا ارمان تو نکالا بسکر  
ادھر آیا ہے مرا گیسو وں والا بسکر  
لطف دے نالہ سوز وں قد بالابسکر  
کان ہین اُن کے پڑا کان کا بالابسکر  
پھوٹ بہتی ہے مری آنکھ بھی چھالا بسکر  
لعل اُگلتی ہے طبیعت مری لا لابسکر

چکر آریا کئے اُس رخ کے تصور میں ہمیں

چاند کے گرد پھرے چاند کا بالابندر

بعد اُستاد کے ہو لطف سخن خاک جلیل

شعر بھی مہندے نخلتا ہے تو نالابندر

ستم ہے بتلائے عشق ہو جانا جوان ہو کر  
 آہی خیر ہو جو لپکے ہیں مجھ سے دل میرا  
 گل و خار چمن میرا ترا خاک اڑاتے ہیں  
 یہی عالم ہے گر چو ش جنون میں خاک ٹرائیکا  
 جوانی کی دعائیں مانگی جاتی تھیں لڑکپن میں  
 خدا رکھے دل مایوس میں امید باقی ہے  
 بس اسے دامانگی دم لپکے چلنے کو اب ہم کو  
 بڑھا پا چرخ کا تیری جوانی دونوں قائل ہیں  
 جدا اب ہو گئے ایسے کہ ملنا شہر پر ٹھہرا  
 سب آخرا شک خون ہو ہو کے آنکھوں کو ٹپکھین  
 نہ مانیں وہ ہماری کچھ گلہ اس کا نہیں لیکن  
 سمجھتے ہیں کہ ہے میری جوانی پیار کے قائل  
 مجھے شہنم بنا رکھا ہے ان خورشید رویوں نے  
 کرامت نام اس کا ہے اسے اعجاز کہتے ہیں  
 بہت خوش تھے کہ تپہر کے چھوٹے سب کچھ دیکھ  
 حسین ہیں ان کو ہر صورت سے دل قابو میں کر لینا

ہمارے باغ ہستی میں بہار آئی خزان ہو کر  
 وہی پھر آرہے ہیں آج مجھ پر مہربان ہو کر  
 حسین و نازنین ہو کر خفیف و ناتوان ہو کر  
 زمین بھی سر پہ اکدن آرہے گل آسمان ہو کر  
 لڑکپن کے مزے اب یاد کرتے ہیں جوان ہو کر  
 یہی گل ہے جو بُودیتا ہے پامال خزان ہو کر  
 تقاضا کر رہے ہیں اشک آنکھوں سے روان ہو کر  
 سنگر تو بنا ہے تیرا ہو کر وہ کمان ہو کر  
 وہی ہم تم ہیں رہتے تھے جو باہم جسم و جان ہو کر  
 کہانیاں حریفین رہتیں مر و دل میں نہان ہو کر  
 قیامت ہو کہ دم بھر میں نہیں ہو جائے بان ہو کر  
 ہماری قدر کرتے ہیں وہ اپنے قدردان ہو کر  
 رلاتے ہیں نہان ہو کر مٹاتے ہیں حیاں ہو کر  
 سنائیں تلخ باتیں یار نے شیریں زبان ہو کر  
 خبر کیا تھی کہ ہم ہر سون جبین گئے خیابان ہو کر  
 بگڑ کر مسکرا کر گرم ہو کر مہربان ہو کر



اٹھان اُس فتنہ قامت کی یہ سب سے کہلاتی ہو ہیں وہ تھے کہ ہوتی تھی بسر بھولوں کر غنچے میں ہماری شہم ترکو چھڑتے اب وہ بھی ڈرتے ہیں کلیجا چاہیے عشاق کی تربت پہ آنے کو	جو بچپن میں قیامت ہو وہ کیا ہوگا جوان ہو کر ہمیں اب ایٹھک تنکے چنیں بے آشیان ہو کر سمجھتے ہیں کہ تھنے کے نہیں آنسو روان ہو کر وہ بیٹھے فاتحہ خوانی کو اٹھتے نوہ خوان ہو کر
---	---

حلیل آخر جو کی ہے شاعری کچھ کام بھی نکلے  
کسی بت کو سُخریہ کیجئے معجز بیسان ہو کر

غضب ڈھاتے ہیں تیرنا زول میں سیہان ہو کر اچھا لاگیسوں نے نام کیسا پا کے عارض کو ترکین زن جوانی کی جو رنگ اپنا دکھاتی ہیں اب آنکھ ہو گلشن میں تو دیکھو سیریل بھر کر نہ کی وہ بات جس سے سختیاں ہستے رقیبون کی در جانان سے آگ بختیر بڑھنے دیتا ہے زبان درکار ہے معشوق کی تعریف کرنے کو نہال شمع میں کیا خوشنما کر بھول آیا تھا تعاضا میں کا بھی اللہ کیا شے ہو کر یوسف سے ستم کا کچھ نہیں شکوہ مگر ہمو یہ حیرت ہے جو کچھ غضب فغان سے جان پر گزری ہو کیا کیجئے کرون میں ضعف کا شکوہ تو جھٹلا میں ابھی ہو کو ستم پیشہ ہی وہ بھی مگر یہ فرق کیا کم ہے	رہے تو در و دل ہو کر جو نکلے تو فغان ہو کر زمین حسن پر چھائے ہوئے ہیں آسمان ہو کر کسی جاشوخیان ہو کر کہیں بتیا بیان ہو کر غضب ہے تم بنو سرو چین سرور وان ہو کر سلامت ہم رہے تیس دن انٹوں میں زبان ہو کر جو آتا ہے وہ رہا تا ہے سنگستان ہو کر انہیں جادو نگہ کیلئے مگر جادو بیان ہو کر ستم ڈھایا نسیم صبح نے بار و خزان ہو کر زلیخا ناز کرتی ہے نئے سرے جوان ہو کر وہ کیونکر آفت جان ہو گئے آرام جان ہو کر کلیجا آگیا ہے بارہا سنہ کو زبان ہو کر ٹھکر دل سے نالے آنکھ سے آنسو روان ہو کر ہوا شہور گر دون پیر ہو کر تم جوان ہو کر
--	---

توقع تھی کہ محفل میں کہے گی سوزِ دل میرا  
 اُڑا کر مرثون کی خاک صرصر کہتی پھرتی ہے  
 جو نکلے تیر چمکی سے یہ کہتے دل میں آبیٹھے  
 بتوں نے گالیاں دے دیے اپنی بات بھی کھولی  
 نہ میں آؤ کشیدہ ہوں نہ میں اشک چکھتا ہوں  
 لحد پر آنوا لون کا ہوا جو حشر کیا سہیے

ستم ہے بول جائے شمع بھی آتش زبان ہو کر  
 یہ تھے سب سر و گل جو نکلے نذر خزان ہو کر  
 رہیں دشمن ہمارے طاقتور بے آشیان ہو کر  
 یہ جیسے بید ہن تھے کاش رہتے بیزبان ہو کر  
 الہی پھر تباہی میں ہوں کیوں بے خانان ہو کر  
 اُنھی ہے شمع گل ہو کر اُٹے ہن گل خزان ہو کر

جلیل استاد کا منہ نہ بھولا ہے نہ بھولیکا  
 انا الحق بول اُنٹھا منہ صورا خرد بگسان ہو کر

اتھی کہی دل میں نے لگایا ہے کہیں اور  
 کل شیخ کو مینا نے بین اس حال سے دیکھا  
 تڑپا کے جو وہ دل کو چلے جان پکاری  
 گر دون پہ نہ وہ مہر گل و شمع زمین پر  
 تڑپانے لٹانے کا مرے لطف تو جہ ہے  
 میں عکس ہوں آئینہ امکان میں تہارا  
 احباب جو کرتے ہیں کرم حال پر یہ  
 ہر بات پہ دان فرض ہے تلوار نعلت  
 جاتے ہیں شمسائے ہوسے وہ نقش قدم کو  
 آنکھ اُس نے ملائی تڑپ اُنٹھا دل مضطر  
 کیا بات ہے گر بور لب کر کے عنایت

یہ جب ہو کر تسنا ہو زمانے میں حسین اور  
 دستار کہیں جب کہیں آپ کہیں اور  
 کیا آپ کے ترکش میں کوئی تیر نہیں اور  
 اک جلوہ جانان ہے کہیں اور کہیں اور  
 اوسچا ہو فلک اور کسادہ ہو زمین اور  
 تسنا جو نہیں کوئی تو مجھسا بھی نہیں اور  
 کہتا ہے جنون آئیے چل بیٹھیں کہیں اور  
 کی میں نے خوشامد تو ہوئے چین بہین اور  
 کہہ دے کوئی اُن سے کہ ہے اک خاک نشین اور  
 تاکا تھا کہیں اور پڑا تیسر کہیں اور  
 تم مجھ سے کہو بس میں کہوں تم سے نہیں اور



اب دل ہے مرا مور و صد حسرت و حرمان  
 ہم بھولے ہوئے راہ ہیں اسے کہہ نشین  
 دہتی ہے مزہ ناصیہ سائی ترے در پر  
 ایسا ہے کہ لوٹا ہی کر بن خاک پہ عشاق  
 دل تھامے ہوئے بیٹھے ہیں بالین پر وہ ہیر  
 سو جھے مجھے کیا خاک تصور میں کسی کے

چھوڑا جو مکان تنے ملے اسکو کہیں اور  
 جاتے تھے کہیں اور نخل آئے کہیں اور  
 اک سب سے جو کرتا ہوں تو کہتی ہو جین اور  
 مٹا ہے کہ ہوا رہو کو سچے کی زمین اور  
 اک زور سے چٹکی ننگے تازہ پسین اور  
 آنکھیں ہیں کہیں اور مراد دل ہے کہیں اور

کچھ روز جلیل اپنی رہی گر ہی حالت  
 ڈھونڈیں گے خاک اور نکالیں گے زمین اور

روتے ہوئے آتے جاتے میرا مدفن دیکھ کر  
 تو بہ رہ سکتی نہیں ساتی کا جو بن دیکھ کر  
 آہ کی مین نے جو ان کا روئے روشن دیکھ کر  
 چشم گریان پر مجھے آتا ہے رونا اے جنون  
 فاتحہ پڑھتے وہ کیا پہرون کھڑے رویا کئے  
 بات کیا تھی جس سے موسیٰ کو غش آیا طور پر  
 ہو بجلا بجلی کا اک تنکا نہ چھوڑا باغ میں  
 دل بھر آیا رکھ دے رخسار اس نے قبر پر  
 سیر پھولوں کی کرین کس دل سے ہم غریب  
 یان بھی دیوانے تہارے کچھ نہ کچھ لائیکے رنگ  
 فاتحہ پڑھنے وہ بیٹھے تھے کہ میلا لگ گیا

کیا کہیں گے اپنی دل میں دست دشمن دیکھ کر  
 پھول پینے کی ہوس ہوتی ہے گلشن دیکھ کر  
 آپ فرماتے ہیں کیا جلتے ہیں دشمن دیکھ کر  
 پُڑے پُڑے آستین صد چاک دہن دیکھ کر  
 شمع مدفن بن گئے عاشق کا مدفن دیکھ کر  
 آج ہم سمجھے تہا راروئے روشن دیکھ کر  
 مین یہ کہتا ہی رہا میرا دشمن دیکھ کر  
 پھول مڑجھاے ہوئے بالائے مدفن دیکھ کر  
 دوستو نکا غنچہ یاد آتا ہے گلشن دیکھ کر  
 ہوتی ہیں سرگوشیاں محشر کا دہن دیکھ کر  
 آسے پر واسنے لحد پر شمع روشن دیکھ کر

صورتِ مرغِ نظر آزاد ہونے سے رہے  
بات ہی ایسی ہے پھر کیونکر نہ لوٹے روزِ حشر  
اب وہی وہ آئینہ خانے میں آتے ہیں نظر  
ہائے سب اہلِ جن کا نسا سمجھتے ہیں مجھے  
قتل گر محکوم کیا ہے اشکِ باری بھی کو  
سیرِ گل کا نام کیوں لیتے اگر یہ جانتے  
ہم تو سمجھتے تھے کہ اب مٹجائے گا انگارہ  
آج محشر ہو گیا گو غرِ ریاں میں ہوا  
خبرِ خوش آئے کے قاتلِ سبھی مشتاق ہیں

ہم بھی آتے ہیں اے صیادِ گلشن دیکھ کر  
بسل اپنے ہاتھ میں قاتل کا دامن دیکھ کر  
آنکھیں کھوے گئے وہ روئے روشن دیکھ کر  
شاخِ گل پر چار تنکوں کا نشین دیکھ کر  
لوگ کیا سمجھیں گے خون آلودہ دامن دیکھ کر  
دیکھنا ہو گا قفس بھی ہلو گلشن دیکھ کر  
تنگے وہ اور آئینے میں جو بن دیکھ کر  
چیخ اٹھے وہ جو اک ٹوٹا سا مدفن دیکھ کر  
اپنا بیگانہ سمجھ کر دوست دشمن دیکھ کر

اُن کی صورت دیکھ کر جیتے تھے تم تو اے حلیل  
اب کہو کیا دل پہ گزری اُن کا مدفن دیکھ کر

نصیبوں سے ہوا کرتا ہے مرنے کی صورت پر  
یقین تھا رحم آنے کا مجھے اپنی مصیبت پر  
جرس کرتا ہے نالے دل پر اپنے چوٹ لگتی ہے  
مصیبت ہو گئی ہے دوستوں کی چارہ فراموش  
وہ صورت دیکھ کر اپنی یہ صورت ہی نہیں رہتی  
جہاں آئینہ دیکھا پھر کوئی دیکھے نظر اُن کی  
کیا وعدہ ہی کیوں تم نے وفا جب ہونہ سکتا تھا  
تجہ بے ذکر تھے اب چین ہی آتا نہیں و غلط

خدا شاہد ہیں تو ناز ہے اپنی محبت پر  
مگر چہون پکار اٹھی سبنا بھولی صورت پر  
کبھی رکھتے تھے قدرت ہم بھی اظہارِ محبت پر  
غایت تھی جو محکوم چھوڑ دیتے اپنی حالت پر  
ترس آئے تو کیا آئے اُسے میری مصیبت پر  
انہیں خود پیار آ جاتا ہے اپنی پیارِ صورت پر  
مناسب تھا کہ اسکو بھی اٹھا رکھتے قیامت پر  
مریائیت تو تھی ہی آفرین ہے تیری نیت پر



خدا رنگے وہاں قتل عدو کیا وصل عاشق کیا  
الہی شکر ہے اتنی سمجھ تو آجلی اُن مین  
عجب شے حُسن ہے جس نے کیا چرب کا پرہ  
پرٹ پڑتے کس دن گالیان دینے سے کیا حاصل  
یہ پیہم تیشہ فرار سے آواز آتی تھی  
تصدق جائے اس سبکی کے اب یہ حالت ہی  
خزان پیش نظر تھی اُس کیوں پڑتی نہ بھوکو

سبھی آسان ہے اُن کو اگر رکھ لین طبیعت پر  
کہ اب آنکھیں جھکالیتے ہیں وہ نام محبت پر  
تہمین ظالم کوئی کیونکر کہے اس شکل و صورت پر  
میری جان پسند اچھیتی نہیں جرم محبت پر  
یہی سختی ہے تو پتھر بڑین ایسی محبت پر  
کہ رونا بھی نہیں آتا یہاں اپنی مصیبت پر  
وہ ہنستے ہنستے آخر رو دیئے میری مصیبت پر

جلیل خستہ جان ڈوبا ہے گویا بحر معامی مین

مگر اُسکو بھر دیا ہے الہی تیری رحمت پر

وہ آخر بھی شوق دید صدرِ رحمت ہو قاتل پر  
کہو ایمان لاؤ گے نہ اب بھی جذبِ کامل پر  
دوبارہ وہ سہرا ہم متا شا جسلوہ کر کیوں ہو  
تمہارے حُسن کے قربان جادو اسکو کہتے ہیں  
یہ سن بھی اترا تھر کچھ عجب تاثیر رکھتا ہے  
ہمیشہ خون کے دریا مین پیری یہ وہ بچا ہے  
وصوان اُٹھے اگر زندون کو دل سی بزمِ ساقی  
فلک نا اہل ہو دیتا ہے شہرت بے کمالوں کو  
ہو اکی چوٹ سے بھی اپنے شیشے کو بچاتا ہو  
گو اہی دے رہی ہیں آپ چھینٹیں خونِ ناحق کی

لگے پر تیغ قاتل ہے نظر ہے روئے قاتل پر  
لگایا تیر جب تنے کیلجے پر پڑا دل پر  
غرض اتنی ہی تھی آجائے دھبہ ماہِ کامل پر  
وہی ہم ہیں وہی دل ہے مگر قابو نہیں دل پر  
شباب آنے سے جو بن پھٹ پڑا ہے ماہِ کامل پر  
مگر دھبہ نہ آیا دامنِ شمشیرِ قاتل پر  
عجب قدرت نظر آئے گھٹا چھا باؤ کھل پر  
کسی ن انگلیان اُٹھتے نہ دیکھیں ماہِ کامل پر  
جب آہن کھینچتا ہوں ہاتھ رکھ لیتا ہوں دل پر  
شہادت نامہ لکھا ہے مراد امان قاتل پر

نورِ حسن جب چھپتا نہیں دھوکا یہ ہوتا ہے  
ٹھکانا ہو چھتے ہیں سب تہا را مجھے آ کر  
تہین کو شمعِ محفل آج کہنا زیب دیتا ہے  
فقط تم ہو جسے عشاق کے طعنے سے نفرت ہے  
تہا سے دستِ نازک کو سبھی شتاق رہتے ہیں  
تنہا تھی وہ بھگو زنج کرتا اپنے کو پے مین  
کروں تعریف چہرے کی تو زلف اُنکی کیہتی ہے  
تجھے اسے رہ و راہ عدم کیوں اتنی جلد سی  
رگِ گل سے مالتے پھرتے ہیں سوے کراپنا  
حرم کیا بلکہ کیا مین اُسے گھر گھر کچا آیا

نقابِ رخ نہیں ابرِ تنگ ہے ماؤ کا مل پر  
کوئی تصویرِ رواہی لگا دوں مین و ردل پر  
کہ اپنے حسن سے چھائے ہوئے ہو سارِ محفل پر  
وگر نہ بار بار دیکھا ہے ہالہ ماؤ کا مل پر  
اُچلتا ہے کلیجا ہاتھ رکھتے ہو جو تم دل پر  
مرے سے لوثا پھر تاز مین کوے قاتل پر  
تصدقِ رات کا ہے جو ہے رونقِ ماؤ کا مل پر  
ذرا دم لے لیکھا خاک کیا رکھا ہے منزل پر  
وہ ڈورے ڈالنے آئے ہیں گلشنِ مینِ خاں پر  
یہی اب جی مین آتا ہے کہ دستکِ دوں دل پر

حلیل اس راہ مین مسقع نہیں آرام لینے کا  
تھکن اپنی مثالینا پہونچ جانا جو منزل پر

نوکھل کا یہ فتنہ ہے کہ اطمینان پیدا کر  
نہ کچھ سامان پیدا کر نہ کوئی شان پیدا کر  
کرے جو دل کو زندہ دل مین وہ ارمان پیدا کر  
اجل سر پر ہو س دل مین ذرا سا وقت فرصت کا  
مرزہ تصویر کا اُس وقت آئے گا مصور کو  
نہ ہو دیوانہ نعم بیٹھ کر بیرون کی صحبت مین  
ملا ہے یہ سبق اُسکو کتابِ نوجوانی سے

نہ ہو سامان کا پابست یا سامان پیدا کر  
محبت ہے بڑی دولت یہ تا اسکان پیدا کر  
کس پر جان دینا ہے تو پہلے جان پیدا کر  
جو کچھ کرنا ہے پیدا جلد اسے نادان پیدا کر  
کبھیگا اُس سے جب خالق کہ امین جان پیدا کر  
اگر انسان فنا ہے کوئی انسان کچھ پیدا کر  
حیا مین شان پیدا کر ادا مین آن پیدا کر



<p>وہ لذت قتل میں پانی کہ لب پر یہ دعا آئی  مرداے وسعت دل پاؤں بھیلکھن وحشت نو  وہ جس محنت سے جس صورت سے ملتا آئے غنیمت ہو  بھڑک اٹھی تھی جس سے آتش شوق دل ہوئی  بھڑکتی آگ میں لے دل مپنگا کو دپڑتا ہے  سائین گے کہان ظالم خرام ناز کے نقتے  وہ کہتے ہیں تجھے اس حال پر شوق شہادت ہے  تری صورت کا نظارہ بہت دشوار سلنا ہوں  مرے دل کو وہ کھوئیں میں کروں پیدا تا شا  ر لایا خود مجھے ہنس ہنس کے اب ارشاد ہوتا ہو  وہ گویا آئینے میں عکس کو اپنے سکھاتے ہیں</p>	<p>الہی اور بھی میرے لئے اک جان پیدا کر  تقاضا مجھ سے ہو کوئی کھلا میدان پیدا کر  جو یوں پیدا نہ ہو جانان تو کھو کر جان پیدا کر  وہی انداز باتوں میں ترے قربان پیدا کر  تجھے بھی عشق کرنا ہے تو اتنی جان پیدا کر  جو چلنا ہے تو پہلے حشر کا میدان پیدا کر  جگر میں خون پیدا کر بدن میں جان پیدا کر  خدا کے واسطے صورت کوئی آسان پیدا کر  کوئی دن میں کہیں گے جان لیکر جان پیدا کر  کہا تھا تجھ سے کس نے بے ادبے نان پیدا کر  یہ تیور یہ ادایہ تکنت یہ شان پیدا کر</p>
--	---

جلیل اکثر کہا کرتا ہے وہ عینے نفس مجھ سے  
کہ ہم مڑے جلاکین تو سخن میں جان پیدا کر

<p>سوزِ فراق سے ہے بنی اپنی جان پر  ساقی پھر آ رہی ہے گھٹا آسمان پر  ہنسیہ جو غیر سے تو اُسی کے مکان پر  دل کی خبر تو لیتے ہیں یاد اپنی بھیج کر  جلنے سے میں بچا تو فلک کو جلن ہوئی  میں کیا بتاؤں آبلہ پانی کا جبراً</p>	<p>اتنا کہا تھا پڑ گئے چھالے زبان پر  بجلی گرے گی پھر مری تو بہ کی جان پر  بجلی گرائی جاتی ہے کیوں میری جان پر  اُسکی خبر نہیں جو گزرتی ہے جان پر  بجلی زمین سے اُٹھ کے گری آسمان پر  کانٹوں سے پوچھ لو کہ ہے سب کی زبان پر</p>
---	---

<p>آہوں کی فوج لے کے چلی ہے دعا مری مقتل میں سب کے بعد ملی مجھ سے تیغ ناز جسٹان ہو گیا میں گلی تیری دیکھ کر انجام کیا ہو دیکھیے آپس کے رشک کا ہیں رونقِ جہان بھی دو ایک صورتیں انکار کا گمان ہو نہ اقرار کا قیسین میں کیوں کہوں کہ تم کو ستم میں کمال ہے میں جانتا ہوں اُن کو اور اُن کے عتاب کچے اوپنچا بہت ہوا ہے غبارِ دلِ حزن</p>	<p>اچھا ہے کچھ دباؤ پڑے آسمان پر مغفل ہوئی تمام مری داستان پر کھلتا نہیں زمین پہ ہوں یا آسمان پر آیا ہے دل جو یار پہ صد مہرے جان پر تم ہو زمین پہ شمس و قمر آسمان پر یہ بات ختم ہو گئی اُن کی زبان پر بجڑا جاے گا دماغ ابھی آسمان پر بگڑے ہیں اس غرض سے کہ بنجاؤ جان پر اک روز خاک ڈالے گا یہ آسمان پر</p>
---	--

واعظ کو عین وعظ میں وجد آ گیا حلیل

بنت العنب کا نام جو آیا زبان پر

<p>نازک بہت ہو رسم کرو اپنی جان پر یچھے نہ یہ بتا کے گئے آسمان پر ہم تو ہیں تیرے نقشِ قدم پر مٹے ہوے چاتا ہے تیغ کیا کسی دیوانے کا لہو ایک اک ستارہ دارغِ جگر ہے بنا ہوا ناحق یہ کوستے ہو کہ اندھا ہو آئینہ بجلی جو گرتی ہے یہ عنایتِ اُنہیں کی دیکھیں سوالِ وصل کا ملتا ہے کیا جواب</p>	<p>دیکھو کمر کسوند مرے آستان پر بلیتی ہے درِ دل کی دو اکس دکان پر مرتا ہے کوئی نام پہ کوئی نشان پر عالم ہے خار کا تری سوکھی زبان پر کس دل جلے گا مہر پڑا آسمان پر دنیا کی آنکھ پڑتی ہے اچھے جوان پر شوخی سے کی تھی ایک نظر آسمان پر قسمت کا فیصلہ ہے تمہاری زبان پر</p>
--	---



<p>ڈالے نظر تو ایسے مکیلے جو ان پر دعوے کس کو اب نہ رہا آسمان پر روتے ہیں اب کہ پڑ گئے چھالے زبان پر بجلی تڑپ تڑپ کے رہی آسمان پر اب تو قضا بھی کھیل کے آتی ہے جان پر یہ بات دوسری ہے کہ ہیں آسمان پر جو دل میں ہے کسی کے وہ اپنی زبان پر</p>	<p>آئینے سے وہ کہتے ہیں رنکر کھلاہ کج کیا داد و نستم کی ترے مختصر یہ ہے تو کون کا خون چوس کے کانٹے نہال تگر تیری گلی کی خاک پہ لوٹا کیا جو دل نیچ ادا کی دھاک نہ مقتل میں پوچھ جیے خورشید و ماہ ہو نہیں سکتے ترا جواب شب بھر مرے جلانے کو کہتی رہی شمع</p>
---	--

جس کو خدا بنائے وہ عاشق بنے طویل  
کس سُنہ سے لاؤں نامِ محبت زبان پر

<p>کی وہ فغان کہ پڑ گئے کانٹے زبان پر دنیا کی آنکھ پڑنے لگی آسمان پر شاید وہ رہ گئے کسی نے کی دکان پر احسان کر رہے ہیں وہ آج آسمان پر فتنے بھی چل رہے ہیں قدم کے نشان پر رکھے قدم زمین پر دماغ آسمان پر ہم نے تو دل دیا تھا تھہری زبان پر چھایا ہوا ہے ابیر سیاہ آسمان پر پوچھیں گے چل کے پیرِ مغان کی دکان پر مُنہ پھیرے ہنس رہی ہے زمین آسمان پر</p>	<p>گل کی طلب میں بن گئی بلبل کی جان پر سجدہ کیا ہے جب سے ترے آستان پر کھوئے ہوئے حواس کو ڈھونڈوں میں اب کہاں چُن چُن کے عاشقوں کو ملاتے ہیں خاک میں پیر و فقط زمانہ نہیں اُن کی چال کا کہتا ہے نازِ حُسن یہ اُن سے دمِ خرام کس کو خبر یہ تھی کہ نہ پوچھو گے بات بھی لا ساقیا کہ آج دُفتر نہ بند ہے تھوڑی سی بیخودی کی ہمیں بھی تلاش ہے زیرِ لحد چمکتے نہیں میرے دارِ غول</p>
--	--

<p>گل کان ہین لگاے تری داستان پر  وان جب سے چڑھ گیا ہے یہ فقر زبان پر  اڑ اڑ کے اپنی خاک پڑی آسمان پر  رستم کا بھی نہ زوز چلا اس کمان پر  کچھ کچھ ابھی تاک اُس کا مزہ ہے زبان پر</p>	<p>درد اپنے دل کا ملبسِ نالان سناے جا  اک دن کہا تھا مین نے محبت کا ہو بُرا  ہم بھی وہ تھے کہ شکستِ ستم کا عوض لیا  اپنے قدر خمیدہ کو سیدِ حانہ کر سکا  بہنے پایا تھا بادِ وحدتِ ازل کے دن</p>
--	--

بعدِ فنا ہے نام بلند اپنا اے حلیل  
زیرِ زمین بھی جا کے رہے آسمان پر

<p>تارے ہین سجدہ ریز قدم کے نشان پر  اور گل وہ ہین کہ جون کبھی رنگی نہ کان پر  دل مین اگر چھپاؤں تو بنتی ہے جان پر  کچھ عشق منہ نہیں بوڑھے جو ان پر  رہ رہ کے دانت پیستی ہے آسمان پر  جو دل مین ہے وہ انہیں سکتا زبان پر  ہو لطف پھٹ پڑے جو زمین آسمان پر  پھولون کو آسہی ہے ہنسی باغبان پر  سہرا چڑھاؤں پھولون کا مین نشان پر  جیسے ہو بیٹر شام کو سنے کی دکان پر  آواز کے کس رہی ہے زمین آسمان پر  لیکن یہاں کے ہے بھر دسا زبان پر</p>	<p>کیون کر ترا دماغ نہو آسمان پر  آہ و فغان سے بنگلی ملبس کی جان پر  تڑپوں جو لاؤں نامِ محبت زبان پر  سینے سے چرخِ پیر لگاے ہے چاند کو  رہتی ہے اس کے ہاتھوں جو گردشِ آسماں  اوصاف اپنے حسن کے مجھ سے نہ پوچھو  بہو بچی ہے زیرِ عرش برین خاکِ اشتقان  دودن کی ہے بہار چمن اُس پہ ناز کیا  گلاباے داغِ دل کو گلے باندھوں آہ کے  بچشمِ سیاہ دست کا پلکون مین ہے وہ رنگ  اُس مہرِ جبین کے زیرِ قدم جب سے آئی ہے  معلوم ہے سوالِ نکیر مین کا جواب</p>
--	---



لاکھوں تڑپ کے مر گئے تیور وہی رہے چُن چُن کے پھول توڑے مین ببل کے سنے دل توڑ کر مین نالے پہ تالہ اگر کروں مین سوزِ دل چھپانے مین کم شمع سے نہیں	قربان جائیے تری اس آن بان پر بجلی نہ کوئی ٹوٹ پڑی باغبان پر پھٹ پھٹ کے آسمان گریس آسمان پر کاٹوں زبان آد جو آئے زبان پر
--	--

مضمون تازہ ہو کہ نہ ہو لیکن اسے حلیل  
ایسا کہو کہ حسنہ آئے زبان پر

## رویتِ رائے ثقیلہ

چل کر نہ زلف یار کو تو لے صبا بگاڑ عاشق کو ہر طرح ہے مصیبت کا سامنا مین کیوں کروں کسی کو لیکن مکانِ دل موقوف ایک دو پہ نہیں یار کا عتاب ہوتی تھی عاشقوں مین بڑے لطف و سحر ایسے مریضِ عشق کا کس سے علاج ہو نازک مزاج یار کا برتاؤ کیا کہوں آجہون مین عیب بھی ہو تو داخل ہنر مین ہو	اندھیر ہو گا اُس سے اگر ہو گیا بگاڑ اچھا ترا خطاب نہ اچھا بُرا بگاڑ مین کیوں کہوں کسی سے کہ تو گھر مرا بگاڑ اس سے جُدا بگاڑ ہے اُس سے جُدا بگاڑ بیٹھے بٹھائے اپنے کیوں کر لیا بگاڑ پیدا کرے مزاج مین جس کے دوا بگاڑ دو دن رہا ملاپ تو برسوں رہا بگاڑ رکتا ہے سونہ بناؤ تری زلف کا بگاڑ
--	---

اچھا ہوا حلیل سے تم صاف ہو گئے

اغیار نے تو ڈال دیا تھا بُرا بگاڑ

## رولین زائے معجزہ

سلطان عرب کے نورِ نظر سلطان الہند غریب نوازؒ  
ایمان کے شجرِ عرفان کے ثمر سلطان الہند غریب نوازؒ  
اللہ نے رتبہ خاص دیا - ولیوں کا تہین سراج کیا  
وہ سب ہن ستارے تم ہو قمر سلطان الہند غریب نوازؒ  
تم قبلہ جان تم کعبہ دین مین خاک نشین تم عرش نشین  
تم دستِ عظامین دستِ مگر سلطان الہند غریب نوازؒ  
ارشا دہو اب بندہ پرور یہ فیض و عطا کا چھوڑ کے در  
مین جاؤں کہاں مین جاؤں کہ صر سلطان الہند غریب نوازؒ  
طبا کے مراد ملی ورنہ میرا ہے یہین جیسا مرنا  
جو کھٹ ہے تمہاری اور یہ سلطان الہند غریب نوازؒ  
بیچارہ خوشامد و زار ہون مین تم دیکھ لو سینہ فگار نہون  
درکار ہے چارہ دردِ جگر سلطان الہند غریب نوازؒ  
اے خواجہ کخلق معین الدین مقبول ہو عرضِ طویل حنین  
ہو جائے ادھر بھی ایک نظر سلطان الہند غریب نوازؒ

## رولین سین مہملہ

تارے ہوں جس طرح مہِ کامل کے آس پاس

کیا خوش نما ہوں داغِ مرے دل کے آس پاس



<p>دو لحا کی ہے برات کہ یہ قتل گاہ ہے عشاق بار پاتے نہیں بزم یا رسین مشتاہ ہے کہ اتنے لگاے نہ اسکو موت گھر پر مرے حسینوں کا میلانگا ہے آج لیٹے یہ آہ گرم کسی دل جلے کی ہے حاجت نہ دام کی ہے نہ واسنے کی باغبان بمجنون کے اشتباہ سے لیٹے کا ہے حکم</p>	<p>گھٹتے پڑے ہیں سیکڑوں قاتل کے آس پاس پروانوں کا ہجوم ہے محفل کو آس پاس خنجر لیے وہ پھرتے ہیں سبیل کے آس پاس دل ہیچ میں ہے اور ہیں سب دل کو آس پاس بجلی سی کوندتی ہے جو محل کے آس پاس دو چار بھول رکھ دے عناد دل کے آس پاس آنے نہ پائے گرد بھی محل کے آس پاس</p>
---	---

ہمیشہ راے جلیل یہ الفت کی راہ ہے  
ہین راہزن لگے ہوئے منزل کو آس پاس

رویفِ شین معجمہ

<p>صیاد کو ہے بلبلِ ناشاد کی تلاش آفت میں جان اس دلِ ایزد طلب ہے کٹتے نہیں پہاڑ سے دنِ عجبِ یار کے تا شیرِ مٹنہ چھپاے ہوئے ہے تو کیا ہوا آوارگانِ عشق کو تم ڈھونڈتے ہو کیا کچھ کم نہیں رہے لئے جو رجھاے دل جوشِ جنون یہی ہے جو مرزگان کی یاد میں اس کے نئی طرح کا ہوا ہے جنون مجھے</p>	<p>بلبلِ مین ایک ہم کو ہے صیاد کی تلاش ہر روز اک نئے ستمِ ایجاد کی تلاش اتو ہے بجکوتیشہ فراد کی تلاش خالی نہ جا کیگی مری سرِ یاد کی تلاش بیخادہ ہے کہتِ بردار کی تلاش میں کیوں کروں کسی ستمِ ایجاد کی تلاش رگ رگ کو ہوگی نشترِ فساد کی تلاش زنجیر کی ہے فکر نہ خدا کی تلاش</p>
--	--

جس طرح ڈھونڈتا ہو شکاری شکار کو کافی ہے میرے واسطے صورتِ فکرِ خیال رنج و الم ہو درد ہو داغ و سراق ہو ہین امتحانِ غیر میں کیا کیا رکاوٹیں قسمت نے وی نجات نہ بھگو تلاش سے	اُس کی نظر کو ہے دلِ ناشاد کی تلاش مانی کی جستجو ہے نہ بہزاد کی تلاش ہر ایک کو ہے عاشقِ ناشاد کی تلاش خنجر جو ملکیا تو ہے جلا دکی تلاش دلبر ملا تو ہے دلِ ناشاد کی تلاش
--	---

لاتے تھے لے جلیل وہ مضمونِ عرش سے  
کچھ پوچھیے نہ حضرتِ استاد کی تلاش

## روایتِ صادقہ

اترے تیری زلفِ سیہ فام کے خواہ بیجا چشمِ یار کو شاید مفید ہو لے شوخ عشوہ گر تری چشمِ سیاہ میں آپا یہ لب پہ اور گیا درو دل مرا آہ و فغان و نالہ و بیتابی و پیش مُڑے مرے لگا دے کہ ہو جائے امتحان حیران ہوں کہ پیرِ مغان کے لباسِ مٹھا گزرے مزارِ حرم پہ تو آئے ہمیں نظر	اک مرغِ جان کے حق میں ہین سوداگر خواہ پوچھیں کسی طبیب سے با دام کے خواہ میں دیکھتا ہوں گردِ شہرِ ایام کے خواہ اکسیرِ حرم بڑھکے ترے نام کے خواہ نامِ خدا یہ ہین دلِ ناکام کے خواہ سُن تو چکا میں پیرِ مغان جام کے خواہ آئے کہاں سے جامِ احرام کے خواہ لکھے ہوئے بخوطِ جلی جام کے خواہ
---	---

اوصاف کچھ نہ پوچھیے ہم سے جلیل کے  
ہین اُس میں ایک زبرے آشام کے خواہ



## روایتِ ضا و معجزہ

جنگو حاصل ہے شب و روز وصالِ عارض  
اور کیا تجھ کو دکھائیں وہ کمالِ عارض  
روز کا جل سے بناتے ہیں وہ خالِ عارض  
بکھرے بالوں میں کوئی دیکھے جمالِ عارض  
آج ہوتا کسی معشوق کا خالِ عارض  
یہ ہے گیسو کی طلب وہ ہے سوالِ عارض  
دام و دامن ہے چمن میں خط و خالِ عارض  
یہ بہاؤ جسم گیسو یہ جمالِ عارض  
اس نے بھی دیکھے ہیں شاید ترے خالِ عارض  
صبح سے بیٹھتے ہیں لے کے خیالِ عارض  
وہ تو ہے سلسلہ زلف یہ خالِ عارض  
ذہن میں آ نہیں سکتی ہے مثالِ عارض  
چاہتے ہیں کہ بنیں آپ کے خالِ عارض  
پہلے اتنے تو نہ اے یار تھے خالِ عارض

کیا نصیب کے زبردست ہیں خالِ عارض  
اے فلک دیکھ لیا تو نے زوالِ رہ و ہر  
اس نظر سے کہ نہ آئینے کی لگ جائے نظر  
رات ہی کو تو قمر نورِ نشان ہوتا ہے  
دل پر داغ کے ہوتے جو ستارے اچھے  
دل بھی میں دید و ن کروں جان بھی اپنی مست  
آپ کے حسن کو قدرت نے بنایا صیاد  
دل یہ کہتا ہے کہ دن رات رہے پیش نظر  
گرم فریاد ہے جلتا ہے تڑپتا ہے پسند  
کیا کہیں تم سے گزرتے ہیں دن اپنے کیونکر  
شب ہجر اور شب وصل کی شبیہ یہ ہے  
کہد و بھولوں سے نزاکت تو اسے کہتے ہیں  
ٹوٹنا چرخ سے تاروں کا اسی شوق میں ہی  
تجھ جو آنکھ پڑی چھوڑ گئی تل اپنا

ذاتِ واحد کے تصور میں رہو محوِ جلیل

یادِ گیسو ہے نہ اچھی نہ خیالِ عارض

## روایت طائے مہملہ

الفت کا عہد کر کے نباہیں غلط غلط  
کیونکہ وصال غیر کا الزام دیجئے  
قائل نہیں میں اُسکی محبت کا نامہ بر  
اغیار و روض عشق سے آگاہ بھی نہیں  
اے دل خیال کو چہ گیسو کو چھوڑ دے  
کہتے ہیں عاشقوں میں تسلی ہلاکی ہے

وہ بھی مری طرح مجھے چاہیں غلط غلط  
کہتی ہیں اُن کی پاک نگاہیں غلط غلط  
تو نے سنی ہوں یار کی آہیں غلط غلط  
کروٹ بدل بدل کے کراہیں غلط غلط  
ٹے ہو سکیں یہ پیچ کی راہیں غلط غلط  
بہنچیں کسی کی عرش پر آہیں غلط غلط

بجلی سے کون آنکھ لڑاے گا اے جلیل  
دیکھی ہوں تو نے اُسکی نگاہیں غلط غلط

## روایت طائے معجمہ

بیٹھ جا کر سر سر و اعظ  
مے تو جائز نہیں یہ جائز ہے  
بند کرتا ہے در تو یہ کیوں  
واعظون کی مین کروں کیا تعریف  
میکشون ہی کر لئے ہے یہ بات  
دیکھ کس رنگ کے اٹھی ہے گٹا  
کس طرح پیٹے ہیں پینے والے

ہو گیا تو تو سر سر و اعظ  
روز کھاتا ہے مرا سر و اعظ  
کھو لکر و اعظ کا دست و اعظ  
گھر میں بیخوار ہیں با سر و اعظ  
جو ہے دل میں وہی لب پر و اعظ  
یہ کرا ب و اعظ کا دست و اعظ  
دیکھ لیں ناب کو شر و اعظ



<p>موت بھی آتی ہے تو جیسے سے  سختیاں زندون پر کرتے کرتے  آتش تر کا جو پڑ جائے مزہ  زند آپے سے جو باہرین تو ہوں  شیشہ دل کا خدا حافظ ہے  ذکرے وعظ من جب آتا ہے  پسکے آنکھوں سے لگاتا ساغر</p>	<p>آگیا زندون میں کیونکر واعظ  عقل پر پردے پتھر واعظ  بھونکے وعظ کا دست روا  تو نہو جائے سے باہر واعظ  تیری ہر بات ہے پتھر واعظ  جھومتا ہے سبب روا  پڑے جو لیستنا خط ساغر واعظ</p>
	<p>محفل وعظ من کیون جاؤں جلیل  ہین مجھے شیشہ وساغر واعظ</p>
	<p>رولیت عین مہملہ</p>
<p>درد و جگر کی جب نہوئی دل کو اطلاع  کیا فائدہ کہ اُن سے کرین عرض حال ہم  پتھو لون کو دیکھو دیکھو کے کیا کیا تھے پیچھے  ہوتا ہے دل میں شوق شہادت جو موجزن  پیر سخاں سے راز چھپانا فضول ہے  جانا ہے جب بہار کو جائیگی باغ سے  تھکو تو راہ عشق میں چلنے سے کام ہے  درونگو تھامے وہ شاطر کی آنکھ سے</p>	<p>پھر خاک ہوگی اُس بت قاتل کو اطلاع  ممکن نہیں کہ دل کی نہ ہو دل کو اطلاع  دام و قفس کی تھی نہ عسنا دل کو اطلاع  شہرگ پھر کسے دیتی ہے قاتل کو اطلاع  ہر بات کی ہے مرشد کامل کو اطلاع  ہوا سے صبا ابھی نہ عناد ل کو اطلاع  منزل کی ہوگی رہبر منزل کو اطلاع  کاجل اڑا لے اور نہو دل کو اطلاع</p>

رندان بادہ نوشش کا نشہ اُتر چلا وحشی ترے نخل گئے زندان سے اس طرح بمجنون ہے ساربان مگر لطف دیکھیے	ہو جائے کاش ساقی محفل کو اطلاع دربان تو کیا ہوئی نہ سلاسل کو اطلاع ناقے کو ہے نہ صاحب محفل کو اطلاع
--	---

یہ ہے کمال اسکی لطافت کا اے جلیل  
دل میں رہے وہ اور نہ ہو دل کو اطلاع

روایت غنیمتِ معجزہ

دنیا میں ہر بلا سے ہے بڑھکر بلا سے داغ فطرت میں ہو جو عیب تو اسکا علاج کیا آئین تو آئین نامہ و پیغام اس طرح اس شکوے پر کہ دل میں جلن انتہا کی ہے بلبل کا رنگ موسمِ گل نے بدل دیا انگارا آگ کا دل سوزان ابھی سے ہے جس پر چمن ہو صدقے وہ غنچہ ہی تو ہے کرتا ہے گر علاج تو سن لے یہ چارہ گر	دشمن کو بھی خدا نہ کیا دکھائے داغ شبِ نیم ہزار دھوے نہ لالے کا جائے داغ کوئی دوا سے درو ہو کوئی دوا سے داغ کہتا ہے بیوفا ہے ابھی ابتلا سے داغ اب تو خوشی کے پھول ہیں دل میں کھائے داغ اور آگے آگے دیکھیے کیا گل کھلائے داغ اتنے سے دل پر ہمنے ہزاروں اٹھائے داغ اک درو بھی ہے دل میں ہار سوائے داغ
---	---

داغِ فراق داغ کو برسوں ہوئے جلیل  
اب تک زبانِ اہل زبان پر پائے داغ

روایتِ فا

ذو بحرین



<p>دل گیا زلف پریشان کی طرف  بہر بڑھیں زلفین سوروسے نکلا  اے اجل تیری تواضع ہے محال  پاؤں لگجاتے ہیں آتے ہی بہار  آنکھ اٹھتے ہی سوروسے حبیب  لیکے دل میرا یہ کہتا ہے وہ بت  حشر کر آئے وہ کشتون بین ہیا  پنی گیا دل کا مرے سارا لہو</p>	<p>مین چلا گھر سے بیابان کی طرف  بہر گھاٹا ٹھنی گلستان کی طرف  جان جانے کو ہے جانان کی طرف  ہاتھ بڑھتے ہیں گریبان کی طرف  رخ کیا اشکون نے دامان کی طرف  اب نظر اپنی ہے ایمان کی طرف  جب گئے گور غریبان کی طرف  اک ذرا دیکھو تو پیکان کی طرف</p>
---	---

اُسکی رحمت کی طرف دیکھو جلیل  
کیون نظر کرتے ہو عصیان کی طرف

## روایت قاف

<p>بڑے مرے کا زمانہ تھا وہ زمانہ عشق  لگائے تیر جو دل پر وہ ہے ترانہ عشق  ٹپک رہے ہیں دُرا شک نوک مرگاہ سے  زبان کاٹی ہے تم نے جو اپنے کشتون کی  کیا ہے تابِ فلک گو تڑپ کے دل میرا  ٹے ہیں دارغِ المِ اُن مین رنگِ خونِ کمر  نہ پوچھیے ارنی اور لہن ترانی کو</p>	<p>سیر نیاز تھا جب وقفِ آستانہ عشق  کرے جو کام فسون کا وہ ہے فسانہ عشق  لگا رہی ہے مری چشم تر خزانہ عشق  وہ کہہ رہے ہیں لبِ زخم سے فسانہ عشق  مگر ابھی ہے بہت دور آستانہ عشق  بن رہا ہوں مین دل کو نگار خانہ عشق  یہ حُسن کا ہے فسانہ وہ ہے فسانہ عشق</p>
--	---

وہ جانتے ہیں گڑا ہے یہیں خزانہ عشق  
 کہ مرغِ دل ہو مرا اور آشیانہ عشق  
 کبھی سنا نہیں تم نے مگر فسانہ عشق  
 کہ ڈھونڈتا ہوں مین ویرانے میں خزانہ عشق  
 کہ میرے دام میں آجائے کوئی دانہ عشق  
 نہ جب تک اُسکو سنا تا کوئی فسانہ عشق  
 اسی کے دم سے ہے قائم بنائے خانہ عشق

وہ تاک تاک کے سینے پہ کیوں نہ وار کر دین  
 چمن ہو یا نہوا اللہ سے دعا یہ ہے  
 نہ اینڈ اینڈ کے پھولوں کی سیج پر سوتے  
 صدا سے قیس یہ صحرا سے اب تک آتی ہے  
 لگا داس لئے ہے اُس کے خالِ عارض پر  
 سنا ہے قیس بہلانا تھا لڑکپن میں  
 کر دین نہ خانہ خرابی کی قدر کیوں عشاق

دعا ہے یہ مغان بھی عجب دعا ہے جلیل  
 خدا کرے تجھے مستِ شراب خانہ عشق

نہ وہ دماغ نہ وہ دل نہ وہ زمانہ عشق  
 سنا کیا ہوں لبِ گور سے فسانہ عشق  
 کبھی نہ گل ہوا ہی چسراغ خانہ عشق  
 خدا کرے کبھی خالی نہ ہو خزانہ عشق  
 عجب کند ہے بوسے شراب خانہ عشق  
 سنو نہ تم کہ بہت گرم ہے فسانہ عشق  
 غنی وہ ہے جسے اللہ دے خزانہ عشق  
 اُسی کے ہاتھ بھی آیا دُرِ یگانہ عشق  
 جو تم سنو تو سناؤں کوئی فسانہ عشق  
 کھلا ہوا ہے یہاں بھی درِ خزانہ عشق

کہانِ ہم اور کہانِ اب شراب خانہ عشق  
 ہوا ہے شہرِ خموشانِ مین جب گزر میرا  
 خیالِ رخ پہ ہے موقوفِ دلکی آبادی  
 بھرے ہوئے ہیں جینانِ سیتنِ دلِ مین  
 گئی دماغِ مین جس کے کیا اسیر سے  
 کہیں ہے دماغ کا مضمون کہیں ہو سوز کا ذکر  
 غلط ہے صاحبِ دولت کو گر غنی کہیے  
 جو غیرِ غم مین گرا ہاتھ دھوکے جینے سے  
 تمام عمر اسی صحرا کی خاک چھانی ہے  
 بنے مین جب سے وہ یوسف ہر ایک کا ہے



کسی پہ دل کا تھا آنا کہ تجو دی چھپائی جب اُن کے دل میں یہ آتی ہے کچھ سینے کا چمک کے داغ یہ کہتا ہے دل کی آہوں سے یہ جانیے کہ لگی ہاتھ دوست کو نہیں	سمند ہوش کو آفت ہے تازیانہ عشق تو مجھے کہتے ہیں چیرہ کوئی تراز عشق ہو اسے بچہ نہیں سکتا چرخ خانہ عشق ملے جو خرمن ہستی سو ایک دانہ عشق
---	--

یہاں ایاز ہے آغا غلام ہے محمود  
جلیل کیا میں کہوں تم سے کارخانہ عشق

## ردیفِ کافِ عربی

ترے در و دکھاؤں دل احباب کہاں تک تاروں میں نموداری ہتھاب کہاں تک دیوانے کو سمجھائیں گے احباب کہاں تک سوچو تو ذرا آگ پہ سیما کہاں تک ترے گالہی دل بیتاب کہاں تک پانی کی طلب تھی بے آب کہاں تک بھولیں مجھے بچھڑے ہوئے احباب کہاں تک یہ دیکھتے ہیں صبر کی ہے تاب کہاں تک مہنہ دھو لیکہ شبنم سے یہ ہتھاب کہاں تک ہو پر ہوش ماہی بے آب کہاں تک برہمنی صحبت احباب کہاں تک	ترے ہون صفت ماہی بے آب کہاں تک افشان کی چمک چہرے پر شب بھر کی ہے جب فصل گل آئے گی چمک جائیگا سودا مشکل ہے کہ دل دستِ حنائی میں ٹھہر جائے کاندھونہہ جازے کو سنبھلنے نہیں دیتا اے چشم اب اک اشک بھی دل میں نہیں باقی اک داغ نہیں کتنے کلجے میں ہیں ناسور عاشق کا ستانا انہیں منظور نہیں ہے قدرت کا دیا بلغ کبھی مٹ نہیں سکتا بے شربت ویدار کے دل زندہ رہو خاک کرتے ہیں گلہ چرخ سے غنچے بھی چمک کے
---	---

مرنے سے کوئی خوش ہو تو مٹا ہی اچھا  
آخر گفت مجنون نے لیا دامن لیسے  
ہو دست پری مین جو چھلکتا ہو اس غم  
وہ آپ تو شوخی سے بنے جاتے ہیں جب سلی  
ناز کے رگ جان مری اے سطرپ تر دست  
اہمت ہے تو خود فیصلہ کر لین گے ہم ان سے  
کہہ دو شب ہجران میں اجل آ کے سلاوے  
موسیٰ پہ ہے اے جلوہ حنان عبث الزام

بیتاب رہوں صورت سیاب کہا نک  
در بار جنون میں ادب آداب کہا نک  
انسان ہوں میں صبر کی ہو تاب کہا نک  
مجھ کر ہے یہ ارشاد کہ بے تاب کہا نک  
نشر زنی جنبش مضرب کہا نک  
خیرت ہے تو زنت کش احباب کہا نک  
چشم نگران منتظر خواب کہا نک  
بجلی جو گرے لائے کوئی تاب کہا نک

رہنے دو جلیل اب کوئی سفتا نہیں آکو  
افسانہ در و دل بیتاب کہا نک

دل کو پیش ہجر کی ہوتا ب کہا نک  
کچھ اور وہ ٹپا گئے یوں دیکھے تسلی  
یہنا ہے اگر دکھ تو آ خوشش میں آؤ  
لے چرخ شب غم کی بھراب نہ ملیگی  
یان کو ج کی آتی ہے صدا چار طرے  
ہے تیری جوانی کہ پھٹی پڑتی ہے ظالم  
یان ساتھ ترپنے کے ہے رونیکا مزہ بھی  
باز آؤ تنافل سے جوانی پہ نہ بھولو  
دو دن کی یہ زینت نہیں لے چرخ گوارا

ہم پہلو آتش رہے سیاب کہا نک  
بیتابی دل اے مرے بیتاب کہا نک  
تم دور ہو اچھے دل بیتاب کہا نک  
ڈھونڈے گالیے مشعل مہتاب کہا نک  
دو ہاتھوں سے ہو ماتم احباب کہا نک  
پھر کوئی سنبھالے دل بیتاب کہا نک  
ترپے گی بھلا ما ہی بے آب کہا نک  
ہوتی ہے کوئی دم میں سحر خواب کہا نک  
بالائے لحد چادر مہتاب کہا نک



کھول اچھی طرح آنکھ ذرا رنگ چمن دیکھ لنا ہے قیامت میں تو آجائے قیامت غم کھا کے رہو ست اگر زیست ہے منظور بکھری ہوئی زلفین رُخ روشن سے ہٹاؤ اے ضعف خدا کے لئے کچھ تو ہی مدد کر	اے نرگس مخمور شکر خواب کہانتک پچھڑے رہیں پچھڑے ہوئے اجا کیا ہنک یا ران قفس بے خور و بے خواب کہانتک بس ہو چکی سیر شب مہتاب کہانتک مڑ پائے گانجکودل بیتاب کہانتک
---	--

چل میٹھو جلیل اب کسی سینا نے من چھپکر  
یہ وعظا رہمہر و محراب کہانتک

### رولیف کاو فارسی

وہ کبھی دیکھنے جاتے نہیں گلزار کارنگ کیا کہوں تیرے گدہوں سے اُداسی گھر کی خونِ عاشق کے تصدق سے ہے اے تیغِ گن سر کو ٹکراتے گزرتی ہے مجھے وحشت میں چشمِ بیمار تمہاری تو ہے اچھی لیسکن شوخی میں آپ تو باتیں بھی ہیں شوخی سے بھری ایک بوسے پہ بھی پوچھا نہ کسی نے دل کو تم ہو یوسف مگر اب کوئی زلیخا تو نہیں اشکِ خون سے جو کیا کرتی ہے بلبل چھڑکا آمدِ فصلِ جوانی کی خبر دیتا ہے	کہتے ہیں گل نہ آرا میں مگر خسار کارنگ اب تو دیکھا نہیں جانا درود یوار کارنگ لبِ معشوق سے بڑھکر لبِ سونار کارنگ دیکھئے آکے کسی دن درود یوار کارنگ نظر آتا نہیں اچھا دل بیمار کارنگ لب پہ جمنے نہیں پاتا کبھی افسار کارنگ آج پھیکا ہے بہت عشق کے بازار کارنگ حسنِ کامول کر دیکھ کے بازار کارنگ سچ تو کہتی ہے مرے دم سے گلزار کارنگ ہلکا ہلکا یہ ترے بھول سے خسار کارنگ
--	---

<p>سُرخ پوشاک میں گویا تھی پہی لے قاتل  رنگ دیکھے ہیں ہزاروں چین عالم میں  یہ سمجھ لو چین عشق میں آئی ہے بہار  چھابھڑی چھوٹی رہتی ہے فلک پر شب بزم  اُسکی باتیں نہیں تو نے گھڑی میں دل سے  کوئی ایسا نہ لاکھو حسین جس میں ہو  جل گئے آتش غم سے جگر و دل دونوں  رنگ لائے ہیں غضب قیس کے زخمی تلوار</p>	<p>ہائے وہ خون میں ڈوبی ہوئی تلوار کا رنگ  سارے رنگوں سے نرالا ہے مرے یار کا رنگ  پوچھتے کیا ہو مرے دیدہ خونبار کا رنگ  یہ ہے ان روزوں مری آہ شرر بار کا رنگ  نامہ بر چھپ نہیں سکتا ہے لب یار کا رنگ  تیری رفتار کا جادو تری گفتار کا رنگ  مگر اب تک ہے وہی دیدہ خونبار کا رنگ  بھول سے بڑھکے ہے صحرا میں ہر اک خار کا رنگ</p>
---	--

گر گئی شوکتِ جم اس کی نگاہوں سے حلیل  
جس نے دیکھا شرِ محبوب کے دربار کا رنگ

## ردیفِ لام

<p>اگرچہ سن نہیں اُن کا حجاب کے قابل  دن آفتاب کے شب مابین کے قابل  وہ پڑھ چکے مرا نامہ تو نامہ برسے کہا  اب آؤ رکھ لوں چپساکر تہین کلجے میں  بٹائی آج اُنہیں ہم نے ایک فخرے میں  جو میں نے جوم لیا تھو الگ وہ جا بیٹھے  کوئی حسین بھی اسے کاش حلیہ ملتا</p>	<p>مگر ابھی سے ہے صورت نقاب کے قابل  مرا دل ایک بُت لا جواب کے قابل  جواب ہے کہ نہیں ہے جواب کے قابل  ہوے ہو خیر سے شرم و حجاب کے قابل  یہ لب میں پھول سے جامِ شراب کے قابل  مرا سوال نہ ٹھہرا جو اس کے قابل  ملا تھا دل جو ہمیں مضطرب کے قابل</p>
--	--



<p>نہ انتظار کے قابل نہ خواب کے قابل          مرا سوال تو ٹھہرا جواب کے قابل          ہمیں ہن کیا دل خانہ خراب کے قابل          جفا و جور کے لائق عذاب کے قابل          نہ تھا خدنگ بنگا و عتاب کے قابل          گلوے خشک سے تیغ خوش آ کے قابل          نقاب پر بھی ہے جو من نقاب کے قابل          مگر ہوا شر بھی اپنا شراب کے قابل          فقیر ہے یہ در بو تراب کے قابل          اگر کسی کو سمجھی خطاب کے قابل</p>	<p>کسی مرض کی دوا چشم اشکبار نہیں          جواب صاف دیا آپ نے دیا تو ہی          یہ کیا بلا ہے کہ دیتا ہوں جس کو کہتا ہے          نہ چاہتے جو تہین ہم تو آج کیون ہوتے          کس نہ لطف سے دل کو شکا رکھنا تھا          دیا ہے آج یہ مین نے پیام قاتل کو          جھپٹا کے منہ کو وہ خوش ہن خبر نہیں اس کی          شراب دینے مین پیر معان کو بھل نہیں          ہوا ہوں خاک نشین یوں کہ آسمان سمجھے          مرا گمان تو یہ ہے بولتی تری تصویر</p>
---	---

جلیل کو ابھی زندون مین کون پوچھے گا  
 وہ ہو تو لے کہیں بزم شراب کے قابل

<p>یہ منز لین مین اُسی آفتاب کے قابل          یہی بہت ہے وہ سمجھے عتاب کے قابل          مگر سدا یہ رہی اجتناب کے قابل          جو دل نہ ہو تپش اضطراب کے قابل          جو سمجھے بھی تو نہ سمجھے جواب کے قابل          ٹھہر چکا تھا مین تیغ عتاب کے قابل          ابھی نہیں ہے یہ اُن کی نقاب کے قابل</p>	<p>یہ چشم و دل مین بت لا جواب کے قابل          ہم ایسے کہتے تھے کہ ہوتے خطاب کے قابل          ہزار روپ نکالا عروس دنیا نے          وہ ہدیہ نگہ پار ہو نہیں سکتا          وہ پہلے تو نہ مرے خط کا مدعا سمجھے          بھلا ہو چشم مروت کا آگئی آڑے          الہی اور دے وسعت نگہ کے دامن کو</p>
--	--

<p>عروس تیخ نہیں کیا حجاب کے قابل          مرا سوال نہ تھا اس جواب کے قابل          پیالیاں ہیں یہ ساقی شراب کے قابل          یہ گھر رہا نہیں شرم و حجاب کے قابل          یہ تیخ تیز ہے دستِ شباب کے قابل          ابھی نہیں میں سوال و جواب کے قابل          وگرنہ شکل کہان تھی نقاب کے قابل          نہ تھا یہ پھول تو رنگِ عتاب کے قابل          کہ خواب آئے جگہ ہو جو خواب کے قابل</p>	<p>ہیشہ میان سے باہر تم اس کو رکھتے ہو          سکوت سے دل ایسا دروازہ ٹوٹ گیا          چمن میں کیسی جھی ہے قطار پھولوں کی          اب ان کی آنکھ ہے اور شوخیان قیامت کی          ابھی سے غم کی لیتے ہو اپنا سون کچھ          تھکا ہوا ہوں نکیرین سے کہو دم لین          کیا ہے شمع نے گھونگٹ یہ تم سے شراب کر          ستم ہے آپ کے چہرے سے ہو عیان غصہ          جھٹ ہے دیدہ پُر خون کو رنجِ بیخوابی</p>
--	---

جلیل شرم وہی انتخاب ہوتا ہے  
 کہے جو آپ کہ ہوں انتخاب کے قابل

## رولینِ مہم

<p>یہ جانتے تو دل نہ لگاتے کسی سے ہم          کھوے ہوئے ہیں اپنی نظر میں ابھی سے ہم          اس ہیکسی میں چھوٹ گئے بے بسی سے ہم          تنگ آ گئے ہیں یار تری نازکی سے ہم          بیوجہ بدگمان رہے آرسی سے ہم          جب تک تری گلی تھی نہ نکلے گلی سے ہم</p>	<p>نالان حین زندگی سے تو بیزاری سے ہم          بیخود کرین گئے حشر میں ہو کر وہ بے نقاب          دل مٹ گیا بلا سے فراغت تو ہو گئی          بندھتا نہیں خیال بھی پورا کبھی ترا          خوبین تم اس قدر ہو ہمیں اب کھلائے مال          اُس کی بھی خاک اڑ گئی ساتھ اپنی خاک کے</p>
--	---



ہاں لے کے تیج خون کا دریا بہا ہے  
 سستے ہین گرم ہو گا قیامت میں آفتاب  
 اس در سے جب اٹھیں گے توجہ کو جانگے  
 دست سبوچ کی تھی جو توبہ وہ یاد ہے  
 لے شیخ مرتے مرتے بچے ہین پیے بغیر  
 زخم جگر کو دیکھو تو کیسا حال ہو گیا  
 برقی جمال اس میں چمکتی رہی اگر  
 دیر و حرم کو چھوڑ گئے آئے تھے یہاں  
 کیا جانے کیوں خفا ہوئے اگر وہ خواب میں  
 بلبیل ہین بناؤ گے اپنا نہ تھی خبر  
 اچھا سلوک تو نے کیا یا ر دل کے ساتھ

بیٹھے ہین ہاتھ دھوے ہوئے زندگی سے ہم  
 رکھتے ہین شعل آتش تر کا ابھی سے ہم  
 رستہ نکال لیں گے تمہاری گلی سے ہم  
 اب ہاتھ کیا اٹھائیں بھلا میکشی سے ہم  
 عاصی ہوں اب جو توبہ کرین میکشی سے ہم  
 باز آئے مہربان تمہاری ہنسی سے ہم  
 سینکین گے اپنی آنکھ تری آری سے ہم  
 جائیں کہاں اب اٹھکے تمہاری گلی سے ہم  
 فرماتے ہین کہ اب نہ لیں گے کسی سے ہم  
 کہتے تھے بھول رخ کو تمہاری ہنسی سے ہم  
 ٹکڑے اٹھا کے لائے ہین تیری گلی سے ہم

ہر روز چاہیے انہیں کوئی پری جمال

آفت میں ہین حلیل کی دیوانگی سے ہم

## روایتِ نون

اُن سے ہم حضرت موسیٰ ارنی کہتے ہین  
 اندر اندر اسے ناوک ٹگنی کہتے ہین  
 آفرین اُن کو اویس قرنی کہتے ہین  
 یا محمد جو دمِ نسر زنی کہتے ہین

سب جنہیں سیر کئی مدنی کہتے ہین  
 تیر مرزاگان سے کیا طاہرِ سدرہ کو شکار  
 جان دیتے ہین جو بے دیکھے شہِ بیضا پر  
 عرشِ اعظم کو ہادیتے ہین عشاقِ رسول

اور تو جائیں مدینے کو رہیں ہم محسروم ہند میں تن ہے مرا جان مری طیبہ میں ہو نظر لطف کی بہر شہ جیساں مجھ پر چار یار آپ کے حامی مرے ہو جائیں جن میں کیا کہوں کون ہیں جن کے لئے دیوانہ ہوں	دیکھ اے چرخ اے دشمنی کہتے ہیں اس کو عشاق غریب الوطنی کہتے ہیں جن کو سب لوگ حسنی حسنی کہتے ہیں عمر و حیدر و صدیق و غنی کہتے ہیں سب انہیں سید کئی مدنی کہتے ہیں
--	---

نعت احمد بن حنبل  
بارک اللہ اسے رنگین سخنی کہتے ہیں

یہ جو سر نیچے کئے بیٹھے ہیں جان ہم سبزہ خط پردے کر دل کو ہم ڈھونڈتے ہیں چار طرف واعظو چھیڑو نہ رندوں کو بہت گوشے آئینل کے ترے سینے پر دست وحشت کو خبر کر دے کوئی ہاے پوچھو نہ تصور کے مرے آپ کے ناز اٹھانے والے بل جبین پر ہے خدا خیر کرے اس توقع پہ کہ لین وہ تلوار جان دیدین گے تمہارے در پر	جان کتنوں کی لئے بیٹھے ہیں زہر کے گھونٹ پیے بیٹھے ہیں اور یہاں آپ لئے بیٹھے ہیں یہ سمجھ لو کہ پیے بیٹھے ہیں ہاے کیا چیز لئے بیٹھے ہیں ہم گریبان سے بیٹھے ہیں گود میں تم کو لیے بیٹھے ہیں جان کو صبر کئے بیٹھے ہیں آج وہ تیغ لئے بیٹھے ہیں سہیلی پہ لئے بیٹھے ہیں ہم اب اٹھنے کے لئے بیٹھے ہیں
--	---

اور کیا چاہتے ہو ان سے حلیل



## ہاتھ میں ہاتھ دیے بیٹھے ہیں

ترپنے پر مرے منہ پھیر کر آنسو بہاتے ہیں  
 ستانے کی طرح یہ محسن والے کب ستاتے ہیں  
 وہ جلتے ہیں جو ہکو وکھیر ہم بھی جلاتے ہیں  
 انہیں غصت ہوئے مدت ہوئی بھولے نہیں اب تک  
 ملایا ایک تو آنکھوں کے آگے خاک میں دل کو  
 کسی نے جھکو جب پوچھا تو ہنس کر آپ یوں بولے  
 وہ کیا جانے ابھی معشوق بننا ہے کوئی کیونکر  
 انہیں جب سر و قدم نے کہا تو ہنس کے فرمایا  
 دل پر دواغ کو یوں مانگتے شرم ان کو آتی ہے  
 بڑے ہمدرد و ہنکراتے ہیں اللہ مرے ہمدردی  
 کسی دن تم نے رکھا تھا حنائی ہاتھ سینے پر  
 ہمارا دل ہے تو ملتا ہے جسکو اپنے تلوں سے  
 پڑے جب نیل لب پر میرے بوسوں کو تو فرمایا  
 جگر میں ڈوبنے سے ہے جو خون آلودہ تیرا نکا  
 فضا دل کے چمن کی کھپ گئی ہے اچھی آنکھوں میں

تنفر کا بھی ہے اظہار چاہت بھی جاتے ہیں  
 ہمارے دل میں بیٹھے ہیں کلیجہا کھائے جاتے ہیں  
 دکھا کر امن کو تصویر اُنکی سینے سے لگاتے ہیں  
 گلے ملکر وہ کہنا لو خدا حافظ ہے جاتے ہیں  
 بھر اُسپر یہ ڈھٹائی دیکھئے آنکھیں ملاتے ہیں  
 یہ میرے ساتھ رہتے ہیں مریخزے اُٹھاتے ہیں  
 محبت کا جو سن لیتے ہیں چرچا کانپ جاتے ہیں  
 جو یہ سچ ہے تو پھر آنکھوں میں ہم کیونکر سماتے ہیں  
 چمن سے توڑ کر اک پھول لالے کا دکھاتے ہیں  
 مرے دم پر بنی ہے آپ بیٹھے مسکراتے ہیں  
 خدا شاہد ہے ٹھنڈک آج تک ہم دل میں پاہیں  
 ترانا کو ہے جسکو ہم کلیجے سے لگاتے ہیں  
 یہ کیا کرتے ہیں آپ اس نعل کو لالہ بناتے ہیں  
 مراول ہاتھ میں لے لیکے پکیان سولاتے ہیں  
 نکلتے ہیں وہ جب گھر سے یہیں شریف لاتے ہیں

پڑے کیا ہو حلیل اٹھو بڑی قسمت تمہاری ہو

جنہیں تم یاد کرتے تھے ابھی دیکھو وہ آتے ہیں

جو کچھ کہیے تو کہتے ہیں مرے ارمان نکلتے ہیں

جگر میں چٹکیاں لیتے ہیں وہ دل کو مسکتے ہیں

نکل آتے ہیں دل سینوں سے جب گھر سے نکلے ہیں  
 جہان بھر سے ملے پھر وصل کے ارمان نکلے ہیں  
 قدا کا باڑہ پر ہے آج کل اٹھتی جوانی ہے  
 ابھی اُس شوخ کے چہرے سے اٹھا بھی نہیں پڑہ  
 خطا بیشک ہوئی اچھا نہ سوز دل چھپاؤں گا  
 مرہ جب ہے کہ آجائے کہیں اُن کی طبیعت بھی  
 وہ آئے تھے ادھر دل کی طرف سے مجھ کو دکھا ہو  
 ہزاروں خونِ ناحق ہو چکے ہیں دستِ نگیں سے  
 جنون کے جوش میں دامن گریبان سو یہ کہتا ہو  
 ہمیں نے دیکھے دل چالین سکھائیں دلربائی کی  
 کسی کی جان لے لینا کسی کا دل اڑا لینا  
 لکھا ہے چھپڑے کو وصف اُن کے سبز خط کا  
 تلاشِ دل بتاؤں دلربا کو اسی رہتی ہے  
 جہان دوست بیٹھے ہیں وہاں ہر ذکر اُن آنکھوں کا  
 عجب کیا ہے نکل جائے جو دمِ خمِ سر کی چالوں

حسینِ عالم جو چلتے ہیں تو حاو و بن کے چلتے ہیں  
 عجب یہ بھول ہیں جب توڑنا ہوں مجھ کو پستے ہیں  
 قیامت سے بھی وہ نامِ خدا کچھ کچھ نکلے ہیں  
 کلجے ہیں کہ دود و ہاتھ سینوں میں اُپھلتے ہیں  
 یہ آنسو اس قدر کیوں گرم ہو ہو کر نکلے ہیں  
 ذرا وہ بھی تو جانیں کر وٹیں کیونکر بدلتے ہیں  
 خدا جانے یہ کس کو ڈھونڈنے آنسو نکلے ہیں  
 ملی تھی ایک دن مہندی وہ اب تک ہاتھ ملتے ہیں  
 کہ دیکھیں تم نکلے ہو کہ پہلے ہم نکلے ہیں  
 خدا کی شان یہ بت اب ہمیں سے چال چلتے ہیں  
 غرض جس گھر میں وہ آتے ہیں کچھ لڑی نکلے ہیں  
 جوابِ خط میں دیکھیں آج وہ کیا زہر لگاتے ہیں  
 وہی کرتے ہیں باتیں جن میں سو پہلو نکلے ہیں  
 بلا کے جام ہیں چہ بھی کہ ہر محفل میں چلتے ہیں  
 کچھ انما داس میں تیرے باکپن کے بھی نکلے ہیں

جلیل انسان کرتا ہے ہزاروں خراہشیں لیکن  
 نکلنے کے جو ہوتے ہیں وہی ارمان نکلے ہیں

ترپ کر جب کہا دل نے کہ پہلو سے نکلے ہیں  
 ستر ڈھاتے ہیں جب انکھیلیوں کی چال چلتے ہیں

تو جاننا تو ان بولی کہ چلے ہم بھی چلتے ہیں  
 مجھے کیا فائدہ محشر کو بھی تلوون سے ملتے ہیں



کمر سے بڑھ چلے گیسو تو برہم ہو کے فریاد  
 مٹی جھین جھین اُن کی تو چتون پھر گئی جیسے  
 گرے قدموں پر میرے اشک حسرت تم بکڑی  
 نہ ارا نون سے جب نکلا گیا دل کے کسی صورت  
 وہ آ جاتے ہیں اکثر دیکھنے کو سیر و نیکی  
 جہان جاتا ہوں میں ہر اہ ہولیتی ہے رسوائی  
 چُنے جاتے ہیں دیواروں کے روزن بدگمانی سے  
 خیال زلف میں اشکوں کا بہنا تم غلط سمجھے  
 ستارے کو بڑا دل چاہیے وہ کیا ستارے گئے  
 وہی دل تو ہے جس کے نام سے ہزار تھی پہلے  
 دعا ہے کہ تو دن دن بڑھے اے کمال شکن

ذرا انکو چڑھاؤ سر تو بس یہ چل نکلتے ہیں  
 پڑے جو تیج قسمت میں بھلا وہ کب نکلتے ہیں  
 چلور و ٹھونڈا ب جانے دو لڑکے ہیں چلتے ہیں  
 نکل کر تن سے بولی جان دیکھو یوں نکلتے ہیں  
 نکلتا ہے ہیں کچھ ارمان جب آنسو نکلتے ہیں  
 جدھر چلتے ہو تم فتنے تمہارے ساتھ چلتے ہیں  
 ذرا سے وہم پر کیا کیا وہاں رخنے نکلتے ہیں  
 تعجب کیا ہے اکثر قافلے راتوں کو چلتے ہیں  
 ذرا بجلی جو آہوں کی چمکتی ہے دہلتے ہیں  
 یکس پر لوٹ ہیں آج آپ یہ کس پر چلتے ہیں  
 غریبوں کے ہزاروں دل ترے سائے میں پلتے ہیں

جلیل احباب کی فرمائشوں سے ناک میں دم ہے  
 سمجھ رکھا ہے سب نے شعر بھی ساچے میں ڈھلتے ہیں

وہ خالی ہاتھ یاں سے کس لئے جائیں  
 ہنسنے دیتے ہیں قاتل کی ادا پر  
 کلیجا چسکا گیا اے ضبط اگر یہ  
 حسین ہیں کیسے کیسے نرم و نازک  
 یہی انصاف ہے او خیر کے یا  
 نزاکت سے بنے جاتے ہیں وہ بھول

کلیجا نکلا آتا ہے لئے جائیں  
 کہیں پھر منہ نہ زخموں کے سیے جائیں  
 کہاں تک گرم گرم آنسو پئے جائیں  
 یہ بھول آنکھوں میں چن کر رکھ لئے جائیں  
 اُسے بوسے ہمیں دھوکے دئے جائیں  
 یہ سطل ہے کہ پلکوں پر لئے جائیں

وہ رخصت لگا کر تیر بولے  
 مزہ ہے برق و باران میں اسی کا  
 کوئی تو بات ہو دل جس سے پہلے  
 سمجھتے کچھ نہیں رندوں کو واعظ  
 مبارک گالیانِ غیرِ دل کو اُنکی  
 لبِ جانِ بخش سے وہ کوستے ہیں  
 ہزاروں دلبر اور اک دل کرین کیا  
 عدم کو جاتے ہیں توشہ نہیں ساتھ

نشانی اپنی کچھ تو ہم دیے جاہن  
 پیہ بھی جاہن تو بہ بھی کیے جاہن  
 جو آنا ہے زبان اہکو دیے جاہن  
 مناسب ہے کہ اب سمجھا دیے جاہن  
 وہی یہ گھونٹ شربت کے پیہ جاہن  
 یہ مطلب ہے کہ مر مر کر جیے جاہن  
 اسی کینٹ کے ٹکڑے کیے جاہن  
 اجازت ہو تو دو دو سے لے جاہن

جلیل اب حضرت دل کو کر و صبر  
 نہیں ایسے جو پہ پہلائیے جاہن

قفس میں ہوں کہ طائر آشیان میں  
 وہ بلبیل ہوں جو چھوڑے آتش گل  
 پچھڑ کر کون پیچھے رہ گیا ہے  
 چمن یون ہی رہے گاندہ صرصر  
 بھرے ہیں یار کی محفل میں اغیار  
 دل پر سوز کی آتھرے گرمی پڑ  
 نہیں بے عشق لطف واد خواہی  
 مذکر اور مؤنث کی ہیں بخشین  
 ہجوم اشک میں ملت نہیں دل

ترا کرتے ہیں ذکر اپنی زبان میں  
 لگا دے آگ بجلی آشیان میں  
 جس چٹار رہا ہے کاروان میں  
 ہے اک تنکا بھی جب تک آشیان میں  
 جہنم کا سان دیکھا جنان میں  
 اثر جل جائے گر آئے فغان میں  
 مزہ ہے درد کا سارا فغان میں  
 بُرا جھگڑا ہے یہ اُرد و زبان میں  
 مرا یوسف ہے گم اس کاروان میں



پلکتی ہے گری پڑتی ہے بجلی ہے ایسی کوئی شے آشیانہ میں

جلیل اس باغ میں کانٹے کی صورت  
کھٹکتا ہے نگاہ باغبان میں

کوچہ زلفت سے ملتا ہی نہیں  
یا خدا دل بھی گیا دیر بھی  
جسکو چاہوں وہ بُرائی چاہے  
مالِ دل سُنکے چُرانا آنکھیں  
جان و دل دونوں تصدق تم پر  
لڑگئیں جب سے نگاہیں باہم  
جھوٹے وعدے بھی نہیں کرتا آپ  
بے جھپک پھرنے لگے آنکھوں میں  
دورِ دل سُن کے وہ کچھ تو کہتے  
جان کے ساتھ ہے زلفوں کا خیا

دل کو سکتا بھی ہے سودا ہی نہیں  
دور و کیسا ہے کہ جاتا ہی نہیں  
ہائے نیکی کا زمانہ ہی نہیں  
کیا کہیں آپ نے دیکھا ہی نہیں  
تم سے بڑھ کر کوئی پیارا ہی نہیں  
میر سے اُن کے کوئی جھگڑا ہی نہیں  
کوئی بیٹنے کا سہارا ہی نہیں  
اب کسی سے اُنہیں پرواہی نہیں  
ہائے اُن سے کوئی کہتا ہی نہیں  
سر سے جاسے یہ وہ سودا ہی نہیں

دل حیمون میں پھر اسے جلیل

کہیں ایسوں کا ٹھکانا ہی نہیں

دیکھا ہے وہ جمالِ بہت خوش حال میں  
ابروے یار سے جو ملتا ہے آسمان  
باو بہارِ کان میں کیا جھمکے کے گنگائی  
آنکھوں پر رکھے زلف جو میں اشکبار ہوں

آئے تیس میں کسی کے خیال میں  
کیا ایسے چار چاند لگے ہیں ہلال میں  
پھوٹے نہیں سہاگے شگوفے نہال میں  
موتی پرور ہا کہن ترے بال بال میں

کچھ کچھ جھلک خوشی کی ہے میرے ہلال میں  
اور رات دن پھرے مری چشم خیال میں  
کیا کیا بنگالتے ہیں وہ شاخیں غزال میں  
نہلا لہن گے مجھے عرقِ انفعال میں  
چھل بل دکھا رہے ہیں ہرن پھسکے جال میں  
رکھ دی زبان کاٹ کے دستِ سوال میں  
رکھ دے اس آفتاب کو طاقِ ہلال میں  
کیا سیر ہے کہ بدر چھپا ہے ہلال میں

دشمن سے بھی بگڑ گئی شاید مری طرح  
کیا تہر ہے نظر کی طرح وہ نظر آئے  
چشمِ سیر میں مگر کا دُنیا کھینچ کر  
دشمن کے ساتھ آئے ہیں میت پر اس لئے  
ڈوروں سے اور بڑھ گئیں آنکھوں کی شوریخیاں  
قاتل سے یہ جواب ملا کہسے بدعا  
خالی ہے جام بھروسے شراب اس میں سا قیا  
ہے کسنی کے قید میں عالم شباب کا

فکر سخن میں ہو گئے کچھ ایسے ناتوان  
آتے نہیں حلیلِ خود اپنے خیال میں

تہا رمی بزم سے کیا پھول چھلکے جاتے ہیں  
یہ کیا حنا ہے جو تلوون سے ٹکے جاتے ہیں  
نہا کے جاتے ہیں کپڑے بدل کے جاتے ہیں  
پھر اُن کو دیکھوں کہ کیونکر نخل کے جاتے ہیں  
بھرے ہوئے سرے دو جام چھلکے جاتے ہیں  
کہان کہان یہ شرارے اُچھل کے جاتے ہیں  
یہ کسکو ڈھونڈنے آفسو نخل کے جاتے ہیں  
یہ آپ ہم سے کہان رُخ بدل کے جاتے ہیں  
وہ طئے آئے تھے دل ہاتھ مل کے جاتے ہیں

عدو سے ہم صفت شمع جل کے جاتے ہیں  
وہ جاتے ہیں کہین جا کین کرین نہ دلِ ہلال  
یہ مرنے والوں کو پاس ادب سے اُنکے حضور  
جواب کے آئین تو دامن سے باز دوون ادا  
دھائی ضبط کی آفسو پیے نہیں جاتے  
ہیں اشکِ گرم کے وجہ بتوں کے دامن پکا  
نخل گیا ہونہ آنکھوں کی راہ دل میرا  
پھرین جو نزع میں آنکھیں وہ بدگمان بولا  
نہ نخلی بود لہو کی جو بنتی رنگِ حنا



قرار حضرت دل کو ہے اُن کی سُکھی مین  
جو چھوڑ دین ابھی ہاتھوں اُچھل کے جاتے ہیں

اُنہیں سنائیں گے اشار و صف لب کے جلیل  
جمانے رنگ و بان محل اُگل کے جاتے ہیں

وعدہ کر کے وہ پاسے جاتے ہیں  
کیا ڈرے ہیں نگاہ دشمن سے  
دست رنگین وہ رکھ کے سینے پر  
لٹ گئے پر بھی حوصلہ ہے وہی  
وہ چلے مثل دم خفا ہو کر  
تیج پھٹی ہوئی ہے کشتوں سے  
سر چڑھے تھے بہت جو حضرت دل  
ہیں جو مشہور قاتل عالم  
میرے رونے پہ بدگمانی سے  
دل میں کوئی نہیں سوا تیرے  
ہم نے پوچھی تھی وصل کی راہیں  
دور میں تیسرے کو ہے آرام  
آپ مختار ہیں سنین نہ سنین  
سابعہ ہے لحد میں حور و ن سے  
شمع تربت بنے ہیں وہ مرے بعد  
جاتے تو ہیں تری گلی سے جلیل

روگ دل کو لگاے جاتے ہیں  
میرے دل میں سمائے جاتے ہیں  
آگ دل میں لگاے جاتے ہیں  
نازیبا کراٹھائے جاتے ہیں  
اب نہ آئیں گے ہاے جاتے ہیں  
کے روٹھے مناسے جاتے ہیں  
خاک میں اب ملاے جاتے ہیں  
دیکھو وہ منہ چھپائے جاتے ہیں  
روز طوفان اُٹھائے جاتے ہیں  
تیرے پر لگاے جاتے ہیں  
آپ رستہ بتائے جاتے ہیں  
سوئے فتنے جگاے جاتے ہیں  
ہمسوا اپنی سناے جاتے ہیں  
اب بھی ہم آزماے جاتے ہیں  
اب تک آنسو بہائے جاتے ہیں  
مگر آنکھیں بچائے جاتے ہیں

بیدار تیرے دور میں کیوں رات بھر ہوں  
 ناک چلا نہیں ابھی چٹکی سے چھوٹ کر  
 نکل نہیں جو وصل تو ٹھہرا و قتل کی  
 رونے سے اور شوق بڑھا کوئے یار کا  
 آئینہ جب ہٹے تو نقطے سے نقطے  
 بالے میں اُن کے پڑ کے جو پائی ہے آبرو  
 اُٹھتے ہی اُن کے لوٹ گیا میں تو بول اُٹھو  
 دل تو سُر مہ کرتی ہے گردش اُس آنکھ کی  
 وہ اور زلف چہرے پہ بکھیرے آئینے  
 میں نے تمہارے غم کو جگر بھی کھلا دیا  
 راتوں کو پھرنے کی ہوئی عادت بڑا ہوا

کیا کوئی فتنہ اسے فلک فتنہ گر ہوں میں  
 پہلو سے دل پکار رہا ہے ادھر ہوں میں  
 کب تک ہوں ادھر میں ادھر یا ادھر ہوں میں  
 ہر اشک کہہ رہا ہے چلو ہمسفر ہوں میں  
 ٹٹی سی بیچ میں ہے ادھر تم ادھر ہوں میں  
 موتی کو ہے یہ ناز کہ عسلی گہ ہوں میں  
 کیوں کیا خدا سخاوت در و جگر ہوں میں  
 اور دل ہے اسپہ لوٹ کہ تیرے نظر ہوں میں  
 اللہ کس خیال میں شام کو ہوں میں  
 بیجا نہیں اگر یہ کہوں بے جگر ہوں میں  
 اب تو وہ اپنے منہ سے کہینگے قمر ہوں میں

فیض امیر باعثِ شہرت ہوا سے جلیل  
 شاگردِ نامور کا ہوں یوں نامور ہوں میں

خوب آیا ہے ترے وصل کا پہلو دل میں  
 کیا نراکت ہے نہ پہلو میں کبھی تو آیا  
 تو نے صد چاک کیا اس لیے شانے کی طرح  
 ان سے بھی حالتِ دل اب نہیں دیکھی جاتی  
 گھر تو چھوڑا ہی تھا کیوں چھوڑ دیا حق اپنا  
 سر کے بال آپنے کس درجہ بڑھا رکھے ہیں

دل کو سینے سے لگاے ہوں کہ ہو تو دل میں  
 نہ ترے وصل کا آیا کوئی پہلو دل میں  
 کہ سنو رہا میں سما کر ترے گیسو دل میں  
 یہی باعث ہے جو رکتے نہیں آنسو دل میں  
 چٹکیاں لینے بھی آتا نہیں اب تو دل میں  
 وان کھلے شانے پہ پاں آگے گیسو دل میں



ہ گئے آنکھوں سے اسپر بھی ہے اک گنگ لگی  
خوش ہوں اب میں کہ چڑا ہی نہیں سکتا کوئی  
خون ارمانوں کا کرتا ہے یہ کیا کرتا ہے  
الفٹ زلف میں لاکھوں ہی اٹھائے جھٹکے  
قیس ویسے کو بہم دست و گریبان دیکھا  
سیرا سدم کوئی دیکھے مری بیستابی کی  
کون سب میں ہے ترا چاہنے والا دل سے  
ہمنے پہلو میں پر ہی خسانہ بنا رکھا ہے

پھونک دیتے مجھے رہ جاتے جو آنسو دل میں  
بھردی اُن گیسو دن نے شک کی خوشبو میں  
جی نہ گھبراے گا تنہا جو رہا تو دل میں  
فرق آیا مگر اب تک نہ سوسو دل میں  
دل سودا زدہ گیسو میں ہے گیسو دل میں  
بیٹھے بیٹھے جو بدلتے ہیں وہ زانو دل میں  
صاف کھلبلاے اگر غور کرے تو دل میں  
روز آ رہتے ہیں دو ایک پریر و دل میں

یو فائون کی محبت بھی محبت ہے جلیل  
غیر ممکن ہے پشیمان نہ تو دل میں

ضبط کر یہ ہیں ہے کیا عذر جو ہو تو دل میں  
اشک خون یا دین ساقی کی اگر پیتا ہوں  
تیری پلکوں سے تعین وابستہ امیدیں دل کی  
وصیان دانتوں کا ترے سب کوڑ لادتا ہے  
وصیان بنتے ہی نگاہوں میں اندھیرا چھایا  
وہ جو پہلو میں ہیں بیٹھے ہوئے کھلتا نہیں  
غصے میں اورا و تیری بھلی لگتی ہے  
شوق دیدار سے آنکھوں میں چلے آؤ ہیں  
چتونین دیکھ کے ترا پاکے ہم ساری را

آنکھوں سے آئین پٹ کر ابھی آنسو دل میں  
دانے انگور کے بن جاتے ہیں آنسو دل میں  
آنکھ کیا تیری پھری پھر گئی جھاڑو دل میں  
یہی موتی ہیں جو بن جاتے ہیں آنسو دل میں  
سایہ گیارہ کا رہا آنکھ میں گیسو دل میں  
دل ہے پہلو میں ہمارے کہ ہے پہلو دل میں  
تیوری چڑھتی ہے اتر آتے ہیں ابرو دل میں  
لاکھ روکوں نہیں رکتے مرے آنسو دل میں  
آنکھ آنکھوں میں رہے آنکھ کا جادو دل میں

جستجو دل کی ہے ایسی کہ پھڑک جاؤ میں دونوں آنکھوں نے کبارو کے خزانہ خالی ہر دم تیر مجھے ہونے میں کچھ غم نہ نہیں چلے یا تیر ترا توڑ کے پہلو سے دل بڑھانے سے یہ مطالب ہے ترا ہم سمجھے	بات کا بھی کوئی آتا ہے جو پہلو دل میں ہاے باقی نہ رہا ایک بھی آنسو دل میں بات اتنی ہے کہ پہلو میں ہے دل تو دل میں چین اُس کو بھی نہ آیا کسی پہلو دل میں کہ سما جائے ہمارا قدر و بھو دل میں
--	--

شعر پڑھ پڑھ کے کیا بزم کو تسخیر چلیں  
اب گھلایا کہ بھرے رہتے ہو جاو و دل میں

آئینہ دیکھ کے وہ منہ جو بنا لیتے ہیں قدر دان ہم ہیں تمہاری قدر اندازی کو شوخیان یار کی یاد آ کے جو تڑپاتی ہیں مشق چوری کی بڑھاتے ہیں کہ دل بچ نہ کو کیون بڑا مانیں حسینوں کے ستم کرنے کا دید بازی کا اُنہیں شوق اگر ہوتا ہے بیٹھتے ہیں جو سنور نے کو بہت پردہ نشین اپنی اہمت کے خدا کچھ بھی نہیں جان مگر خواب کے آئینکار ہوتا ہے جو کھٹکا شب وصل پاکمالی کے لئے جب نہیں ملتا کوئی اور ایسے نازک بدن انسان تو دیکھے ہی نہیں کٹ ہی جاتی ہے کسی طرح شب تنہائی	اپنے گڑے ہوئے تیور کا مزا لیتے ہیں تیر آتا ہے تو پہلو میں بٹھالیتے ہیں دل بیتاب کو چھاتی سے لگا لیتے ہیں جب مجھے دیکھتے ہیں آنکھ چُرا لیتے ہیں ہم بھی پاتے ہیں توجہ بھر کے سنا لیتے ہیں آر سی آئینے سے آنکھ لڑا لیتے ہیں پہلے آئینے کو حیران بنا لیتے ہیں اب بھی اتنے ہیں کہ ناز اُن کے اُٹھا لیتے ہیں بخت بیدار کو پہرے پہ بٹھالیتے ہیں دو قدم چل کے قیامت کو اُٹھا لیتے ہیں جب وہ آتے ہیں تو آنکھوں پہ بٹھالیتے ہیں اپنی تقیر کو پہلو میں سلا لیتے ہیں
---	---



ہاے رے شرم بھاتے بھی ہن عاشق کو تو یوں  
اشک وہ ہن کہ مٹا دیتے ہن غصہ اُنکا

مُنہ سے کہتے نہیں کچھ آنکھ جھکالیتے ہن  
آج آتی ہے جو مجھ پر تو بچا لیتے ہن

بادہ وصل پلاتے ہن اُسی کو وہ جلیل

اپنا ہم رنگ جسے پہلے بنا لیتے ہن

تیغ رکھ کر کے گلے پر وہ ہٹا لیتے ہن  
دیدہ دل کو خدا جانے کیا کس نے تباہ  
بانگین دیکھو کہ ہے نوک کی ہر شے میں تلاش  
ہاے وہ دن کہ لگا رہتا تھا مٹنے سے ساغر  
دیکھئے چہرہ پہ کیا حال ہے ان زلفوں کا  
لوٹ جاتی ہے جگہ پا کے قدم پر بجلی  
اور بھی جگو لٹاتا ہے یہ کہنا اُن کا  
سینہ اُبھرا ہے تو کس فخر سے کہتی ہے کمر  
ہم نہ کہتے تھے کہ بد نام کرے گی چوٹی  
غازہ مٹنے کا جو آتا ہے کبھی اُن کو خیال  
پیار آ جاتا ہے اُن کو مری جا نبازی پر  
شمر و کہنے کا میرے ہے اُنہیں پاس اب تک  
ٹکڑے ساغر کے ہین تخت جگر ہین وعظ  
میرے سینے میں تو ہاتھوں ہی اُچھلتا ہے یہ دل

ظاہر جان کے پھڑکنے کا مڑا لیتے ہن  
سج ہے یا جھوٹ مگر نام ترا لیتے ہن  
دل بھی لیتے ہن تو پیکان سے ملا لیتے ہن  
اب جو پاتے ہن تو آنکھوں سے لگا لیتے ہن  
آپ ہریون کو بھی دیوانہ بنا لیتے ہن  
پھلتے پھلتے جو وہ دامن کو اٹھا لیتے ہن  
چٹکیان لیتے ہن ہم آپ کا کیا لیتے ہن  
ہین ایسے ہن جو یہ بوجھ اٹھا لیتے ہن  
اپنے پیچھے وہ بلا آپ لگا لیتے ہن  
رنگ عشاق کے چہرے سواڑا لیتے ہن  
پھینک کر تیغ گلے جگو لگا لیتے ہن  
چار آنسو مری تربت پہ بہا لیتے ہن  
کہیں پاتے ہن تو پلکوں سے اٹھا لیتے ہن  
آپ کیونکر اسے مٹھی میں دبا لیتے ہن

بیٹھے رہتے ہن حسین حلقہ کیے گر جلیل

کوئی اٹھتا ہے تو باتونین لگا لیتے ہیں

سلامت دست و حشمت کیا کرین ہم جا کے گلشن مین  
جب آے سیر کو پھر نہ چھپانا کیا ہے دامن مین  
نو تم شمع محفل مین جلون کیا فائدہ اس سے  
ستم ہے موسم گل ابکے بھی یوں ہی گزر جاے  
کھڑے تربت پہ کس حسرت بھرے دل سے وہ کہتے ہیں  
ابھی کیا ہے بہار آنے پہ نکل کھیلین گے متوالے  
جلا کر کر دیا تھا طور کو جس آگ نے سسرہ  
چمن مین پھول چٹا پھول والون کو مبارک ہو  
بہار آخر ہے اب دو چار تالے گرم لے بلبل  
تہیں جانو کہاں چپ چپ کے تم راتون کو جاتو ہو  
کہو تم اپنے جو بن سے کہ اٹھ کر فیصلہ کر دو  
خزان کے دفتر مین اند میر حب رکھیں گے کھیں گے  
کبھی روتا ہوا اگر اسے شاید کوئی دیوانہ  
اٹھاتا ہے یہیں آ آ کے آفت فتنہ ممشر  
نیشن کیا چمن ہی چھاک گیا بجلی سے زلزل  
سوا اس کے کہ دو چار اور بھی مشتاق ہو جائیں  
یہ رنگت گل سے کالونکی یہ صورت اٹھتے جو بن کی  
یہ دھڑکاتے مرے غم مین تڑپ اٹھانہ ہو کوئی

وہی کھلیا ہین گئی تم بھرن جو کلیان ہین دامن مین  
دکھاؤ عارض رنگین لگاؤ آگ گلشن مین  
تہاے ساتھ جائیں میرے دشمن ہر دشمن مین  
مرے حقیقا دوں بھر کو نفس لٹکا دے گلشن مین  
مرے بچپن کیونکر نیند آئی تب کہ دفن مین  
اڑینگے خوب گلچہرے بدین گے پھول گلشن مین  
شرارت بنکے اب وہ آگئی ہے اُن کی چٹون مین  
یہاں بھی لے جنون پُر زے گریبان کے ہین دامن مین  
خزان کے آتے آتے تو لگا دے آگ گلشن مین  
ہمارے نقش پا کچھ کہہ رہے ہین کوئی دشمن مین  
رہیگاتا کجا جھگڑا جوانی اور بچپن مین  
چراغ اس وقت تو ہر پھول کا جلتا ہے گلشن مین  
ہزاروں چاک آتے ہین نظر صحر کے دامن مین  
یہ پوچھو کونسی دولت گڑھی ہو میرے دفن مین  
ہو اسب کچھ مگر گرمی نہ آئی تیرے بخون مین  
نیوہ کیا ہے اس کا تم جو آئیٹھے ہو چلن مین  
جوانی تم پہ کیا آئی بہار آئی ہین گلشن مین  
الہی کرو مین لینے لگی کیوں لاش دفن مین



سبارک تجھ کو اے شوقِ شہادت وقت آ پہنچا خدا رکھے تہارے ہی ہین سب پروا نہ بکسیل مرا دل کھو گیا اچھا ہوا جانے دو ذکر اس کا	دھمک سی دے رہی آج تو جو رگ ہر گردن میں تہین ہر شمع مصل میں تہین ہو پھول گلشن میں یہ کیا شے ہے چھپاے بیٹھے ہو تم جسکو دامن میں
---	---

جلیل ایسا کہان کوئی بیٹن کا چاہنے والا  
برہمن بنکے ہم بدسون رہے دیر برہمن میں

جو تڑپانے کی باتیں تھیں وہ ہین سب اُن کی بیٹون میں  
اثر آئے تو اب آئے کہان سے میرے شیون  
چمن میں آشیان تو باندھنے کو باندھتے سب ہین  
مزد جب ہے کہ اے بلبل ہوا بندہ جاے گلشن میں  
ہزاروں لاکھوں ارمان تھے نہ دکھا جیتے جی کوئی  
اب اس کی فکر ہے کیونکر سمائی ہوگی مدفن میں  
دل مضطر کو وحشت میں کوئی کس ہاتھ سے تھامے  
گریبان میں ہے ایک اُلجھا ہوا اور ایک دامن میں  
خطا کیا کی جو میں نے لے لیے رخسار کے بو سے  
بگڑتے کیون ہو کیا گلچین نہیں ہوتے ہین گلشن میں  
خوشی یا رشک تو جب ہو کہ تجھ کو ہوش ہو اس کا  
مرے پہلو میں وہ بیٹھے ہین یا آغوش دشمن میں  
جوان ہوتے ہی اُن کے ٹھنڈی سانپیں سب لگے بھرنے  
صبا کا دور و دورہ ہے بہار آئی ہے گلشن میں

تہاے ناتوان پر کیا حسرتیں سخت بیان ہوتیں  
 فرشتے آئے لیکن خاک کچھ پایا نہ مدفن میں  
 جب آیا ہوش تب جاناکہ میرا تیرا قصہ تھا  
 سنا تھا جو فسانہ لیلی و مجنون کا بچپن میں  
 سنا ہے کر لیے اپنے ٹھکانے ہر صفیرون نے  
 کوئی نازک سی ہم بھی شاخ چھا ٹھین چل کے گلشن میں  
 ہمیں وہ ہیں کہ مگر بھی نہ چھوٹے بے قراری سے  
 کبھی ہے لاش مدفن پر کبھی ہے لاش مدفن میں  
 ابھی سے لگ گئی پتی تری آواز میں بلبل  
 یہی حالت ہے تو پھولے پھلے گی خاک گلشن میں  
 سنا تھا شرین مردے اٹھیں گے ایک سے ستر  
 یہاں تم نے ہزاروں بحر دے ایک ایک مدفن میں  
 گل و بلبل مہنین بولیں صبا سے بھی ہوسر گوشتی  
 ہمیں سے سب کھٹکتے ہیں ہیں ہین خار گلشن میں  
 نہ جب ملتے تھے وہ ہم سے نہ اب ملنے کی صورت ہو  
 جوانی میں ہوئی تمکین جیسا تھی جو لڑکپن میں  
 ہماری لہرائی کیا ہے یہاں ہر صفیرون سے  
 ہماری گلشنانی دیکھئے گلشن ہے گلشن میں  
 اُدھر وہ پیار سے مدفن پر میرے ہاتھ رکھے ہیں



راہ صحر میں بار احسان سے دیا جاتا ہوں فن میں  
گریبان چاک پھولوں کو جو دیکھا ہم نے یہ جانا  
ترے وحشی ہوا کھانے نخل آئے ہیں گلشن میں  
نہ اُن کا رخ نظر آیا نہ اُن کی زلف ہاتھ آئی

شکوہ چھوڑ کر چلتے ہوئے شیخ درہن میں  
اُداسی ہیکسی سب کو یہیں سر پھوڑنا اپنا

لگے ہیں نسل کیا ایسے ہمارے سنگِ مرن میں  
صفائی ہاتھ کی جسے کہ ہو دو ٹوک اے قاتل

لگی لپٹی نہ رہ جائے کوئی رگ میری گردن میں  
خدا آباد رکھے دور قاتل میں ہے اسن ایسا

ہزاروں پاؤں پھیلائے ہوئے سوتے ہیں درہن  
کوئی جھانکے نہ جھانکے معنی میں رخنے نکلتے ہیں

مری آنکھوں کے ڈھیلے رکھ دو دیواروں کے روز میں

پروٹے ہو جو تم دتار میں تسبیح کے دانے  
جلیل اچھا ہے رشتہ جوڑ دو شیخ و برہن

وہ ان عصاب سے کیا کم اگر نقاب نہیں  
شراب دے کہ بد دے یہ نہ کہ شراب نہیں  
یہ خواب تو ہے مگر بھولنے کا ناب نہیں  
وہ جانتے ہیں مرے دل کو اضطراب نہیں

نظر اٹھا کے کوئی دیکھ لے یہ تاب نہیں  
جو اب خشک سنون سا قیام یہ تاب نہیں  
شباب کا ہے مزہ یاد گو شباب نہیں  
میں اپنے ضعف کے ہاتھوں تڑپ نہیں سکتا

وہ میرے شکوے پہ کہنا نقاب اٹھاتے ہوئے  
 منسا تھا ہم نے کہ ٹھنڈک سے نیند آتی ہے  
 فلک کا نام لو بوڑھے غمزے کرتا ہے  
 یہ ایک کھیل ہے جو قتل عام کرتے ہیں  
 مرے سوال پہ ایسا سکوت کیا کہتا  
 کیے کی شرم جسے ہے وہ پاک ہواے شیخ  
 ہمیں تو دور سے آنکھیں دکھائی جاتی ہیں  
 چمک دک ٹیخ روشن کی ہے شاہ کے تپ  
 مری نظر تھی کہ تجھ پر پڑی ہزاروں مین  
 پیسے بغیر چڑھی رہتی ہے سینوں کو  
 یہاں سوال یہی ہے کہ ہاں نہیں کچھ ہو  
 خدا خواستہ کچھ بے دہن نہیں وہ بت  
 وہ اپنے عکس کو آواز دے کے کہتے ہیں  
 اُسے بھی آپکے ہونٹوں کا پڑ گیا چسکا  
 غرور اُن کا جو ٹوٹا تو عاجزی سوری  
 نہ اپنے گل پہ بہت پھول لبیبیل ناوٹ  
 تڑپ کے آہ جو کی مین نے خود تڑپ اٹھو  
 جن ہو پھولوں سے کیا خاک میکدے کا خوا  
 یہ راز بھی شب معراج کھل گیا سب پر

نہیں نہیں مجھے تم سے کوئی حجاب نہیں  
 مگر یہ دیدہ و تراشناے خواب نہیں  
 وہاں ستم کا مزہ کیا جہاں شباب نہیں  
 کسی پہ کچھ اُنہیں غصہ نہیں عتاب نہیں  
 ترے دہن کا مری بات کا جواب نہیں  
 پڑگی خاک اُسی پر جو آب آب نہیں  
 نقاب لپٹی ہے اُس پر کوئی عتاب نہیں  
 یہ دوپہر ہے توڑ پلنے کا آفتاب نہیں  
 ترا جواب ہو کیا جب مرا جواب نہیں  
 وہاں شباب ہے کیا کم اگر شراب نہیں  
 وہاں جواب یہی ہے کوئی جواب نہیں  
 یہ بات ہے کہ کوئی قابل خطاب نہیں  
 ترا جواب تو من ہوں مرا جواب نہیں  
 ہزار چھوڑے چھٹنے کی اب شراب نہیں  
 بجز نیاز کوئی ناز کا جواب نہیں  
 نقاب ہی ہے وہاں کچھ تو نقاب نہیں  
 وہ جانتے تھے مرے تیر کا جواب نہیں  
 پیالے اتنے ہیں اور بوند بھر شراب نہیں  
 میان عاشق و معشوق کچھ حجاب نہیں



وہ کیا پیے گا جسے لذت شراب نہیں وہاں خیال نہیں ہے یہاں بھی خواب نہیں ہیں حلیل سے بڑھ کر کوئی عذاب نہیں	مے پھور ہے رندوں ہی کے لیے اے شیخ جواب ہے تری غلب کا میری بیداری جنون ہے جب مجھے شور ہے حسینوں میں
--	--

حلیل ختم ہو و در جام میں لی  
کہ اس شراب کے بڑھکر کوئی شراب نہیں

دم سحر ہے ابھی گرم آفتاب نہیں وہ آدمی ہے مگر دیکھنے کی تاب نہیں وہن جو تنگے گنجائش جواب نہیں وہ کہتے ہیں کہ مجھے حاجت نقاب نہیں پنچوڑیے تو کہیں بوند بھر شراب نہیں کسی حسین کا تو اٹھتا ہوا شباب نہیں بہت سے پردے ہیں کچھ ایک ہی نقاب نہیں یہ خط وہ آیا ہے جس کا کوئی جواب نہیں اب ایک شغل ہے کچھ لذت شراب نہیں میر نقاب ہے جو کچھ تہ نقاب نہیں کھلی دلیل ہے کعبہ بھی بے نقاب نہیں لٹا رہے ہیں وہ حُسن اور ابھی شباب نہیں یہ ماہتاب تو اب ہے جو آفتاب نہیں نقاب اُٹھ گئی پھر بھی وہ بے نقاب نہیں	وہ کسی کے سبب واقف عتاب نہیں لگاؤ برق نہیں چہرہ آفتاب نہیں سوال سُن کے وہ چپ ہیں کیوں نہیں کہتے سمجھ گئے ہیں کوئی دیکھ ہی نہیں سکتا یہ پاک صاف ہیں ہیں کہ ہے تو دامن تر جو حشر اُٹھا ہے اُٹھے ہلکے کیوں اُٹھاتا ہے ہر ایک آنکھ میں شکل اُن کی ہے سمائی ہوئی نمود سبزہ رخ پر سکوت اُن کو ہوا گنہ گنہ نہ رہا اتنی بار وہ نوشی کی بہار دیتا ہے چچن چچن کے نور چہرے کا بتوں سے پردہ اُٹھانے کی بحث ہی بکا ہلال ہی کا تماشا ہے پردے سے پہلے ہمارے بوسے کے وجہ سے رخ کا کیا بڑا ہجوم چار طرف سے ہے اب نگاہوں کا
---	--

نہ محسن والوں سے خالی کبھی زمانہ ہوا  
 قدم کے ساتھ ہی آنکھیں بھی چلتی جاتی ہیں  
 مزہ ہے اس لب نوشین کے چوس لینے کا  
 یہ کہتی ہیں مرے ساتھی کی رس بھری آنکھیں  
 مزہ کو نخت جگر دل کو عشق وے یارب  
 جو نیند آتی ہے کرتی ہیں بستلیاں فریاد  
 یہ کہہ رہے ہیں نزاکت بھرے مرے اشعار  
 جلاؤ شیخ کو پی پی کے خوب بادہ کشو  
 یہ مست کیا ہوئے پر وہ ہی اٹھ گیا سب کا

تمر کا دور ہے شب کو جو آفتاب نہیں  
 وہاں ہے کوئی نساقت نہ جو ہر کا ب نہیں  
 شراب کھچکے نہ آئے تو وہ شراب نہیں  
 کہ کوئی جام یہاں خالی از شراب نہیں  
 سو ہے بادہ نہیں سچ ہے کباب نہیں  
 ارے یہ آنکھ کا پردہ ہے فرش خواب نہیں  
 کہ ایک حرف اٹھانے کی ہکوتا ب نہیں  
 شراب کا ہے مزہ کیا اگر کباب نہیں  
 جلیل سے کسی معشوق کو حجاب نہیں

جلیل سے بھی ملو مل کے خوش بہت ہو گے  
 خراب حال تو ہے آدمی خراب نہیں

آج سنتے ہیں وہ اپنا عرس کہنے کو ہیں  
 وہ زبان تیغ سے کیا جانے کیا کہنے کو ہیں  
 خط تو ہم لکھ بھی چکے جا بھی چکا قاصد کے ہاتھ  
 لطف سے خالی نہیں جگر سے نیاز و ناز کے  
 پا کے اُن کو بڑھکائی ہے اور بھی کچھ آرزو  
 رعب اُن کا اس قدر ہے شوق اپنا افسر  
 کیا سنوں میں اُن کی لہجہ مجھے معلوم ہے  
 حشر کا دن ہو گا کیا کافی ہمارے واسطے

کون جانے کہین کیا ہے ہنر سے کیا کہنے کو ہیں  
 ہم لب زخم جگر سے مرجسا کہنے کو ہیں  
 کچھ زبانی تجھ سے اے باد صبا کہنے کو ہیں  
 جاو بیجا کچھ کہیں وہ ہم بجا کہنے کو ہیں  
 کل تھے کیا کہنے کو ہم اور آج کیا کہنے کو ہیں  
 کہہ نہیں سکتے ہیں پھر بھی دعا کہنے کو ہیں  
 گالیان دو چار دین گے اور کیا کہنے کو ہیں  
 ابتدا سے در دل تا انتہا کہنے کو ہیں



آچکی ہے جس سے آفت اٹھ چکا ہو جس سے  
 آپ کے ہم صہبتوں کو اور تو ہم کیا کہہ سیں  
 خاک پر ظالم نے کس شوخی سے رکھے ہیں قدم  
 دل پہ ہے اُن کی نظر اور مجھ سے یہ ارشاد ہے  
 ہوشیاری بختہ کاری اُن سے کوئی سیکھ جائے  
 کون روکے کون ٹوکے دیدہ پُرجوش کو  
 میرا مژا سُن کے آئے ہیں شکایت کیلئے  
 جتنے آئے آئے تنہا جو گیا تنہا گیا  
 وحشی و سودا زود دیوانہ و رسوا خراب  
 دل بگڑ میرے انہیں کے سب ہیں تڑپائے ہوئے  
 سُننے والے سے جو ہے حُسنِ سماعت کی آید  
 جاننا ہوں کس لئے زلفین لگی ہیں کان سے  
 کچھ تو بولیں مرنے سے آخر تا کہا یہ انتظار  
 بی بیج تیرا بل ترے محبوب جان ہو گئے  
 ظلم تو کرتے ہو لیکن کچھ خبر اس کی بھی ہو  
 برہمی کا خوف تھا تا زک مزاجی سے ہمیں  
 بد حواسی بے خیالی کے تصدق جائے  
 آبلون نے جو اُٹھائی ہے اذیت دشت میں  
 ان بتوں ہی نے کیا ساری خدائی کو تباہ

آج اُس سے ہم وہی پھر مذاہنہ کو ہیں  
 خود بھلے ہیں یا بُرے لیکن بُرا کہنے کو ہیں  
 دیکھئے گویا کچھ اُس کے نقش پا کہنے کو ہیں  
 بوجھ تو جاؤ کہ ہم اس وقت کیا کہنے کو ہیں  
 نا سمجھ نو عمر وہ نامِ خدا کہنے کو ہیں  
 یہ بھری محفل میں رازِ دل مرا کہنے کو ہیں  
 لاش پر تلگین کھڑے ہیں بے وفا کہنے کو ہیں  
 کون کس کا آشنا ہے آشنا کہنے کو ہیں  
 یہ تو سب کہہ چکے اب کچھ سوا کہنے کو ہیں  
 بیٹا ناوک تہارے بیٹا کہنے کو ہیں  
 اپنا اپنا حال سب روزِ جزا کہنے کو ہیں  
 کچھ تہیں برہم کرین گی اور کیا کہنے کو ہیں  
 وہ بُرا ہی کا ش کہہ دین گرا کہنے کو ہیں  
 لے تجھے اے آہ وہ زلفِ رسا کہنے کو ہیں  
 لوگ کیا کہتے ہیں ٹکوا اور کیا کہنے کو ہیں  
 پہلے دے لی ہے دعا اب بدعا کہنے کو ہیں  
 گھر سے ہم کیا سوچ کر آئے تھے کیا کہنے کو ہیں  
 سب زبانِ خار سے وہ ماجرا کہنے کو ہیں  
 برہمن کیا ہم اسے پیش خدا کہنے کو ہیں

تم تو پتے قول کے ہو تم ہو پورے بات کے  
اور کوئی ہے جسے ہم بیوفا کہنے کو ہیں  
بس بس اے چشمِ سحر ساز ہی ہو چکی  
دیکھ اب کچھ وہ لبِ معجز نما کہنے کو ہیں

ساری دنیا جانتی ہے جیسے حضرت جنیل  
جان دیتے ہیں بتوں پر با خدا کہنے کو ہیں

وہ دل ہے کونسا جو مست چشمِ یار نہیں  
یہ جامِ جسے چلے کوئی ہوشیار نہیں  
ملا دے خمِ تر رز سے جو وصلِ یار نہیں  
پلارے پھول ہی ساقی اگر بہار نہیں  
جو دل میں رہتو ہیں اُن کا ادب بھی لازم ہے  
کہوں نہ کیوں کہ مجھے دل پہ اختیار نہیں  
کمالِ جن کہوں یا کمالِ عشق اے  
وہ ذبح کرتے ہیں اور بھگو ناگوار نہیں  
زمانہ اُن کو ستگر کہے تو کیا پروا  
وہ جانے ہیں زمانے کا اعتبار نہیں  
ہزار شکر کہ آنے لگا ستمِ مین مزہ  
میں اب کسی کے کرم کا امیدوار نہیں  
جو دل بھی دفن ہوا ساتھ تو یہی ہو گا  
کہ اک تڑپ میں یہ لاشہ تر مزار نہیں  
وہ دل میں آ کے ٹھہرنیکا قصد رکھتے ہیں  
مزہ تو یہ ہے کہ دل کو مرے قرار نہیں  
تڑپ دکھاؤں جو دل کی تو وہ بگڑے ہیں  
کروں جو ضبط تو کہتے ہیں بے قرار نہیں  
بہار ہے ترے کشتوں کی سادہ رنگی پر  
کوئی چراغ کوئی گل سر مزار نہیں  
ابھی بہار ہے ہنس بول لین گلِ بوسل  
کہ رنگ و بوے جن کا کچھ اعتبار نہیں  
خدا دراز کرے سہمِ بکھری زلفوں کی  
کہ بکیوں کا کوئی اور سوگوار نہیں  
بہت ہی شوق ہے وہ آنکھ ڈور کی یاد لین  
کسی کے دام میں آنے کا یہ شکار نہیں  
گراؤ تم جو یہ بجلی تو میں نہ کیوں تڑپوں  
تہین نظر چمکے دل پہ اختِ یار نہیں  
زبان پہ نام نہ لانا حسابے وفا کی کا  
تہا رہی بات کا اب ہکو اعتبار نہیں



تہا رہی آنکھیں ہن بیا رکھل گیا ہم پر  
 بلا سے ہم ہن سبک خلق کی نگاہوں ہن  
 میں اپنے آپ کو بے اختیار رہی کہہ دوں  
 مری تڑپ پر دم رخصت اٹکا کہنا ہا سے

کہ ایک تیرنگہ بھی جگر کے پار نہیں  
 ہزار شکر کہ دل پر کسی کے بار نہیں  
 خدا گواہ ہے اتنا بھی خستہ یا نہیں  
 تہین ہماری قسم کا بھی اعتبار نہیں

جلیل جان مصیبت میں کیوں بھنسا تو ہو  
 سنا نہیں کہ حسینوں کا استہزا نہیں

قاصد آیا مگر جو اب نہیں  
 خم تو ہے سا قیاس شراب نہیں  
 بن کے بتا رہا وہ کہ گزرتے ہیں  
 صبح ہوتے وہ گھر گئے اپنے  
 نور وہ ہے کہ کچھ نہیں گھلتا  
 طور کے ذکر پر چمک اٹھے  
 گر چہ دنیا ہے آسنہ خانہ  
 بن گیا ہے نقاب چہرے کی  
 رخ سے افشان چھڑکے کہتے ہیں  
 چاند کو راست کیا چھپائیگی  
 چڑھکے اتریں گی تیوریاں سو بار  
 کچھ نہیں میرے ہیشیا گناہ  
 ڈھکے کہتا ہے چو وھوین کا چاند

میرے لکھے کا بھی جو اب نہیں  
 آسمان ہے اور آفتاب نہیں  
 بے دہانی! ترا جو اب نہیں  
 اب نکلنے کا آفتاب نہیں  
 ہے ترے رخ پہ یا نقاب نہیں  
 بات کی ان بتوں کو تاب نہیں  
 میرا ثانی ترا جو اب نہیں  
 کہ اترتا کبھی عتاب نہیں  
 آج تارون میں ماہتاب نہیں  
 زلف رخ کیلے نقاب نہیں  
 کچھ یہ چڑھتا ہوا شباب نہیں  
 وہ اگر برسر حساب نہیں  
 ایک شب سے سوا شباب نہیں

<p>کچھ یہ معشوق کا شباب نہیں مفت ملتی یہاں شراب نہیں تیری تصویر کا جو اس نہیں ایک جھونکے کی بھی نقاب نہیں ایک طوفان ہے غباب نہیں مے ہے پانی اگر کباب نہیں</p>	<p>مے تو ڈھلکر رہے گی اسے ساقی یسکوہ بھی بہشت ہے لیکن سُنکے یہ پردے سے نکل آئے آہ کو سُنکے منہ چھپاتے ہو ختم ہوتی نہیں ہوس دل کی دل جلے جب مرہ ہے رونے کا</p>
---	---

عشق میں ہے حبیل لاثانی

حسن میں یار کا جواب نہیں

<p>کورے دو جام ہیں شراب نہیں چاند سورج پہ تو نقاب نہیں غم نہیں ہے اگر کباب نہیں شرم تو ہے اگر نقاب نہیں اور ابھی خیر سے شباب نہیں آپ کے خط کا بھی جواب نہیں دور ساقی کو انکباب نہیں دل نہیں شیشہ شراب نہیں رخ سے اٹھنے کی اب نقاب نہیں دخت رز ہے کچھ آفتاب نہیں اب تمہیں حاجت نقاب نہیں</p>	<p>دیدہ منتظر ہیں خواب نہیں کہکے یہ بے حجاب اُن کو کیسا بطورے کو کرینگے رند شکار دیکھ سکتا ہے کون شکل اُن کی دخت رز کچھکے ہوش اُڑاتی ہے کیا ہی زیبا ہے مصحف رخ پر رندون کو چکر آئے جاتے ہیں ہو بغل گرم کیونکر اسے ساقی دیکھ لی اُس کی پیاری پیاری شکل دیکھ سکتا نہیں ہے کیون اُسے شیخ پڑ گئی میری آنکھ چہرے پر</p>
---	--



کونسا خال تیرے عارض کا  
آتشِ حُسن پھونک دیتی ہے  
دل سے دل ملگیا تو پھر کیا ہے  
خوب چھوٹے وہ کہکے قاصد سے  
دونوں گال اپنے اپنے حُسن میں فرو  
حشر لون ہی پیا ہے اُس سُرخ سے  
ہو کے بے سایہ سایہ افکن ہے  
کیا وہ جانین سرور کی باتیں  
دخترِ رز سے خوب نبھ جاتی  
میرے دل کے وہ ناز اٹھائینگے کیا

نعتیہ

آج خستہ کل آفتاب نہیں  
رخ پر جب دستکھے نقاب نہیں  
میرے اُن کے کوئی حجاب نہیں  
خط کی کیا بات ہے جواب نہیں  
ایک کا دوسرا جواب نہیں  
خیریت ہے کہ بے نقاب نہیں  
آپکے قد کا بھی جواب نہیں  
ابھی مست مے شباب نہیں  
کیا کہیں شیخ کا شباب نہیں  
اپنے غصے کی جن کو تاب نہیں

خاک ہو آبر و غزل کی جلیں

تیرے ان موتیوں میں آب نہیں

کیون اُس سے نامہ بمری بیتا بیان کہیں  
تعریف کی جواب کی تو اچھا صلا  
پہلو دباے بیٹھے ہیں اُن کا ہم اس لئے  
اُسے اب تو آنکھ اٹھانا بھی بار ہے  
اظہار کر رہے ہیں کہ درست کا خیر ہو  
ٹپڑھی اگر ہے مجھ سے تو سیدھی قریب سے  
جو شاخ جھاٹتا ہوں وہ گرتی ہو ٹوٹ کر

وہ بدگمان کچھ اور نہو ہد گمان کہیں  
فرماتے ہیں کہ لال ہو تیری زبان کہیں  
کروٹ شب وصال نہ لے آسمان کہیں  
یہ ناز کی تہمین نہ کرے ناتوان کہیں  
پردے میں اس زمین کے نہو آسمان کہیں  
اُن کی نگاہ تیر کہیں ہے کمان کہیں  
اللہ ہے بند سے جو مرا آشیان کہیں

وعدہ کیا ہے تم نے تو بھاری سی قسم  
 زلفوں کو تم سمیٹ لو ہم اپنی راہ میں  
 یہ لاگ یہ لگاؤ سہاست کہ رات دن  
 اس بانہی ستم سے یہ کہتا ہے آسمان  
 اس ضعف سے تو موت کا دھڑکا مٹا دیا  
 غم رہ پڑا ہے دل میں مرے خراب نہیں  
 جہن میرے پیسنے کو یہ دونوں ملے ہوئے  
 بلبیل یہ تیری آہ کے جھوٹے ہلا کے ہن  
 دل کو جلا رہا ہے یہ کپڑے کی آہ  
 بازار عشق سرد ہے عقد کو دیکھ کر  
 دنیا میں حشر اٹھے بھی تو کیا دیکھ کر اٹھے  
 کیا بات بالکین کی خسار کے ایک ہو  
 میں جان بلب ہوں یار کو اس کا ملال ہے  
 گلشن میں جا کے کو نہا پھل جھکوا گیا  
 نازک کو اس کے دیکھ کے کہتا ہے مرغا رو  
 انبار ہو رہا ہے دعاؤں کا خیمہ ہو  
 ہم سے تری کہ درت دل بڑھتی جاتی ہے  
 او بے وفا قسم تجھے کھانا نہ چاہیے  
 تھے میں اپنے کیوں نہ ہو مضمون فراق کا

ڈر ہے پلٹ نہ جاے تمہاری زبان کہیں  
 آزاد ہو اسیر کشین بیٹیان کہیں  
 ہم بھی تمہارے ساتھ ہیں تم ہو جہان کہیں  
 بچھا کہیں نہ پیر نہ تجھسا جو ان کہیں  
 اٹھتے ہیں اب جہان سے توے ناتوان کہیں  
 کھا جاے یہ زبان کو نہ یہ میہان کہیں  
 کہنے کو ہے زمین کہیں آسمان کہیں  
 تیسری طرح اڑ کو نہ ترا آشیان کہیں  
 تو اور رو سیاہ نہو آسمان کہیں  
 تیوری چڑا رہے ہوں اترے کمان کہیں  
 ملتا نہیں مزار کا میرے نشان کہیں  
 ہوتے ہیں ایسے نوک پاک کے جوان کہیں  
 دیدے نہ جان اجل کو مرا نیم جان کہیں  
 قسمت تھی ساتھ ساتھ گئے ہم جہان کہیں  
 اس شاخ پر مزہ ہے جو ہو آشیان کہیں  
 ڈرتا ہوں میں کہ پھٹ نہ پڑے آسمان کہیں  
 دنیا پڑے زمین سے نہ اے آسمان کہیں  
 منہ کی کھلائے شجکو نہ تیری زبان کہیں  
 ملتی ہو کسی سے ہماری زبان کہیں



مفسون بلند و پست جوہن شعر میں جلیل  
اپنی غزل میں ہے کہیں آسمان کہیں

دشمنوں پر نگہ لطف و کرم ہے کہ نہیں  
سر برکتے ہیں جو قتل میں تو کہتا ہے وہ شوخ  
خوش خرامی سے اُنہیں کام خبر کیا اس کی  
آکے بالین پرے ہلکے سیکا کہنا  
ٹکڑے ٹکڑے ہے جگر جن کا وہی جانتے ہیں  
میں تو سنتا ہوں تہین بھی ہے محبت مجھ سے  
اپنے دل سوختہ کو تم نے بھی دیکھا ہوگا  
کیا کہوں کیا مری حالت ہوئی مُنکر یہ پیام  
کون کہتا ہے کہ عاشق کو وہ کرتے ہیں حلال  
ہم کو تو جان دیے ایک زمانہ گزرا  
بیکسی کا وہ گلہ سُنے یہ فراتے ہیں  
اور تھا کون جو کرتا مری تربت پامال

تہین انصاف سے کہہ دو یہ ستم ہے کہ نہیں  
کیون مری تیج ستم ابر کرم ہے کہ نہیں  
کسی پامال کا دل زیرِ قدم ہے کہ نہیں  
دیکھنا کچھ مرے بیمار میں دم ہے کہ نہیں  
ایک ایک اُس کی نظر تیج و دم ہے کہ نہیں  
تیج کہو تم کو مرے سر کی قسم ہے کہ نہیں  
داغ ہی داغ وہ سرتا بقدم ہے کہ نہیں  
کچھ تہین میری جدائی کا بھی غم ہے کہ نہیں  
دیکھتے ہیں مری تلوار میں دم ہے کہ نہیں  
اب خدا جانے اُنہیں مشق ستم ہے کہ نہیں  
درد و غم ہے کہ نہیں رنج و الم ہے کہ نہیں  
دیکھیے آپ ہی کا نقش قدم ہے کہ نہیں

رات دن فکرِ حسین کی رہتی ہے جلیل  
کچھ تہین مردِ خدا اور بھی غم ہے کہ نہیں

تیرے ناوک تری شوخی کا پتا دیتے ہیں  
اپنے چہرے سے وہ پردہ جو اٹھا دیتے ہیں  
خون بہتے ہوئے زخموں سے صدا آتی ہے

چٹکیاں لے کے کلچے میں لٹا دیتے ہیں  
جو نہ دیکھا ہو کسی نے وہ دکھا دیتے ہیں  
وہ ہنساتے بھی ہیں اتنا کہ رُلا دیتے ہیں

اُن کے اُٹھ جانے سے جلتا ہے مادل کسا  
 تیج بھی اُن سے کمر میں نہیں رکھی جاتی  
 آپ کیون سنہ سے کہیں آپ کے دل میں کیا  
 ہاے وہ پھول سے رخسار وہ قد بوٹا سا  
 پروے پڑنے سے دل نہیں ہے قیامت کی جلیں  
 وہ سلامت رہیں انگریزائی کے لینے والے  
 اس نزاکت پر یہ ہے زور جوانی اُن میں

گھر جو وہ چھوڑتے ہیں آگ لگا دیتے ہیں  
 جو بلا ہو وہ گلے میرے لگا دیتے ہیں  
 جو ارادے ہیں وہ تیور ہی بتا دیتے ہیں  
 جس جگہ بیٹھے ہیں باغ لگا دیتے ہیں  
 نیچ والے تو کچھ اور آگ لگا دیتے ہیں  
 اور دو ہاتھ تڑپ میری بڑھا دیتے ہیں  
 اچھے اچھوں کو نکا ہوں سے گرا دیتے ہیں

درو دل سن کے وہ بیدر دیہ کہتا ہے حلیل  
 کس قدر آپ کے افسانے مزا دیتے ہیں

جان لینے کی ادا جان لیا کرتے ہیں  
 جھوٹ کیا ہے کہ یہ بت جان کیا کرتے ہیں  
 آپ در پر وہ کہیں ظلم تو حاصل کیا ہے  
 بھولے بھالے ہیں وہ ایسے کہ ابھی تو بے  
 بے وفا ہو کہ وفاداریہ اُن سے پوچھو  
 تو سلامت تر سے انداز پر مرنے والے  
 ہے بجا آپ کو وہ پھول سے نازک سمجھیں  
 بر چھیان دلہ لگانا انہیں جب ہوتا ہے  
 سانس لینے کی بھی طاقت نہیں اُن پر چال  
 پاؤں چکر مجھے دیتے ہیں جنوں میں کیا کیا

ہم انہیں دور سے پہچان لیا کرتے ہیں  
 جان تو جان ہے ایمان لیا کرتے ہیں  
 سب مری شکل سے پہچان لیا کرتے ہیں  
 کچھ نہیں جانتے ہاں جان لیا کرتے ہیں  
 تم سے جو وصل کا پیمان لیا کرتے ہیں  
 موت کا بھی کہیں احسان لیا کرتے ہیں  
 اُن کو آنکھوں پر سب انسان لیا کرتے ہیں  
 اپنے سینے کو ذرات ان لیا کرتے ہیں  
 کروٹیں در سے ہر آن لیا کرتے ہیں  
 ہاتھ اٹھ اٹھ کے گریبان لیا کرتے ہیں



<p>رہ گئے غیر ملا جام شہا دست ہم کو          قتل کرنے کا انہیں شوق ہو یہ بات نہیں          موت ہے مفت میں بدنام حقیقت یہ ہے          پاشکستوں کی رسائی ہو کہاں ایسے نصیب          کہتے ہیں کون ہو بدنام ترا دل لے کر          ہونہ ہو یہ بھی اشارہ ہے تری شوخی کا</p>	<p>دوست دشمن کو وہ پہچان لیا کرتے ہیں          مان مروت سے کہا مان لیا کرتے ہیں          دل جو لیتے ہیں وہی جان لیا کرتے ہیں          آڑے ہاتھوں ترے دربان لیا کرتے ہیں          کہیں اوچھے کا بھی احسان لیا کرتے ہیں          چٹکیاں دل میں جو ارمان لیا کرتے ہیں</p>
---	--

قیس و فراد بھی جب دیکھتے ہیں نگِ جلیل  
 اپنا اُستاد اُسے مان لیا کرتے ہیں

<p>بجز مگر گمان کوئی چارا نہیں          طبیعت بھی اُتر کیا چیز ہے          سلامت رہے اُن کا شوق جفا          یہ دل جسکو سمجھے ہیں اک قطرہ خون          جسے چاہیں اپنا وہ کر لین اُسے          تڑپتی ہے کیون برق دل کی طرح          مجھے کوستے ہیں مگر اس طرح          نقاب اُس نے اُلٹی تو دیکھا یہ رت</p>	<p>مگر اُن کو یہ بھی گوارا نہیں          کہ جس پر کیا جبارا نہیں          ہمیں اور کوئی سہارا نہیں          وہ دریا ہے جس کا کنار نہیں          کیا کچھ اس میں اجسار نہیں          کوئی تیرم نے تو مارا نہیں          کنا یہ نہیں کچھ اشارا نہیں          کوئی آسمان پر ستارا نہیں</p>
--	--

ہمیں قیس پر ہے گمانِ جلیل  
 وہی تو یہ آفت کا مارا نہیں

<p>انہیں غرور کہہ یکتا ہیں خوش حالون میں</p>	<p>مجھے یہ ناز کہ ہوں نازاٹھانے والوں میں</p>
--	---

صفائے دل ہے بڑی چیز و سہ خدا جس کو  
اسید و یاس نے جھگڑے میں ڈال رکھا ہے  
چمن میں گل بھی بنا بھی مگر نصیب کی بات  
آہی آگ لگے گرمی بہت کو  
بہت سے کاش یہاں داغدار دل ہوتے  
جنون کا قول ہے مجھ سے کہ تم رہو آ بار  
وہ اسے مجھ زندان وہ سیکدے کی بہار  
نقابِ سُرخ سے اٹھاتے تو جانتے ہم بھی  
ستم ہے اس نے بھی غربت میں ہم سوسنہ موڑا  
گلون کا رنگ جفا باغ بھر میں پھیل گیا  
جولی ہے تیغ تو اتنا تھمیں خیال رہے  
نسیم شمع لحد کو ذرا پسے ہوے  
خدا کی یاد سے عشق بتانے روکا لے  
نہیں ہے لطف کہ خلوت میں غیر شامل ہو  
لگاؤ ہاتھ جو گل کو تو خیر چھتے ہیں

ہمیشہ آئینہ رہتا ہے خوش جمالون میں  
نہ جینے والون میں ہم مین نہ مریو والون میں  
کوئی تو سر چڑھے کوئی ہو پا لونا میں  
تپک سی ہونے لگی پھر جگر کے چھا لون میں  
سنا ہے قدر ہے پھولون کی خوش جمالون میں  
تھمیں ہو قیس کے اک نام لینے والون میں  
وہ نے چھلکتی ہوئی خوشنما پیا لون میں  
کسے خبر ہے کہ ہیں آپ خوش جمالون میں  
رہی تھی یا و وطن ایک ساتھ والون میں  
بھرا ہوا ہے لہو بلبلوں کا ٹھالون میں  
نیا زمند بھی ہے نازا ٹھانے والون میں  
یہی ہے ایک غریبوں کے رونے والون میں  
چلے تھے سوے عدم رہ پڑے شوالون میں  
اٹھا دو شمع کہ یہ بھی ہے جلنے والون میں  
ہزار کھٹکے ہیں کیوں بیٹھوں خوش جمالون میں

ہزار شکر کہ ہم نقص میں ہوے کامل  
جاییل رہ گئی بات اپنی ذی کماؤن

عجیب حسن ہے اُن سُرخ سُرخ گالون میں  
سُنین جو آپ تو سونا حرام ہو جائے

مے روا تشہ بھردی ہے دو پیا لون میں  
تام رات گزرتی ہے جن خیالون میں



چہل پہل ہو اُداسی ہو کچھ خبر ہی نہیں  
 لٹا دیا ترے تیرون نے چٹکیان لے کر  
 وصال ہونے پر گر وصل کا یقین ہو جاے  
 جیہا کے پردے میں اظہار سو گواہی ہے  
 عجب بہار ہے لالے میں داغ ہونے سے  
 جوان ہوے ہو اُٹھا لو مرے جوانی کے  
 چھپے گا کیا دل پر خون کا راز آنکھوں سے  
 اُن ابروؤں سے نمایاں ہے صاف نصیب  
 یہ شوخ آنکھیں تمہاری تو بچاڑے کھاتی ہیں  
 غضب کیا کہ سرِ بام وہ نخل بیٹھے  
 نگاہ میں نہیں جھپٹتا ہے مالِ مفاس کا  
 نیاز ہوتی ہے قاضی کی صبح کو اُس پر  
 یہاں خزان کا نہ کھٹکانہ خوف گلچین کا  
 وہ آج اپنے جگر پر جو ہاتھ رکھے ہیں

بڑے مزے کی ہے سستی مزار والوں میں  
 یہ بات کاشش ہو پیدا ہمارے نالوں میں  
 تو تب سے پہلے ہمیں ہو گئے مرنے والوں میں  
 لحد پر آئے ہیں وہ منہ چھپاے بالوں میں  
 رہا ہے عیب ہر منہ کے خوش جالوں میں  
 کہ روز بھول چھل آتے نہیں نہالوں میں  
 جو ہو گا شیشے میں آئیگا وہ پیا لوں میں  
 ستارہ حسن کا روشن ہے دو ہالوں میں  
 خواص شیر کے پاتا ہوں ان غزالوں میں  
 نہ آنے والوں میں دم ہے نہ جانے والوں میں  
 ہم اپنے دل کو پھر لالے خوش جمالوں میں  
 مئے شبینہ جو رہ جاتی ہے پیا لوں میں  
 بہار گل میں رہے یا تمہارے گالوں میں  
 خوشی ہے دھوم ہے فریاد کرنا لوں میں

یہ سچ ہے شعر کا کہنا جلیل مشکل ہے  
 کبھی نہ سمجھے کہ ہم بھی ہیں کہنے والوں میں

کالی آنکھیں بھی ہیں غضب و شن  
 کب ہوئی گل ہوئی تھی کب و شن  
 گھر ہا راکر و گے کب و شن

ہاے یمنِ سرخ لب روشن  
 شمعِ تربت کا حال کچھ نہ کھلا  
 چاند بننا تمہیں مبارک ہو

چٹکیان بن کے پھر رہا ہے کوئی  
 لُفکے آبروئے مشکِ خن  
 طورِ سینا کبھی منور تھا  
 بیچ میں مانگِ ادھر ادھر گیسو  
 وصل کی شب بجائے شمع و چراغ  
 کہتے ہیں سب سترِ اُس مہ کو  
 داغ چمکے ہمارے بوسون کے  
 شعلہ بار آہ کھینچ لوں تو کہوں  
 عشق کی آگ پر پردیں چھس  
 صاف ہے دل کا آئینہ پس مرگ  
 سامنے اُن کے چاند کیا چمکے  
 جلوہ دید کی ہو کس ہے فضول  
 آنے والے تجھے خار گئے  
 تیرے جلوے کا سب تصدیق ہے  
 دل تو روشن ہوا تصور سے

کیا یہ آنکھیں ہیں بے سبب روشن  
 رخ سے آئینہ طرب روشن  
 طورِ سینہ مرا ہے اب روشن  
 کہکشان ہے میانِ شب روشن  
 ہوتے ہیں اُن کے لعل لب روشن  
 نام سے بڑھکے ہے لقب روشن  
 ہو گئے اور اُن کے لب روشن  
 کیوں ہوا حال تم پر اب روشن  
 جل بجھے ہم ہوئی یہ جب روشن  
 ہوتے ہوتے ہوا یہ اب روشن  
 دن کو ہوتی ہے شمع کب روشن  
 حالِ موسیٰ ہے ہمہ سب روشن  
 ایسے دیوار و درختے کب روشن  
 ورنہ یوں آئینہ تھا کب روشن  
 آنکھیں ہوتی ہیں دیکھیں کب روشن

اک غزل اور اے جلیل کہو  
 کہ طبیعت ہوئی ہے اب روشن

غالبِ رخ ہیں قریب لب روشن  
 رُفشانِی سے ہیں وہ لب روشن

انجم و ماہِ نو ہیں کب روشن  
 باتوں باتوں میں یہ کھلا عقدہ



اللہ اللہ سے فیض جسلوہ یار  
 سمجھے کیا عشق کو بستی کا فر  
 ذکر ابرو کروں تو ہو میں سرور  
 اور تارے تو اے فلک چسکے  
 دروول کی چمک قیامت تھی  
 برق سے بچکے خوش ہو کیا بلبل  
 ذکر کرتے ہیں روئے روشن کا  
 لاکھ ہتھاب کی جلی مشعل  
 ہون جگر کا دیان نگین کی طرح  
 پھر نہ کہدے تمہیں کوئی خورشید  
 زلف سے ہے بہار چہرے کی  
 شب غم ہر بلانظر میں ہے  
 زلف بکھر کے رخ پہ منسرایا  
 ماہ کامل کا کچھ گیا نقشہ  
 داغ دل فیض عشق گیسو ہے  
 زلف چھوٹی تو اور رخ چمکا  
 منہ چھپا کر گئے ہیں وہ شب کو

چاند و سورج ہیں روز و شب روشن  
 حال روشن ہو دل ہو جب روشن  
 ماہ نو کی طرح ہوں لب روشن  
 کو کب بخت ہو گا کب روشن  
 ہو گئے داغ سب کے سب روشن  
 آتش گل تو ہے غضب روشن  
 راز کروین نہ میرے لب روشن  
 نہوئی پر ہمارے شب روشن  
 نام الفت میں ہو گا جب روشن  
 منہ ہے کیا دم غضب روشن  
 دن کو کر دیتی ہے یہ شب روشن  
 مشعل آہ ہے غضب روشن  
 دیکھی ہو گی نہ ایسی شب روشن  
 ہوئے ہنسے میں دونوں لب روشن  
 چاند کیا ہو بغیر شب روشن  
 اس ختن سے ہو احلب روشن  
 صبح ہوتی ہے دیکھیں کب روشن

دور آصف کا ہے جلیل کا نام  
 اب نہ ہو گا تو ہو گا کب روشن

مجاہد وہ بت مجھ کو جو ہے میری نظر میں  
 ایسا نہواب خون نہ باقی ہو جب گھر میں  
 میں کیوں یہ کہوں اُن سے کہ مشتاقِ عدم ہوں  
 فارغ ہوں ترے عشق میں راحت طلبی ہو  
 منظور ہے پانی ترے خنجر کا چھڑانا  
 آنکھیں بھی اچھی لگد اُس آنکھ کی کیا بات  
 عالم جو اُن آنکھوں میں ہے دیکھی جھلک سکی  
 قاتل نے نیا جوڑ کبوتر کا نکالا  
 ہلکی سی تلوار لگد آپ نہ باندھیں  
 سینے میں بھی دل ہو ابھی دل ہو خالی  
 ہنسنے کے سوا اور وہاں کام ہی کیا ہے  
 سورج کا بڑا شور تھا لیکن شبِ بچرا  
 چلتا نہیں کچھ آنکھ میں ہنگامہِ محشر  
 کیونکہ یہ کہوں جس کی راتیں ہیں اندھیرا  
 فرصت ہی نہیں بننے سنورنے کو کسی وقت  
 کیا خوب ہو اشر گنہگاروں کا عطف

ہنسنے تو یہ بہرِ وپ جلیل آج ہی دیکھا  
 تسبیح ترے ہاتھ میں زتا رکھ میں

ثبات کہیں سے بھی نہیں پاتا جگر کو میں  
 بیدار کیا کہوں ترے تیر نظر کو میں



بھر دو ننگا سیم و زر سے ترے نامہ ہر کو میں  
 جی میں یہ آ رہا ہے کہ دل رکھ کے سامنے  
 دل داغدار رات اندھیری جنون کا زور  
 ہمد یہ میری بے خبری بے سبب نہیں  
 سوتے میں کھلگئی ہے جو وہ زلفِ شکو  
 چوری تو اُس نے کی ہے گلاب پہ سوچ ہے  
 صیاد سے چھڑکے تو لالے مجھے نصیب  
 انکارِ ظلمِ شرین دے گا مزہ نہیں  
 بھر منہ پہ تیغ کے مجھے لے جائے تو ہی  
 یا تاک تاک کر مجھے برسا کین تیرا آپ  
 ہے بکیسی میں کون جو روئے گا بعدِ مرگ  
 بے خود کرے نہ وصل کی لذت محال ہے  
 قاتل پہ آج کھول رہا ہوں میں دل کا مال  
 بزمِ طرب میں مجکو بٹھاتے ہو جان لو

زندہ رہا جو وصل کی شکرِ خیر کو میں  
 سید بابا کون آپ کی ٹیڑھی نظر کو میں  
 نے کر چہ سراغ ڈھونڈ رہا ہوں سحر کو میں  
 نکلا ہوں اپنے گھر سے کسی کی خبر کو میں  
 کیا کیا ملارہا ہوں نسیم سحر کو میں  
 رکھوں کہاں چھپا کے دلِ نوحہ گر کو میں  
 لاؤں کہاں سے اہلِ جنِ بال و پر کو میں  
 شاہد کروں گا جب نگہِ فتنہ گر کو میں  
 سمجھے ہوئے ہوں لذتِ رخمِ جگر کو میں  
 یا اب ترس ترس کے رہوں اک نظر کو میں  
 بس ہو تو چھوڑ جاؤں دلِ نوحہ گر کو میں  
 تم شام کو لے تو ملوں گا سحر کو میں  
 مرنے پہ آج باندھ رہا ہوں مکر کو میں  
 رکھتا ہوں اپنے ساتھ دلِ نوحہ گر کو میں

اب آپ مجھ سے آنکھ جڑاتے ہیں کیوں جلیل  
 پہنچا پتا ہوں خوب چٹیلی نظر کو میں

آسے تو دون ہوا بھی نہ یادِ سحر کو میں  
 دیتا رہوں دعا بت بیداگر کو میں  
 ہو جاوے دل نشانہ تو رکھ دوں جگر کو میں

رکھوں چھپا کے یوں گلِ داغِ جگر کو میں  
 یارب بنا دے خوگرِ آزار تو مجھے  
 یہ اپنا حوصلہ ہے کہ قاتل کے سامنے

الزام کس قصور پہ دون چشم ترکو مین  
کس کے گلے لگاؤن دل نوحہ گر کو مین  
یاں اس قدر کہ تمام لون اپنے جگر کو مین  
پر وہ اُسٹے تو ڈال دوں اپنی نظر کو مین  
رکھوں کھلا ہوا لب زخم جگر کو مین  
آئی صدا کہ ڈھونڈ را ہوں اثر کو مین  
ایسا نہ جانتا تھا تری رہ گز کو مین  
چنتا ہوں پارہ دل نعت جگر کو مین  
دیکھو نکا منہ سحر کا جو ہوں بھی سحر کو مین  
جس وقت دیکھتا ہوں کسی نوحہ گر کو مین

دل میں سکت نہیں کہ وہ اشکوں کو روک لے  
گاہک شگفتہ دل کے ہین جتنے حسین ہین  
جانا ہی جب تمہیں ہے تو رکنے سے فائدہ  
اتجنا نہیں کہ ہو رخ محبوب بے نقاب  
بہر کون کہہ سنا میگا قاتل کی داستان  
مجبو تھی فکر نالہ دل کی کہ کیا ہوا  
ہے ذرہ ذرہ حشر کا میدان بنا ہوا  
قاتل کی رہ گزر ہے یہاں برگ گل کہان  
صبح شب وصال کا دھڑکا فضول ہے  
کیا بد گمانیاں ہین کہ جلتا ہوں رشک سے

جب تک بغل میں ہے دل ایذا رسان چلیں  
کیون جاؤن ڈھونڈنے کسی بیدا و گر کو مین

پہلے گلے لگاؤن نسیم سحر کو مین  
پھلجائے ہاتھ چھو بھی اگر لون شر کو مین  
پاتا نہیں ہوں سینے کے اندر جگر کو مین  
تم مجھ کو دیکھتے ہو تمہاری نظر کو مین  
کرتا ہوں روز چاک گریبان سحر کو مین  
تھوڑی سی خاک دیدوں نسیم سحر کو مین  
اتنا بھی ہے بہت کہ بدتر سون خبر کو مین

پوچھوں گا پھر بہا رچمن کی خبر کو مین  
نست کا اپنی رنگ یہ باغ جہان میں ہو  
تم اپنے تیر ناز سے بوجھو تو کیا ہوا  
بجھو نہ یہ کہ دل کی طرف سے ہوں پیچھے  
وحشت کا جب مرہ ہے کہ ہمزنگ ہو کوئی  
سب اہل باغ پوچھینگے ہر بادیاں مری  
تم خط پہ خط لکھو گے یہ کس کو یقین ہو



خط کی خوشی نے تو مجھے دیوانہ کر دیا  
 باندھی جو میرے قتل پہ تم نے تو کھل گئی  
 شاید ابھی وہ دیکھ کے آئے ہین آسنہ  
 دستِ جنون نے کھینچ دی تصویرِ شمعِ گل  
 غمی گل تو آنکھ پیار کی ہے آج قہر کی  
 بجلی نے بھر دیے ہین ہزاروں شر کے پھول  
 اک شمع ہے مزار پہ وہ بھی، بجھی ہوئی  
 مستی ملو کہ سرمہ لگاؤ شبِ وصال  
 روز آستانہ بوس ہون ایسے کہاں نصیب

دون اب پتا کہاں کا ترے نامہ بر کو  
 سدوم جانتا تھا تہا ری کمر کو ہین  
 کہتے ہین ماننا ہون تہا ری نظر کو ہین  
 کرتا ہون چاک جیب کو دھنا ہون سر کو ہین  
 دلِ دون بھی تو بتا ئے دون کس نظر کو ہین  
 اک سیر ہو ہلا دون اگر بال و بر کو ہین  
 کیا دھیک کر بلاؤن نسیمِ سر کو ہین  
 اے مہربان سلام کروں گا سحر کو ہین  
 رکھ لون اٹھا کے دل میں ترے سنگِ در کو ہین

یان لسترانیان تری بے کار ہین چلیں  
 دیکھے ہوئے ہون آہ و ریاض و جگر کو ہین

وعدے پہ وعدہ کی قسم کھائے جاؤ ہین  
 کہتے ہین پھول ہار کے مڑ جھائے جاتے ہین  
 چار اشک بھی نہ تم نے بہاے مرے لیے  
 اے سوزِ فرشِ جگر ہے ترے ہاتھ آبرو  
 عصمت بھی بڑھتی جاتی ہے جو بن کر ساتھ ساتھ  
 حدتے خیال کے مجھے اب تک یقین ہے  
 ہے لاکھ لاکھ شکر کہ اتنا تو ہے خیال  
 بچپن کا ساتھ تھا جو گلوں سے رشتہ ہین

تسکین دینے آئے تھے تڑپا ہی جاتے ہین  
 مطلب یہ ہے کہ ہم سے یہ خیر ماے جاتے ہین  
 دیکھو تو پھول قبر کے مڑ جھائے جاتے ہین  
 آنکھوں میں کچھ کچھ اشک بھی آئے جاتے ہین  
 سن سن کے دھوم حسن کی شرائے جاتے ہین  
 آتے تھے جس طرح وہ یہاں آئے جاتے ہین  
 اب تک ہمارے دل کو دھڑپاے جاتے ہین  
 اٹھ اٹھ کے اب لحد پہ مری چھائی جاتے ہین

<p>بجسلی کا حال دیکھے شوخی نہ کیجئے          ساقی ترے سار مرے ہیں کی نہ ہو          پائے ہیں بلبلون نے بھی کیا دیاں پان دل          سے کی طالب ہیں کو نہیں دیکھ ساقیا          نظارہ باز آکھوں سے آفت میں جان ہے          اُن ساغرون میں دیدہ گریان بھی ہیں مرے</p>	<p>ترڈ پانے والے آپ بھی ترڈ پائے جاتے ہیں          لیسا خبر کہ ہوش میں ہم آئے جاتے ہیں          بھولوں کے ساتھ ساتھ جو دم حجامے جاتے ہیں          باول بھی یکدے پترے چھائے جاتے ہیں          راہیں کھلی ہیں دل میں حسین آئے جاتے ہیں          شب بھر جو بزم یار میں چھلکے جاتے ہیں</p>
---	--

اُٹھتی نہیں ہے نہ سے نقاب حیا جلیس  
 تر سے ہو کون کو اپنے وہ ترسائے جاتے ہیں

<p>لو آج بھر کیجئے کو برائے جاتے ہیں          مجکو سب اپنی اپنی طرف کھائے جاتے ہیں          آپ آئیے تو آپ میں ہم آئے جاتے ہیں          وہ ہیں کہ پاؤں اور بھی پھیلائے جاتے ہیں          پردے بھی آج باندھ کے لٹکائے جاتے ہیں          کئے کھڑے ہیں خون سے گھراے جاتے ہیں          بڑھ بڑھ کے اب تو دلہ مرے چھائے جاتے ہیں          خوش ہیں پرانی چیز پر اتراے جاتے ہیں          دیکھو تمہارے سر کی قسم کھائے جاتے ہیں          پھرے پال لٹکے بکھراے جاتے ہیں          بھولوں سے آشیانے جہان چھائے جاتے ہیں</p>	<p>تنگ کیل گات وہ دکھلائے جاتے ہیں          آنکھیں بھی مانگتی ہیں دل ابرو بھی زلف بھی          حاضر نہو حضور میں کس کی مجال ہے          اربانوں کے ہجوم سے دل میں جگہ نہیں          در پر پڑے ہو کون پہ غضب کا عتاب ہے          چپ ہوں ابھی بن حشر میں اس پر یہ حال          پھیلا رہے ہیں پاؤں غضب گیسو ورازا          دل کیا ملا ہے اُن کو کہ ملت نہیں مزاج          تسکین چھوٹے وعدوں سے دیکھیں یوں مجھ          تیرے نظر ہے کیجئے کے پردے پہ چوٹ آج          ہم گلشن خیال کے بیل ہیں باغبان</p>
--	---



<p>وہ اور اپنی زلف کو اُبھاسے جاتے ہیں  سوکھے ہوئے نہال میں پھل آسے جاتے ہیں  صورت پہ اپنی آپ ہی للچائے جاتے ہیں  آثار اپنے مٹنے کے اب پائے جاتے ہیں  بولی کہ آپ مجھ کو بھی فرما سے جاتے ہیں  وہ ابر و نہد دیکھئے بل آئے جاتے ہیں</p>	<p>ہم جیسے جیسے کھولتے ہیں دل کی گتھیاں  خالی نہ آبلوں سے دل ناتوان رہا  کس کس مرے سے دیکھ رہے ہیں وہ آنکھ  آنچل اُلٹ کے اُٹھے ہیں بہرِ خرامِ ناز  بے اس جان ہو گئی اٹھ کر جو وہ چلے  وہ غصہ آچلا وہ جبین پر شکن پڑی</p>
---	--

کیا جانے کیا جلیل نے چپکے سے کہہ دیا  
آنکھیں جھپکائے لیتے ہیں شرمائے جاتے ہیں

سُوجھی ہے یہ ایک عمر بھر میں  
ٹھنڈک جو ملی ہے چشمِ تر میں  
ہم بھی تھے کبھی تری نظریں میں  
اک دل میں ہے زخمِ اک جگر میں  
چھتا ہی نہیں کوئی نظریں میں  
کچھ پھول ہیں دامنِ سر میں  
دیکھا تو وہ تھے مری نظریں میں  
آگے بھی یہ تھے خدا کے گھر میں  
ایسے ہیں کہ چھپکے نظریں میں  
تھوڑی سی غلش رہے جگر میں  
کیا پھولے ہیں ایک مشتِ زر میں

ہستی ہے عدم مری نظریں میں  
پھیلاتی ہے پاؤں حسرتِ دید  
او آنکھ ہر اک کے جانے والے  
کہتے ہیں یہ دیدِ بائے خونبار  
ان آنکھوں نے تھک جو بسے دیکھا  
تارے یہ نہیں ہیں آخرِ شب  
کوئی نہ حجابِ کام آ یا  
دل میں ہیں جو بت تو بات کیا ہے  
کیا اور کہوں نزاکتِ اُنکی  
تیرا اپنے نگالے مگر یوں  
کم ظرف تھے سارے غنچہ گل

<p>اتنا بھی نہ کوئی حیا دار          دشوار ہے انتظارِ حشر          قشقہ ہے کچا کسی حبسین پر          شکل اپنی جو دیکھی ہو گئے مو          جیتے رہو جس کو کیا مٹا یا          ہے عمر روان بن شمع کا رنگ          پر کا لہ آتش جگر ہے          اُس چاند سے رخپہ عکس کیسو</p>	<p>دیکھا تو سما گئے نظریں          تربت ہو کسی کی رہ گزریں          یا چاکے دا میں حسرتیں          وہ سو گئے آنے کے گھر میں          یہ کام کیا ہے سہر بھر میں          گھر بیٹھے گزرتی ہے سفر میں          جو اشک ہے اپنی چشمِ نرین          دھبنا سا نظر بڑا سہر میں</p>
--	--

دنیا سے جلیں ہاتھ اٹھاے  
 بیٹھے ہیں کسی کی رہ گزریں

<p>دردِ دل چکا تو پھر افس میں کی ہوتی نہیں          لاکھ چاہو دوست کی بری ہوتی نہیں          کوئی جب بیٹھے بیٹھے چنگیانِ دل میں نہ لے          پردہ دریلے کی ٹھہری قیس کی عریان تہی          اک نظر سے ہو جہان اُمتِ دل چرچور          گرچہ خوگر ہو گئے ہیں بکبسی کے ہم مگر          مشعلِ غنچہ ہے یہاں انجسام پر اپنی نظر          لاکھ چھوڑ و زلف کر شانے پہ تم جو ہو وہ ہو          میں جو پہونچا یا ربو لاؤ کھینا یہین جلیل</p>	<p>اے فلک یان چار دن کی چاندنی ہوتی نہیں          سچ کہا ہے جو نہیں ہوتی کبھی ہوتی نہیں          دل وہ پایا ہے کہ اپنی دل لگی ہوتی نہیں          آن کی ہوتی ہے ہنسی میری ہنسی ہوتی نہیں          وان یہ حیرت ہے کہ کڑے آری ہوتی نہیں          الامان وہ بکبسی جب بخوری ہوتی نہیں          لب پہ ہوتی ہے ہنسی ل میں خوشی ہوتی نہیں          حور کوئی پر لگانے سے پری ہوتی نہیں          مرنے مٹنے سے جنھیں فرصت کبھی ہوتی نہیں</p>
---	---



سنا ہے وہ سو گور غریبان آنے والے ہیں  
 گلے شکوے کہیں دشمن جھین جھینے کے لالے ہیں  
 یہ ہم سے پوچھ اسے حیتا دیکھا بھیل کے نامے ہیں  
 ہزاروں تھی جہان اب ایک تلوون میں چھالے ہیں  
 چلے اٹھکر وہ دیون کہتے ہوئے کشتون کرالین  
 کہیں جاؤں تمہارے رشت پہان چھپ نہیں سکتے  
 یہ تھوڑا ظلم ہے اے محنت تجھ سے خدا سمجھے  
 جنون یلے کے آگے قیس کو اس وجہ سولایا  
 قدم اٹھتے نہیں ہیں قافلے والوں کے سُن سُنکر  
 تمیز دیکھو کعبہ ہے نہ فکر دین و دنیا ہے  
 تمہارے مرثون پرناے رے عالم قیامت میں  
 دغا کی ہے مقدر نے کہاں غربت نصیبوں سے  
 بُرا ہو در و دل کا بات کرنی ہو گئی مشکل  
 مرے حیتا نے بھکوان آزادوں میں رکھا ہے  
 پتا چلتا ہے اس سے فصل گل کی بے ثباتی کا  
 علاج در و کو میں در سے بڑھ کر سمجھتا ہوں  
 ترے ہمارے غم میں کیا کہوں اب کیا رہا باقی  
 ستیا حسرت پر وار نے اتنا اسیر و نکو  
 وہ کہتے ہیں کہ ہم موجود ہیں جلوہ دکھانیکو

شہیدانِ محبت ہاتھ تربت سے نکلے ہیں  
 ہم اس پر جان دیتے ہیں کہ تم ہر مرنوالے ہیں  
 وہ نامے ہیں کہ پھولوں نے گریبان بچاڑ لے ہیں  
 مگر کانٹے زبان جیسی نکالے تھے نکالے ہیں  
 یہ ظالم فیند کے ماتے ہلاکے سو نوالے ہیں  
 زمین پر نقش پا کہتے ہیں ان تلون میں چھالے ہیں  
 پٹنگ کر ایک شیشہ سیکڑوں ل توڑ ڈالے ہیں  
 پھسے کپڑے ہیں منہ پر گرد ہر تلون میں چھالے ہیں  
 یہ آواز جرس ہے یا کسی بکس کے نامے ہیں  
 یہ رند پاک طینت بھی زے اللہ والے ہیں  
 ہر اک کہتا ہے یارب یہ کہاں کے رہنے والے ہیں  
 اُدھر رکتے میں کانٹے ہیں اُدھر توڑی ہوئی ہیں  
 اگر دو حرب مطلب میں توب پر چار نامے ہیں  
 راکرنے سے پہلے جن کے بازو توڑ ڈالے ہیں  
 جو بھیل کے ترانے ہیں وہی بھیل کے نامے ہیں  
 چھبے ہیں دل میں وہ کانٹے جو تلون سے نکلے ہیں  
 کچھ اشک بیکسی آنکھوں میں کچھ لب پہ نامے ہیں  
 کہ تنگ آ کے اپنے بال و پر خود بیچ ڈالے ہیں  
 کوئی پوچھے کہ آنکھوں پر یہ پرد کس لڑالے ہیں

جلیل اب لطف کیا ہے سیکدے میں اپوز ہنر کا

مکدر و قہر تر ز سہے بھرے جسے پیالے ہیں

جگر تھامے ہوئے بیٹھے ہیں جتنے سننے والے ہیں  
نزاکت کی جو لیتے ہیں ہمارے دیکھے بھالے ہیں  
یہاں ہر شب فلک سے اور اپنے دل کے مالے ہیں  
خدا کے سامنے کہہ دیں یہ بت سب دیکھے بھالے ہیں  
جو کئے ابر کے اٹھے ہیں کیسے کالے کالے ہیں  
چلا ہے اس تزک سے تیرا دیوانہ بیابان کو  
تہارا وعدہ سچا۔ قول سچا۔ اور تم سچے  
شکستی جاتی ہیں بوندین لہو کی چشم مجنون سے  
جسے مارا تری تیج نگا و ناز نے مارا  
بتوں میں بھی ہزاروں چاند کے ٹکڑے نظر آئے  
کوئی کیا جانے کیا چنتی ہے لیلے اپنی پلکوں سے  
ازل سے باغ میں جھنڈے گرے ہیں باغبان اپنی  
جنون کے دن چلے کانٹے پھول پھوڑ لیں دل کے  
چھپکتے آج کیوں ہو کیا کوئی بیگانہ بیٹھا ہے  
نہ تیرا اس توڑ کے دیکھے نہ تیرا انداز اس ٹھصب کا  
بہت نے بہت بید روئے یہ کہلو اچھوڑا  
مرے کی چیز کیا ہے اے جنون تو فیصلہ کر دے

مرے پر درد مالے بھی بڑے بے درد مالے ہیں  
وہ ایسے ہیں کہ لاکھوں عہد و پیمان توڑ ڈالے ہیں  
ہزاروں تیرہمے ایک ترکش سے نکالے ہیں  
تمہارے منہ لگے تو یہ کہیں چپ رہنے والے ہیں  
سرور آگے ہو گئے انھیں جو پینے والے ہیں  
کہ دہنے باکین فوج اشک اگر آگے مالے ہیں  
مگر اس سے وہ کیا خوش ہو جسے جینے کے لالے ہیں  
کہیں چھالو نہیں کمانے ہیں کہیں کانٹوں میں چھالے ہیں  
خدا لگتی کہیں گے ہم بھی اک دن نہ ہوالے ہیں  
خدا نے نور کے سانچے میں کیا کیا بڑے ڈھالے ہیں  
یہ وہ کانٹے ہیں جو مجنون کو تلوون سو نکالے ہیں  
یہ جتنے سرو سوزون ہیں مرے ہر جہت مالے ہیں  
غنیمت ہیں جو تلوون میں مرے دو چار چھالے ہیں  
وہی ارمان ہیں دل میں جو کل تم نے نکالے ہیں  
زمین پر ہے دلِ مالان۔ فلک کے پار مالے ہیں  
کہ وہ جتنے رہیں یارب جو ہر مرنے والے ہیں  
کھٹک کہتی ہو کانٹے ہیں تپک کہتی ہو چھالے ہیں



تصدق اُس کی قدرت کے کہ جس نے مہربان ہو کر  
تماشا دیکھے اُن میں زمانے کی دورنگی کا  
پچھی ہین خاک پر سب درختیاں جیب دگر پانکی

تہارے وصل کے ارمان مرید دل ہو نکال ہین  
جو گوری گوری صورت کالی کالی زلفوں لہین  
جنون تیرے لیے ہم نے نئے رستے نکال ہین

جلیل ایسے بھی روہی چار نکلیں گے زمانے ہین  
بتوں کو گھورتے ہین اور پھر اٹھ والے ہین

بہارین تھی جودل بستگی خزان میں نہیں  
جفا سے ہاتھ اٹھایا ہے یار نے جس کے  
چلا ہوں شیخ کی خدمت میں لے کے پڑو  
یہی تو دوہین ٹھکانے غریب بلبل کے  
گلے پر رکھ کے اٹھائی پھری یہ کہتے ہوے  
خزان کے خوف سے بلبل کا دل لرزتا ہے  
نصیب کے کہیں مرنا کسی پہ ہوتا ہے  
یہ کہ رہے ہین تڑپ سیری دیکھنے والے  
ہم اُن کو عشق میں ہم پتہ کب سمجھتے ہین  
لگائی جاتی ہے بلبل کو کس لیے چوری  
پیام مرگ تو یہ ہے سدھار و دنیا سے  
ہین تو یاروں سے کچھڑے ہوئے نامہ ہوا  
حوان و پیسہ کا ملنا بھی کوئی ملنا ہے  
شرر نشان ہو خدا کے لئے کہیں مجبلی

ہم آشیان میں ہین ایسے کہ آشیان میں نہیں  
ہمارا بلو چھنے والا کوئی جہان میں نہیں  
کہ آج صدر نشین محفل مغان میں نہیں  
فتنس میں ہوگی اگر اپنے آشیان میں نہیں  
یہ استمان وفا کوئی استمان میں نہیں  
ہو اسے یہ حرکت شاخ آشیان میں نہیں  
مزدہ جو اس میں ہے وہ عمر بادان میں نہیں  
کچھ ایسا فسق زمین اور آسمان میں نہیں  
تے ہوے جو ترازوے استمان میں نہیں  
بچھے ہین تخت جگر بھول آشیان میں نہیں  
یہاں سکتے ترے پیار ناتوان میں نہیں  
ہاری یاد بھی اب بزم دوستان میں نہیں  
ابھی تختائیر کمان میں ابھی کمان میں نہیں  
کہ ایک پھول بھی اب شاخ آشیان میں نہیں

ذرا سمجھ کے مری جان تیغ ناز کچھے  
تہین تم اب ہو کوئی دوسرا جہان میں نہیں

سنا ہے جلوہ گہ ناز میں وہ آئے ہیں  
جلو جلیل جلو دیر امتحان میں نہیں

وہ اپنے مرثون کا منہ سے جسم نام لیتے ہیں  
ہیں کیا حسن والوں سے اگر آباد ہے دنیا  
ارادہ زور کا ٹھہرا تو پھر ترست میں سونا کیا  
جہان لاکھوں کرشمے ہیں وہاں اک شان یہ بھی ہے  
ترپ دکلی نقان دکلی انہیں کے ہے اشار سے  
فلک کے سر کبھی الزام تھا خون شہیدان کا  
بھکر شاخ گل مبل ہوا سے ٹوٹ پڑتی ہے  
خواب دل محبت کا گلہ کرتے ہیں آنکھوں سے

یہ دیکھا ہے کہ ہاتھوں سے کلہا تمام لیتے ہیں  
تہا رے نام لیوا ہیں تہا را نام لیتے ہیں  
تھکے مانسے مسافر ہیں ذرا آرام لیتے ہیں  
اداسے کام لیتے ہیں قضا کا نام لیتے ہیں  
کبھی کچھ کام لیتے ہیں کبھی کچھ کام لیتے ہیں  
تہا ری جان سے دور اب تہا را نام لیتے ہیں  
وہ جسم دست نازک میں گلابی جام لیتے ہیں  
بڑے حضرت ہیں اپنے سر پہ کب الزام لیتے ہیں

جلیل اب تو پلٹنا وادی وحشت سے مشکل ہے  
جہان آشکر چلے ہم خار دامن تمام لیتے ہیں

کیا غضب ہے ہم محبت بھی جتا سکتے نہیں  
لاش عاشق بد وہ اپنا غم چھپا سکتے نہیں  
جستجوے یار سے ہم باز آسکتے نہیں  
تم کہنا تک حسن کا عالم دکھاؤ گے مجھے  
ان تک آنے میں حیا پر کونسا الزام ہے  
کھینچتا ہے نقش کیا کیا دل میں نقاش خیال

دل دکھا سکتے ہیں درد دل دکھا سکتے نہیں  
سکرا نا چاہتے ہیں مسکرا سکتے نہیں  
گو یہ پہنچتے ہوئے دلیں کہ پاس کے نہیں  
وصل کے ارمان اب دل میں سما سکتے نہیں  
کیا تہین ہم دل کے پردے میں چھپا سکتے نہیں  
دیکھنے کی سیر ہے لیکن دکھا سکتے نہیں



کس ادا سے تم نے ٹالا ہے قیامت پر وصال  
 بیٹھ کر پردے میں یہ ہنگامہ آرا کون ہے  
 سخت مشکل ہے کہ تیرا نقش پا ہے خاک پر  
 ہوش جاتے ہیں بتوں کے۔ دیکھ کر دل غمگین  
 رس بھری آنکھوں سے ہے ساقی تری ساقیگری  
 بیٹھنے کو بزمِ خوبان میں کیجیسا چاہیے  
 کس قدر مجبور کر کے اُس نے رکھا ہے ہین  
 ہم نے مانا نازنین تم ما تو ان ہم ہین مگر  
 کیا نراکت ہے حسینوں کے تصدیق جانیے  
 رازِ دل کہہ کر بُت کم سن سے خود سواہر ہے  
 ہاتھ جینے سے اٹھانا باغبان آسان ہے  
 ایسے کچھ کھوے گئے ہیں ہم تلاشِ یار میں  
 بیٹھ کر تربت پر یہ کہنا کسی کا ہا ہے  
 لوجوانی آگئی اب خیر جانوں کی نہیں  
 لاش پھر رونے سے بھڑکی اور رسوائی کی آگ  
 غمزدہ خوریز پایا ہے بتوں نے اس لئے  
 کیوں نہ ہکورد شک آئے شمع پر لے ضبطِ عشق  
 کیوں تہین عشاق سے ہونے لگی شرمندگی  
 دروہندانِ محبت کو دوا سے کیا غرض

اس ادا پر ہم قیامت کیا اٹھا سکتے نہیں  
 جانتے سب کچھ ہین لیکن ہم جتنا سکتے نہیں  
 ہم اٹھا سکتے نہیں اُس کو مٹا سکتے نہیں  
 جوت ان پھولوں کی پتھر بھی اٹھا سکتے نہیں  
 ور نہ جامے لگی دل کی جُبا سکتے نہیں  
 ہم کسی کا غم نہ بے جا اٹھا سکتے نہیں  
 سو رہی ہے اپنی قسمت ہم جگا سکتے نہیں  
 ملے دونوں بیچ سے پردہ اٹھا سکتے نہیں  
 ولہیں آ سکتے ہیں لیکن دل تو جا سکتے نہیں  
 عاتق تھے ہم کہ غنچے جو چھپا سکتے نہیں  
 آشیان اپنا چمن سے ہم اٹھا سکتے نہیں  
 ہوش بھی اپنے اگر ڈھونڈیں تو پا سکتے نہیں  
 مین نہ سمجھا تھا کہ میرا ناز اٹھا سکتے نہیں  
 وہ اٹھا فتنہ جسے تم بھی دبا سکتے نہیں  
 خاک ڈالو خاک پانی سے جُبا سکتے نہیں  
 نازنین ہین ہاتھ سے خنجر اٹھا سکتے نہیں  
 جل رہا ہے دل مگر آنسو بہا سکتے نہیں  
 آنکھ قاتل ہے تو ہو کیا لب جلا سکتے نہیں  
 لے سجادہ کا دل ہم دکھا سکتے نہیں

جب کہا کشتے چلائے کو تو بھلے ناز سے  
ہم سلا سکتے تو ہین لیکن جگا سکتے نہیں  
آج شاید پھول ہین بیل کے صحن باغ میں  
اوس غنچون ہر پڑی ہے سُکرا سکتے نہیں

مدعی فتنے اٹھاتے ہین اٹھانے وہ حلیل  
قلب ہر سیکے جو بیٹھے ہین اٹھا سکتے نہیں

لے گئے کوے بو تراب میں پاؤں  
یار نے مرا قلم کر کے  
کیا یو نہیں گھر کسی کے جاتے ہین  
وصل کا دن ہے مختصر کیا  
کیا ملا کر کے حسن کی تعریف  
سوج و حشت فلک سے کہتی ہے  
نیز بھی اپنی راویستی ہے  
دل سے ناز کے دیکھو سچ روئے  
حسرت وید جاے اب کہوں کر  
جلوہ وید کہہ کر کیا دیکھوں  
کیا برائشہ ہے جو انی کا  
آنکھ مہری و ہین بھرا کی ہے  
پڑ گیا تھا بہک کے شیشے پر  
تیغ پہا سون کی دستگیر ہوئی  
ایک دن کر کے سیر کو چہ یار

و صو کیے چشمہ کلاب میں پاؤں  
آج رکھا رو ثواب میں پاؤں  
اک زمین پر ہے اک رکاب میں پاؤں  
لگ گئے جیسے آفتاب میں پاؤں  
اُس نے دکھلا دیا جو اب میں پاؤں  
کیا و صرون غائب میں پاؤں  
کیا جمین ویدہ پر آب میں پاؤں  
جھوٹ جاے کہیں حباب میں پاؤں  
سو گئے ویدہ پر آب میں پاؤں  
کہیں ٹکتے ہین اضطراب میں پاؤں  
لڑکھڑا جاتے ہین شباب میں پاؤں  
اُس نے رگھے ہین جب کلاب میں پاؤں  
خشک کرتا ہوں آفتاب میں پاؤں  
تھک گئے جب تلاش آب میں پاؤں  
بڑ گئے ہین عجب عذاب میں پاؤں



ہاتھ جوئے حنا جلیل اُن کے  
چھو سکیں ہم نہ جن کے خواب میں پاؤں

ہو جو بے قابو طبیعت کیا کریں  
اپنا لکھا اپنی قسمت کیا کریں  
بے وفائی کی شکایت کیا کریں  
ہم علاج در و فرقت کیا کریں  
اب بتا ہم اے محبت کیا کریں  
اب کسی سے ہم محبت کیا کریں  
سُن کے نا صبح کی نصیحت کیا کریں  
کہنے ایسوں سے محبت کیا کریں  
شکر کی جا ہے شکایت کیا کریں  
والدے پر وہ جو حیات کیا کریں  
دیکھئے روز قیامت کیا کریں  
اور اظہارِ سترت کیا کریں  
حسن والے کر کے زہنت کیا کریں  
اک نظر پر ہم قناعت کیا کریں

نا صماہم ترک الفت کیا کریں  
آگئی تم پر طبیعت کیا کریں  
ایک وہ ہے چاہنے والو ہزار  
جی میں ہے اک دن تھنا سے پر چھپے  
یار نے قدرِ محبت کچھ نہ کی  
ایک دل تھا آگیا وہ ایک پر  
جانتے ہیں ہے یہ سو داس کو ستا  
آج ہم سے کل طینِ اغیار سے  
قابلِ جور و حنا سمجھے ہمیں  
ہم تو بے پردہ تھے دیکھیں مگر  
اب تو کرتے ہیں قیامت وہ بچا  
ہنس دے سب زخمِ جب آئی بہا  
مہر و مدد کو حاجتِ غازی نہیں  
حُسن تو بڑھتا ہی جاتا ہے ترا

جی بہلتا ہے تڑپنے میں جلیل  
شکوہ در و محبت کیا کریں

ایک غنچے سے کھلا ہے چمنِ دل میں

رنگ لایا ہے ترے تیر کا پیکانِ دل میں

چنگیان لینے لگے تم تو مری جان دل میں  
میرے قاتل کوئی چھپتا ہوا پیکان دل میں  
کیا کہیں کیے ہوئے آج پشیمان دل میں  
کیا کہیں گے تہین سب گبر و مسلمان دل میں  
تیر چنگلی میں رہے تیر کا پیکان دل میں  
جمع رہتے ہیں خیالات پریشان دل میں  
چھپکے بیٹھے ترے تیر کا پیکان دل میں  
وہ یہ کہتے ہیں کہ ہم بھی ہیں پشیمان دل میں  
خون کی بوند ہوا ڈور کے پیکان دل میں  
رہ نہ جائے مرے قاتل کوئی ارمان دل میں  
شرم کہتی ہے کہ وہ بھی ہے پشیمان دل میں  
اُتر آتا ہے یوہن تیر کا پیکان دل میں  
آج تکے خلش جنبش مرگان دل میں  
دل ہے پیکان میں کہ ہے تیر کا پیکان دل میں  
آتے ہیں کھولے ہوئے زلف پریشان دل میں

میں تو خوش تھا کہ ہوئے خیر سے مہمان دل میں  
خلش تازہ کا مدت سے ہے ارمان دل میں  
در و دل افس ہٹ بیدار کے آگے کہہ کر  
کعبہ و ریرہن روڑا تے ہو دھوکے دیکر  
دست قاتل کا نہ بھل سے علاقہ چھوٹے  
عاشق زلف کو خلوت میں ہے جلوت کا مزد  
زخم کے چور سے یہ چور نہیں کم قاتل  
ہم جو کہتے ہیں کہ دل دیکے تہین پشیمانے  
ہرچہ درکان نک رفت نک شد آخر  
آج موقع ہے کہ ہو تیر سے ترکش خالی  
مل کے اغیار سے جسے مجھے بھیچین کیس  
جیسے طائر کو ہو محبوب نشین اپنا  
بھول سکتا نہیں احسان تری آنکھوں کا  
دونوں پر خون ہیں سمجھ میں نہیں آتا قاتل  
گھر میں اشر کے اندھیر یہ دست کرتے ہیں

قتل کر کے جوہن آج بہت خوش ہیں حلیل  
مُنہ سے چاہے نہ کہیں ہو گئے پشیمان دل میں

رگیا ہونہ کوئی ٹوٹ کے پیکان دل میں  
شک اگر ہو تو چھو دیکھیے پیکان دل میں

پہلے ایسے تو کھٹکتے تھے نہ ارمان دل میں  
خون کا نام نہیں اب تو مری جان دل میں



خوبرو نماز واداسے ہیں خرامان دل میں  
 کیون میں چاہوں کہ بتوں کا رہے ارمان لہجہ  
 یار درخانہ و ماگر و جہان میگر و ہم  
 اپنے آرام کا پہلو کوئی دیکھ ہوگا  
 دل کے جانے کا مجھے بچ نہیں سوچ نہیں  
 درہم داغ پہ ہے لالہ گلشن نازان  
 دیکھا داغ جدائی کا ہر ایک گل اسکو  
 جی بہلنے کو وہ اسے پردہ نشین کافی ہو  
 تہین آکر جو نکالو تو نکل سکتے ہیں  
 داغ کیا درد و الم کیا سہمی چھپ جاتے ہیں  
 کوہ میں کبک دری صحن چمن میں طاؤس  
 اور تو کوئی مکان یار کے رہنے کا نہیں  
 بے ٹھکانے نہ ہوئی بات کوئی قاتل کی  
 وہ جو جنگی سے پھرتے ہیں نمک نمون بہ  
 جا بہا یار نے جا سوس لگا رکھے ہیں  
 معمولی صورت پہ تہاری مراد آیا تھا  
 جی میں ہے شیخ کو اُس بت کی دکھاؤں تصویر  
 ایسے دیکھے دے سنے خون کے پیاسے فشر  
 دور قاتل ہے دورنگی کا شانیدار

میں سمجھتا ہوں کہ چلتی ہیں یہ پھر پان ل میں  
 اُسہ قانع ہوں جو حضور اس اہو پان ل میں  
 جان ہے گرم تلاش اور ہر پان ل میں  
 رہ گیا ٹوٹ کے قاتل سر جو پیکان ل میں  
 اسکو روتا ہوں کہ تھار بیت گلامان ل میں  
 ایسے سکتے ہیں ہزاروں مری ویران دل میں  
 آج بیل لے پھرتی ہے گھٹن دل میں  
 تیزی تصویر خیالی ہے جو چہان دل میں  
 جھاوٹی جھائے ہوئے ہیں غم و حزان ل میں  
 راز الفت ہے جو ہوتا نہیں چہان دل میں  
 اور وہ سر و خرامان ہے خرامان دل میں  
 کبھی ہوتا ہے تو ہوتا ہے وہ بہان ل میں  
 تیر چنگی سے چلا اور تھا پیکان دل میں  
 جی میں آتا ہے کہ کون میں نکون دل میں  
 انگ انگھون میں بگوبن پیش لمان ل میں  
 کیا خبر تھی کہ بھرے بیٹھے ہو پھر پان ل میں  
 مان دیکھا اگر کچھ بھی ہے اہان ل میں  
 پھر نکلتی نہیں چپکرتی مژگان ل میں  
 دل کا ہر رنگ ہوا نور کے پیکان ل میں

<p>میں یہ کہتا نہیں محفل میں بٹھا دیکھو          دل انسان میں عجب جلوہ نظر آتا ہے          روز گہڑے ہوئے تیور نہیں دیکھے جاتے</p>	<p>ہاں جگہ چاہئے تھوڑی سی مریبان دل میں          آنکھیں کھلوائیں کرے غور جو انسان دل میں          منہ سے کہدا لے جو کچھ ہو مری جان دل میں</p>
---	---

لوگ کہتے ہیں محبت سے غزل سن کے جلیل  
 یہ سخن وہ ہے کہ رکھیں گے سخن دان دل میں

<p>کون کہتا ہے کہ شرمیلی ادا اچھی نہیں          تم کہو نا صحیح سینوں کی ادا اچھی نہیں          خوش ادا ہیں آپ لیکن یہ ادا اچھی نہیں          ان کے ہاتھوں روزاب ہوتا ہے خون آرزو          منہ سے کب برق ہٹا یا جب اُجالا ہو گیا          آپ کو جلوہ دکھانا ہے تو باہر آئیے          آئینہ کیا اسکو سمجھے گا یہ ہم سے پرچھے          آہ کی تھی قیس نے اسکو زمانہ ہو گیا          ان مریضوں میں مرے عیسے نے رکھا ہونچر          ساتھ خنجر کے کوئی تیر نظر بھی چاہئے          خاک مہری کو سے ماناں سے اڑانا ہے ستم          دوشگفتہ ہیں جو دل تو چار مرجھائے ہو          پہلے زار دیکھ لے ساقی کی ستانہ نگاہ          آپ نے تصویر بھیجی میں نے دیکھی خور سے</p>	<p>ہے بہت اچھی مگر ام سے جیسا اچھی نہیں          ہم تو یہ بھی کہہ نہیں سکتے جفا اچھی نہیں          سن چکے جب داستان میری کہا اچھی نہیں          ایک دن ہنہ سے یہ نکلا تھا حنا اچھی نہیں          ہے حنا اچھی مگر اتنی جیسا اچھی نہیں          لسترانی کی یہ درپردہ صدا اچھی نہیں          کون سی اچھی ادا ہے کون ادا اچھی نہیں          آج تک سنتے ہیں صحرای ہوا اچھی نہیں          جن کے حق میں درد اچھا ہے دوا اچھی نہیں          مجرم الفت ہوں میں تھوڑی سزا اچھی نہیں          یہ ہوا خواہی تری باد صبا اچھی نہیں          سچ تو یہ ہے بارخ عالم کی ہوا اچھی نہیں          پھر یہ پوچھیں گے شراب اچھی ہے یا اچھی نہیں          ہر ادا اچھی خموشی کی ادا اچھی نہیں</p>
--	---



اچھے جو دیکھے وہ دے الزام خون عاشقان  
 بوے گل کے واسطے بلبس قفس میں مر نہ جا  
 مست آنکھوں پر کبھر کر زلف ساقی نو کہا  
 ظلم سے بھی کر دیا محسوس و مہکوا اپنے  
 ایک دن فرصت نہ پائی ہم نے اشک آہ سے  
 اک سرے سے بڑی ہو شیخ ہم قائل نہیں  
 تو ہوا ہو جائیگی ابلھینگے وہ عشاق سے  
 تم بہت اچھے خدا رکھے سدا اچھا نہیں  
 خود کہا تھا تم نے ہم تم ہوں جہان کوئی ہو  
 ہم وفا تم سے کر دیں تم غیر سے کیا تمہرے  
 برہمی کے رہتے ہیں آثار تیرے عیان  
 اب سگر تم کو کہتا ہے زمانہ یا ہمیں  
 عشق بازی میں جہان تک تجربہ جاہل ہوا  
 آپ کی بہیار آنکھیں اور اُن پر اتنا بار  
 حسن کرتا ہے ادا پیدا تو کہتی ہے نگاہ  
 آپ کے دشمن جلا میں دل ہمارے سوگت میں  
 اپنے بیماروں سے کہتے ہیں دکھا کر آپ تیغ  
 اُن کے دل سے پوچھ جن کا ہے کلجا پاش  
 حُسن ہوتا ہے تو ہوتی ہے نظر کب عیب پر

اس قدر بھی شوخی رنگ صبا اچھی نہیں  
 اس قدر تاخیر سے بار صبا اچھی نہیں  
 جو نہ بیخانے پہ چھائے وہ گستاخی نہیں  
 وہ جفا اچھی تھی لیکن یہ جفت اچھی نہیں  
 سر زمین عشق کی آب و ہوا اچھی نہیں  
 یہ کہو تھوڑی سی اچھی ہے سوا اچھی نہیں  
 بھینٹ زلف یار سے بار صبا اچھی نہیں  
 تنکو کیا حالت مری اچھی ہر بار اچھی نہیں  
 اس لیے ہے عرض خلوت میں حیا اچھی نہیں  
 دوسری بکو سزا دے سزا اچھی نہیں  
 آنکھ اچھی ہے نظارے دل بار اچھی نہیں  
 ہم نہ کہتے تھے غرہ ہوں پر جفت اچھی نہیں  
 سب کا حامل ہے یہی رسم و نفا اچھی نہیں  
 چوتھوں میں ساتھ شوخی کے حیا اچھی نہیں  
 جو نہ بڑھ جائے قضا سے وہ ادا اچھی نہیں  
 اس قدر بھی گرمی بزم سزا اچھی نہیں  
 اس دوا کے سلسلے کوئی دوا اچھی نہیں  
 ہے بھری بھی تری باگی دوا اچھی نہیں  
 وہ بھی اچھی ہے تہا رہی جدا اچھی نہیں

ہاتھ میں سجدہ ہون کی آرزو دل میں جلیں

اس طرح یاد خدا مر و خدا اچھا نہیں

جو دل کو کھوپکے ہیں وہ دل کو ڈھونڈتے ہیں  
کیا دمن ہے جستجو کی یہ بھی خبر نہیں ہے  
را و طلب میں ایسا خود فرستہ کون ہو گا  
کائناتے نہیں جو کشتے فرقت میں دن ہمارے  
جو زخم دیکھتے ہیں جی لینے کو ہے کافی  
تم نے جو اپنے رُخ سے پردہ اٹھا دیا ہے  
اشرارے عشق لیے مجنون کے بن میں اب تک  
اُبلتے ہوئے وہ گیسو ہیں کس قدر پریشان  
زیر بے کمان کے جو دل شکا کر کرے

کلیجہ ختام کر جنب دل دکھے فریاد کرتے ہیں  
ترپتے لوٹتے ہیں تالہ و فریاد کرتے ہیں  
بت ظالم یہ کہتا ہے جو ہم فریاد کرتے ہیں  
سمجھتے ہیں کہ ہکو ایک دن معشوق بننا ہے  
عدو لوٹیں جوانی کے مزے پر و انہیں انگو  
ہماری بیخودی کا حال وہ پوچھیں جو امر و قاصد  
آہی محفلِ ستانِ تجلی کا ہ ہے کس کی  
تہاری بیوفائی ہم نہ بھولے ہیں نہ بھولیں گے

ہم دل سے تنگ ہو کر قاتل کو ڈھونڈتے ہیں  
دلبر کو ڈھونڈتے ہیں یا دل کو ڈھونڈتے ہیں  
سمنزل پہ ہم پہونچ کر منزل کو ڈھونڈتے ہیں  
خنجر کی جستجو ہے قاتل کو ڈھونڈتے ہیں  
اب کس لئے وہ اپنے بسمل کو ڈھونڈتے ہیں  
تارے فلک پہ ماؤ کامل کو ڈھونڈتے ہیں  
اُٹھتے ہیں جو گہولے محل کو ڈھونڈتے ہیں  
جب سے یہ سُن لیا ہے ہم دل کو ڈھونڈتے ہیں  
ہمتو جلیں ایسے قاتل کو ڈھونڈتے ہیں

بتانِ سنگدل اُسد م خدا کو یاد کرتے ہیں  
ہم اپنے بھولنے والوں کو یوں ہی یاد کرتے ہیں  
خدا کے چاہنے والے خدا کو یاد کرتے ہیں  
فلک سے پوچھتے ہیں کس طرح بیدا کرتے ہیں  
ملی ہو مغت کی دولت اُسے برباد کرتے ہیں  
تو کہنا ہوش اتنا ہے کہ تسک یاد کرتے ہیں  
اردھر کچھ لوٹتے ہیں کچھ اُدھر فریاد کرتے ہیں  
دیبا ہے وہ سہی تنے کہ اب تک یاد کرتے ہیں



کسی دن سے کلیہ تمام کرمسرا یاد کرتے ہیں  
وہ ہلکو بھول جاتے ہیں ہم اُن کو یاد کرتے ہیں  
وہ کہتا ہے فلاں دیکھ یوں بیدار کرتے ہیں  
وہی گل بھی تو کرتے ہیں جو کچھ صیاد کرتے ہیں  
مرنے لے لیکے وہ عشاق پر بیدار کرتے ہیں  
جو ہلکو چاہتے ہیں وہ یوں فریاد کرتے ہیں  
جدھر جاتے ہیں وہ بستی نئی آباد کرتے ہیں

ہمیں کرنی پڑی آخر رعایت نہ تو انی کی  
جدا ہونے پہ دونوں کا یہی سمول ٹھہرا ہے  
غبارِ عاشقان کوئے حسینان سو جو اٹھتا ہے  
گلے میں ایک اک بلبل کے ہو پیندا محبت کا  
ذرا ملنا ذرا کھچنا ذرا نرمی ذرا گرمی  
صدنا قوس کی سُکوت بے رحم کہتا ہے  
کہیں کشتوں کی لاشیں ہیں کہیں کشتوں کو دفن

جلیل آسان نہیں آباد کرنا گھر محبت کا  
یہ اُن کا کام ہے جو زندگی برباد کرتے ہیں

بتوں کے ہم ستارے ہیں خدا کو یاد کرتے ہیں  
وہ میرا حق سمجھتے ہیں وہ ہلکو یاد کرتے ہیں  
یہ کیوں کہتے نہیں بیٹھے ستم ایسا یاد کرتے ہیں  
فقط خاطر تری ہم اے دلِ ناشاد کرتے ہیں  
ترپتے ہیں اور اُس کے ساتھ ہی فریاد کرتے ہیں  
ٹھہر جا ہم دو اتیری دلِ ناشاد کرتے ہیں  
ستم پر وہ ستم بیدار اور بیدار کرتے ہیں  
کسی دن سے تلاش خانہ صیاد کرتے ہیں  
ستم کش مل گئے ہیں وہ ستم ایسا یاد کرتے ہیں  
چمکتے ہیں جو غنچے اصل میں فریاد کرتے ہیں

نبو جھو کون ہیں کیوں نالہ و فریاد کرتے ہیں  
زہے قسمت کہ جب تازہ ستم ایسا یاد کرتے ہیں  
بھارِ شاد ہوتا ہے کہ تم کو یاد کرتے ہیں  
کسی کے غمزدہ بجا اٹھنا کب گوارا ہے  
سپند اُس نے بنا رکھا ہے اپنے تفتہ جانو کو  
سیحائی نہ دیکھی ہوگی تو نے تیغِ قاتل کی  
بنے محشوق جس دن سے کبھی فرصت نہیں ہوتی  
اسیری کی ہوا کیا رہنے دیگی باغ میں ہم کو  
نہ ہوتے چاہنے والے نہ ایسی سوچتی اُن کو  
کسے صدر نہ نہیں رنگ چمن کی بے نیابتی کا

<p>وہی اچھے ہیں جو بیٹھے خدا کو یاد کرتے ہیں ابھی تک تو وہ شکر لذت بیدار کرتے ہیں فغان کرتے نہیں تجھ سے تری فریاد کرتے ہیں سبق بھولا ہوا جس طرح لڑکے یاد کرتے ہیں کہ مجھ کو پیستے ہیں اور خود فریاد کرتے ہیں</p>	<p>بتوں کا دیکھ کر برتاؤ یہ کہنا ہی پڑتا ہے کریں گے حشر میں فریاد کس وقت آپ کر گشتے اسیروں کی فغان سے تو نہ اسے صیاد بہیم خیال آتا ہے دل میں اس طرح لطف جوانی کا بتان سنگدل نے آسیا کی چال اڑائی ہے</p>
--	---

چلیل اب تک تہیں بھولے نہیں یارانِ میخانہ  
گھٹا جب دیکھتے ہیں تمکو گھڑیوں یاد کرتے ہیں

<p>بھول گلشن میں کھلا ہے اور گلشن بھول میں تیری رنگت تیری خوشبو تیرا جو بن بھول میں میں وہ بلبل ہوں کہ جو میرا شبنم بھول میں عکس چہرے کا ہوا بھولا ہو گلشن بھول میں بلبلوں کے ٹوٹنے کو دوہیں رہن بھول میں ہاؤ وہ دن جب نظر آتا تھا گلشن بھول میں بس گئی خوشبو تری اور رشک گلشن بھول میں عطر ایسا کچھ نہیں سکتا کئی من بھول میں میکدے میں آ کے ہم رنگتے ہیں دامن بھول میں جان بلبل کی پڑی ہے وقتِ مُردن بھول میں پُرزے پُرزے ہیں سبھی جتنوں میں دامن بھول میں دکھتا ہوں جلوہ وادی امین بھول میں</p>	<p>ہے کسی کا روئے رنگین عکس افکن بھول میں تو ہی تو آیا نظر سے رشک گلشن بھول میں رشک آتا ہے جو کہتی ہے چمن میں بوئے گل ساغرے دے رہا ہے دستِ ساقی میں بہا رنگ پر آتا ہے دل اڑ جاتے ہیں بوسہ جو اس آج کوئی بھول گلشن میں نظر آتا نہیں تو جو گلشن میں رہا اُس کا یہ ادنیٰ فیض ہے کیا معطر ہے پسینہ اُس گل رخسار کا باغ میں جب تک رہے چنتے رہے دامن بھول زندگی اُسکی ہے جس کو موت ہو ایسی نصیب کون کہتا ہے چمن رنگ جنوں سے پاک ہے جب سے چکی ہے چمن میں آپ کی برقِ جمال</p>
--	---



دیکھو دیکھو گھر کے لیتی ہے ناگن پھول میں آگ بلب نے لگا دی کر کے شیون پھول میں مل نہیں سکتا تہا رورے روشن پھول میں چھید کر بیل کا دل ڈالے ہیں وزن پھول میں	تہرے رخسارِ نازک سے پھٹنا زلفت کا دل جلانے کا عوض لیتو ہن یوں لے باغبان چھپ نہیں سکے تہن میں تم نگاہِ شوق سے باغ میں جب آگئے ہیں لیسکے وہ تیر و کمان
--	---

تنگ صحت باغ میں چھایا ہوا ہے اسے جلیل  
سو گھمٹتے ہیں ایک سی بود رست دشمن پھول میں

خضر راویقین معین الدین چارہ گر ہونہمین معین الدین اور کوئی نہیں معین الدین رہ گئے اک ہمین معین الدین تنگ مجھ پر زین معین الدین دور ہو غم کہین معین الدین	خسر و ملک دین معین الدین چارہ جوئی کرے کوئی کس سے ہو توجہ کہ ہم غریبوں کا سب نے پائی مراد منہ مانگی ہو گئی ہے باہن منراخی ماے قرب مقصود ہونصیب مجھے
---	--

آپ کے در کا ایک ساکل ہے  
یہ جلیل حزین معین الدین

مگر وہ ہیں کہ زانو پر دھرے تلوار بیٹھے ہیں وہ کہتے ہیں ابھی سے آپ تہت ہار بیٹھے ہیں ادھر دو چار بیٹھے ہیں ادھر دو چار بیٹھے ہیں جہان بیٹھے تھے اُن کے طالب دیدار بیٹھے ہیں کھڑے ہیں یا پڑے ہیں یا پس دیوار بیٹھے ہیں	ہزاروں جان دینے کے لئے تیار بیٹھے ہیں سیاہ دم بر بنی ہے جان سے بزار بیٹھے ہیں یہ میخانہ ہے جو دم بھر کو بھی سونا نہیں ہوتا دکھا کر وہ بہارِ حسن کب کے چلے گئے لیکن ہمیں تو اُس کے کوچہ میں کسی صورت بسر کرنا
--	--

خدا ہی ہے جو ٹھکے آج بھی حسرت شہادت کی  
اٹھاتے کیوں نہیں دربان یہ جس نے کہہ دیا اُن سے  
ہمارے جان دینے کی اُنہیں پھر قدر کیا ہوگی  
ہجوم عاشقان اُن کی گلی میں لطف مینا ہو  
وہ یسخر کہ ساری خالق شائق شہادت ہے  
دیا یہ حکم اُس نے گھر سے جب خنجر بخت نکلا  
نہیں معلوم کیوں برہم ہوئے کیوں چڑ گئی تیوری  
عجب کیا ہے کسیدن آکھڑے ہوں آپ کو ٹھے پر  
زالا دور ہے یہ آپ کا دوز سیکائی  
نگاہیں لڑ رہی ہیں ہو رہا ہے کشت خون ہر  
دھڑے آئینہ آگے کر رہے ہیں عکس کا شاوہ  
بہت خوش ہیں ادا ایجاو کر کے جان لینے کی  
کروں اس وقت قسمت آزمائی چھیڑ کر اُن کو  
گلے پلٹا تھا شاید کوئی آ کر خواب میں اُن کے  
ابھی شاید کوئی ارمان اُن کے دل میں باقی ہو

کہ وہ کچھ سوچ میں ٹھیکے ہوئے تلوار بیٹھے ہیں  
ٹھکے ماندے ہیں زیر سایہ دیوار بیٹھے ہیں  
یہ کیوں کہیے کہ اپنی جان سے ہزار بیٹھے ہیں  
کہ سو در پر کھڑے ہیں سو پس دیوار بیٹھے ہیں  
کہ کھولے ہوئے رکھے ہوئے تلوار بیٹھے ہیں  
وہ سب آ جائیں در پر جو پس دیوار بیٹھے ہیں  
کچھ بیٹھے ہیں وہ کھینچے ہوئے تلوار بیٹھے ہیں  
اسی امید میں لاکھوں پس دیوار بیٹھے ہیں  
ہزاروں ہیں کہ اپنی جان سے ہزار بیٹھے ہیں  
وہ اپنے چین سے باندھی ہوئے تلوار بیٹھے ہیں  
یہ کون آئے جو بکر طالب دیدار بیٹھے ہیں  
وہ کیا جانیں کہ ہم خود جان سے ہزار بیٹھے ہیں  
کہ دست ناز میں وہ لے تلوار بیٹھے ہیں  
اب اُٹھے ہیں تو وہ ایک ایک ہزار بیٹھے ہیں  
جو میری لاش پر کھینچے ہوئے تلوار بیٹھے ہیں

جلیل اب کیا کہوں تم سے اُو اسی بزم ہستی کی  
ہزاروں تھے جہاں بیٹھے وہاں دو چار بیٹھے ہیں

وہ کہتے ہیں سیکائی کو ہم تیار بیٹھے ہیں  
ہیں کہتے ہیں سنکر جان سے ہزار بیٹھے ہیں  
یہ پوچھو کیا ابھی تک آپ کے بیمار بیٹھے ہیں  
ادا قاتل کی بولی آؤ ہم تیسار بیٹھے ہیں



کچھ اس انداز سے بیٹھے ہیں وہ پہلو جو دشمن ہیں  
 سنی ہے عاشقوں کی سوت اب آئینہ کیا کچھ ہیں  
 ترے بیمار اٹھ سکتے نہیں گواہ بستر سے  
 نظر بھی وہ ملا سکتے نہیں دل کی کہ ورت سے  
 سنا نہ بیمار کر کے ہو گیا آفت مرے حق میں  
 اجل کے نام سے ڈر جائیں گے یوں نامہ بر کہنا  
 گواہی دے رہی ہیں سب کہ بیشک لاشیں تو  
 کہا جانے کو جب اس نے توجان ناتوان بولی  
 کہو برقی جمال یار سے بان دیر اب کیا ہے  
 عیادت کر گئے وہ آج آکر اس طرح میری  
 وہ سب کو مست کر کے اپنی جلوے سے یہ کہتے ہیں  
 شب وعدہ گمان پیہم یہ ہوتا تھا کہ اب آیا  
 سناں وہ میکدے کا آجنگ آنکھوں میں پھرتا کہ  
 مرے کی سیر ہوگی باغ میں جسدن بہار آئی  
 سنا جب کہ تو نے پیاس مٹی کی بجھائی ہے  
 گر یہ بان پہاڑ ناگلیوں میں پھرنے پر غنیمت ہے  
 شریک بزم جانان ہو کے ایسے مست و بخود ہیں

کوئی جانے کہ اس کی شکل سے بیزار بیٹھے ہیں  
 حقیقت میں وہ اپنی شکل سے بیزار بیٹھے ہیں  
 مگر دنیا سے اٹھنے کے لئے تیار بیٹھے ہیں  
 ہم ان کے سامنے کیا ہیں پس دیوار بیٹھے ہیں  
 مرے ہیں اب انہیں جب دیکھے بیزار بیٹھے ہیں  
 کسی کے منتظر اب آپ کے بیزار بیٹھے ہیں  
 ترے ناک جو دل پر اسے نگاہ یار بیٹھے ہیں  
 کہ چلے ہم بھی چلنے کے لئے تیار بیٹھے ہیں  
 جگر تھامے ہوئے سب طالب دیدار بیٹھے ہیں  
 ہمارے واسطے یہ بھی بنے بیمار بیٹھے ہیں  
 ہماری بزم میں میخوار ہی میخوار بیٹھے ہیں  
 تری تعظیم کو اٹھ اٹھ کے ہم سو بار بیٹھے ہیں  
 کہ ساتی تیج میں چاروں طرف میخوار بیٹھے ہیں  
 ابھی سے ہوش اٹھنے کے لئے تیار بیٹھے ہیں  
 بہت اسید و ایر شربت دیدار بیٹھے ہیں  
 جنوں کا ساتھ جسدن سے چھٹا بیکار بیٹھے ہیں  
 نظر اس پر نہیں ہم ہیں کھڑے اغیار بیٹھے ہیں

جلیل اس انجن کو دور ہی سے ہو سلام اپنا  
 جہان چاروں طرف اغیار ہی اغیار بیٹھے ہیں

ڈھک کا سحر کا ہے جو شب وصل یار میں  
 ساتی پلاوے پھول نہ رکھ انتظار میں  
 خط ہے حجاب جلوہ رخسار کے لئے  
 صیاد اور کچھ نہ ہوا تنہا تو ہو لحاظ  
 کہتے ہیں وصل کا تو نہیں مجھ کو اختیار  
 اٹکھیلیاں نسیم و صبا کی نہ پوچھیں  
 آخر مرے گھر آ ہی گیا وہ بہت حین  
 ببل تری خوشی میں شگوفے بھی ہیں شریک  
 دیون ہی تھے شوخ اور بھی بچپن ہو گئے  
 جو بن جو ہے چمن پہ وہی میکہ سے پہ ہے  
 محل سوار شجگو بگولے کا ہے گمان  
 بے پر جو ہیں خزان میں عنادل تو غم نہیں  
 آسان نہیں کہ شاہد مقصد ہو مکنہ  
 نام و نشان بتائیں قفس والو کیا تہین  
 اچھا یہ عیب چمن کے نکالا ہے آپ نے  
 پھولوں کے چاک چاک گریبان دیکھئے  
 قسمت پر ان گلوں کی نہ کیوں لکھو شک  
 ہے رنگ عارضی چمن روزگار کا  
 یہ دوپہر کا وقت ہو آرام کیجئے

غم ہے مری خوشی میں خزان ہے بہار میں  
 کیا شاخ ہے لگی ہوئی فصل بہار میں  
 وہ شہسوار حسن چھپا ہے غبار میں  
 ببل مرے تو پھول ہو فصل بہار میں  
 بان وعدہ وصل کا ہے مرے اختیار میں  
 یہ حال ہے کہ اڑتی ہیں فصل بہار میں  
 کچھ شک نہیں ہے قدرت پروردگار میں  
 پھولے نہیں سماتے ہیں فصل بہار میں  
 رہ رہ کے آپ میرے دل بقرار میں  
 گل اپنے رنگ میں ہیں گل اپنی بہار میں  
 لپٹا ہوا نہ قیس کہیں ہو غبار میں  
 کلیان گل ہی آئین گی فصل بہار میں  
 عمر میں گزر گئی ہیں اسی انتظار میں  
 ہم وہ ہیں جو اسیر ہوئے ہیں بہار میں  
 پھولوں کی بو نہیں ہے دل داغدار میں  
 وحشی نکل پڑے ہیں کہان سے بہار میں  
 ہوتی ہے جنگی رات بسر زلف یار میں  
 بُو دے رہے ہیں پھول خزان کی بہار میں  
 کیوں جا کین آپ دھوپ میں گرد و غبار میں



گلشن سے اٹھ گئی وہ گراںبزاری خزان  
کیا آؤ عندلیب کی آمد صی چلی ہے آج  
کچھ اور ہی ہے شان تمہارے شباب کی  
کہدے یہ میرے وعدہ فراموش سو کوئی  
دل حق شناس ہو کے فداے بتان رہے  
شامل جو عکس ہے گل رخسار کا ترے

ایک ایک خار بھول ہے فصل بہار میں  
سب بھول ہیں اٹے ہوئے گرد و غبار میں  
گلشن کی سیر جتنے بھی کی ہے بہار میں  
آنکھیں لگی ہیں در سے ترے انتظار میں  
کیا دخل ہے مشیت پروردگار میں  
کچھ اور ہی بہا رہے پھولوں کے ہار میں

اس بھول کا ہون بلبل شیدا میں اے جلیل  
جو انتخاب ہے چمن روزگار میں

بنے ہیں جب سے وہ لپائی نئے محل میں رہتی ہیں  
بتائے ماہ پیکر عاشقوں کے دل میں رہتے ہیں  
وہ عالم آشنا ہیں اور عالم سے نرا لے ہیں  
کسی دن کیا عجب جاہم شہادت ہاتھ آجائے  
تصور میں جو شکلیں پھر رہی ہیں کوئی کیا جانو  
کسی کا مدعا نکلے کسی کا حوصلہ نکلے  
جراخ و شمع پر کیا منحصر ہے رات بھر چلتا  
سوال وصل پر کس لطف سے ارشاد ہوتا ہے  
کہان جا میں یہاں سے اٹھ کے ہنگام قیامت کے  
وہ رہنے کے لئے ناصح کوئی گھر اور کیوں صوفی  
عدو کو کیا خبر اس کی محبت میں مزہ کیا ہے

جسے کرتے ہیں دیوانہ اُسی کے دل میں رہتے ہیں  
جنہا پیشہ تو ہیں لیکن وفا منزل میں رہتے ہیں  
کہ گھر بیٹھے ہوئے سارے جہان کے دل میں رہتے ہیں  
اسی امید پر ہم کو کچھ قائل ہیں رہتے ہیں  
ہمارے چاند سورج اور ہی منزل میں رہتے ہیں  
مرے ارمان کیا شے ہیں جو دل کو دل میں رہتے ہیں  
بہت سو جتنے والے آپکی محفل میں رہتے ہیں  
سوال وصل کیا جب تمہاری دل میں رہتے ہیں  
ہمارے ساتھ وہ بھی کو چہ قائل ہیں رہتے ہیں  
ہمارے دل کے مالک ہیں ہمارے دل میں رہتے ہیں  
یہ اُس کے دل سے پوچھیں آپ جب کو دل میں رہتے ہیں

کسی کا بھی چراغ اُن کے مقابل جل نہیں سکتا  
وہ اپنے شُمن پر خود ہو کے شیدا کہہ اُٹھے مجھ  
قدم رکھا جو راہِ عشق میں ہم نے تو یہ دیکھا  
تری چاہت پہ شیدائی ترا یوں ناز کرتا ہے  
خدا جانے جانا ہے مجھے یا پھونکنا اُسکو  
تصوّر میں نگاہِ شوق میں پہلوئے عاشق میں  
ہمارے خون کا الزام بھی الزام ہے کوئی  
ہجومِ آرزو سے دل کوئی خالی نہیں رہتا  
کسی کو مل کے تڑپانا کسی کو کچھ کے ترسانا

ہمیشہ شمعِ محفل بن کے وہ محفل میں رہتے ہیں  
تمہارے دل کو ارمان اب ہمارے دل میں رہتے ہیں  
جہان میں جتنی رہزن ہیں اسی منزل میں رہتے ہیں  
جو سب کے دل میں رہتا ہو اُس کو دل میں رہتے ہیں  
وہ اکثر جلوہ فرما غیر کی محفل میں رہتے ہیں  
کہیں بھی وہ رہیں لیکن تماشہِ دل میں رہتے ہیں  
ہزاروں ایسے دھتے دہن قاتل میں رہتے ہیں  
جو ہیں خلوت نشین وہ بھی بھری محفل میں رہتے ہیں  
یہی دو ایک جو ہر خنجر قاتل میں رہتے ہیں

شبِ مہتاب ہو خلوتِ کندہ ہو یا رہو اہم ہوں  
جلیلِ ارمان یہ وہ ہیں جو سب کے دل میں رہتے ہیں

مرے بنیادیوں کے آرہے ہیں  
لحد ایک ایک کی ٹھکرا رہے ہیں  
جو پچھلے جو راب یا د آرہے ہیں  
ابھی کل تک تھے کیسے بھولے بھالے  
وہ بھلی ہیں تو ہوں اُن کو مبارک  
مجھے تو انتظارِ چارہ گر ہے  
ہمارا حال جب دیکھا تو بولے  
کہا اُس نے سوالِ وصل سنکر

وہ اُسکو ہم اُنہیں سمجھا رہے ہیں  
قیامت پر وہ چوٹیں آرہے ہیں  
وہ دل ہی دل میں کچھ شمار رہے ہیں  
ذرا اُبھرے ہیں آفتِ ڈھار رہے ہیں  
مجھے کس واسطے تڑپا رہے ہیں  
الہی غش پہ غش کیوں آرہے ہیں  
سزا اپنے کئے کی پا رہے ہیں  
کہ مجھ سے آپ کچھ فرما رہے ہیں



غم دور دوالم تھے کب کے بھوکے  
ستم دیکھو جگر میں لیکے چٹکی  
عزیز و خونہا مانگو نہ میرا  
رہے دامن بھرا اُن کا ہمیشہ  
دور وزہ حسن پر پھولے ہیں کیا گل  
نظر سے کیا چھپے ہیں چال کی ہے  
سنا کر ققتہ پر وائے و شش

کہ سب ملکر کلیجا کھا رہے ہیں  
وہ کہتے ہیں کہ دل بہلا رہے ہیں  
یہ کیا کم ہے کہ وہ بچتا رہے ہیں  
لحد پر پھول جو برسا رہے ہیں  
بڑے کمزور ہیں اتر رہے ہیں  
وہ اب آنکھوں سے دل میں آ رہے ہیں  
ہمارے دل کو وہ گرما رہے ہیں

کبھی ہم نے پیا تھا بادہ عشق  
جلیل اُس کے منے اب آ رہی ہیں

شوخ آنکھوں کے اشارے اور ہیں  
ملوں تو ہے سارا جہان مشتاق دید  
تیرے تارے بھی ہیں روشن اور فلک  
پلو پنچ کر تلوار قاتل نے کہا  
بعد قتل عام بولی وہ نگاہ  
دیکھتے ہیں عید کا ہر سال چاند  
جب کے کی درخواست اُن سے رحم کی  
داغ ہیں سینے پہ کیا جھوٹے بڑے  
بعد شکر نامہ کہنا نامہ بر  
تیری باتوں سے ہو کیا تسکین مجھے

تیر جو قاتل نے مارے اور ہیں  
چاہنے والے تمہارے اور ہیں  
پہ مری آنکھوں کے تارے اور ہیں  
آئین جو آفت کے مارے اور ہیں  
حوصلے دل میں ہمارے اور ہیں  
سہ جہا لون کے نظارے اور ہیں  
جان لینے پر اُنارے اور ہیں  
یہ فلک یہ چاند تارے اور ہیں  
ایک دو ارمان ہمارے اور ہیں  
تیری چہتوں کے اعتبار سے اور ہیں

چارون بس میں تہارے اور میں

آئی جب فصل جنون پھر ہم کہاں

مہ جبینون میں گزرتی ہے جلیل

آج کل اپنے ستارے اور میں

لے گیا دل کو اڑا کر تجھے ہم جانتے ہیں  
کر گیا تو ہمیں مضطرب تجھے ہم جانتے ہیں  
سارے معشوقوں سے بڑھ کر تجھے ہم جانتے ہیں  
کوئی کیا جانے شکر تجھے ہم جانتے ہیں  
رگ جان کے لئے نشتر تجھے ہم جانتے ہیں  
یہ نہیں جانتے کیونکر تجھے ہم جانتے ہیں  
صن اے یار شکر تجھے ہم جانتے ہیں  
کو چہ یار کار ہر تجھے ہم جانتے ہیں  
میں کہوں تجھ سے لپٹ کر تجھے ہم جانتے ہیں  
جلد یا مار کے خنجر تجھے ہم جانتے ہیں  
کرم دا وِ مشرب تجھے ہم جانتے ہیں  
اپنا بخت اپنا مقدر تجھے ہم جانتے ہیں  
جان کے اب تو برابر تجھے ہم جانتے ہیں

اور غا باز فسونگر تجھے ہم جانتے ہیں  
بھر گیا تو ہمیں غم سے تجھے ہم جانتے ہیں  
شان میں آن میں رعنائی و زیبائی میں  
ایک ہی شوخ ہے عیار ہے سنگین دل ہے  
اور کیا وصف ترا اے مژدہ یار کرین  
جانتے ہیں تجھے ہم روز ازل سے لیکن  
اور ادھار سے اخلاق سے آگاہ نہیں  
ہاں خدا کے لیے رُکنا نہ کہیں اشک دان  
تو کہے مجھ سے بگڑ کر تجھے ہم کیا جانیں  
تو وہی ہے کہ نظر کر کے چڑالین آنکھیں  
ترے آگے کسی عصیان کی حقیقت کیا ہو  
تو ہے سیدھی نگہ یار تو سب سیدھے ہیں  
پہلے مانوس نہ تھے تجھے خیالِ جانان

شاہِ آصف کہ ہے تجھ پر نظرِ لطیف جلیل

آج قسمت کا سکندر تجھے ہم جانتے ہیں

لالہ گون یار کے رخسار ہوئے جاوہر

دیکھ اتر مرے خونبار ہوئے جاتے ہیں



آتے جاتے جو لڑاتے ہیں وہ آنکھیں ہم سے  
 ہم بھی خوش ہیں کہ ہمیں رشک کا موقع نہ ملے  
 نئے انداز کی سوچھی ہے ترقی ان کو  
 حضرت دل مجھے کیا کم بین ستانے کیلئے  
 عشق کہتے ہیں کہ ہم انہیں سمجھاویں گے  
 صورت آنے میں دیکھی ہے جو صبح شرفِ صل  
 پھر بند حاساں لاشکون کا خا خیر کرے  
 رشکِ یوسف ہیں مگر رشک تو دیکھو ان کا  
 آپ آئین توہی گورِ غریبان کی طرف  
 لطف اٹھائیں لبِ جانان کی میحانی کا  
 وجد میں نے جو کیا ان کی ادا پر بولے  
 آپ ہوتے ہیں جو رخصت تو یہاں یہ ہو کیا  
 نگہ ہوشربا اس سے ہے واقف کہ نہیں  
 سخت جان ہوں نہ چھوڑے گا مرا سینہ قاتل  
 دوڑا ہد کہ قیامت میں قیامت آئی

خیر سُن سُن کے یہ بیمار ہوئے جاتے ہیں  
 ساری دنیا سے وہ بیمار ہوئے جاتے ہیں  
 ہو کے دلدار دل آزار ہوئے جاتے ہیں  
 آپ کیون درپے آزار ہوئے جاتے ہیں  
 وہ بھی دور و زمین ہشیار ہوئے جاتے ہیں  
 میری صورت سے وہ بیمار ہوئے جاتے ہیں  
 پھر گلے کا یہ مرے ہار ہوئے جاتے ہیں  
 آپ اپنے وہ خریدار ہوئے جاتے ہیں  
 سوتیلوالے ابھی بیدار ہوئے جاتے ہیں  
 لوگ اس شوق میں بیمار ہوئے جاتے ہیں  
 بے پیسے آپ تو سرشار ہوئے جاتے ہیں  
 ہم بھی اک آن میں تیار ہوئے جاتے ہیں  
 مست سب آپ کے ہشیار ہوئے جاتے ہیں  
 تیر جھک کر ترے تلوار ہوئے جاتے ہیں  
 داخلِ خلد گنہگار ہوئے جاتے ہیں

کان تک اُن کے جو پہنچے ہیں مرے شعرِ جلیل

سب کے سب گوہرِ شہوار ہوئے جاتے ہیں

نہ آئینکے نہ آتے ہیں یہ سب کہنے کی باتیں ہیں  
 تہیں ہم یاد آؤ ہیں یہ سب کہنے کی باتیں ہیں

وہ کب تشریف لاتے ہیں یہ سب کہنے کی باتیں  
 ہمیں معلوم ہے جو آجکل ہر رنگ صحبت کا



وہ کہتے ہیں تم میں عاشقوں کو لطف آتا ہے  
 عدونا دان ہے اُن کی دوستی پر ناز کرتا ہو  
 ہم اُن کو قصہ درد و الم اپنا سناتے ہیں  
 قضا کا وار غیر دن بد چلے یہ بھی نہیں آسا  
 جو اُن کے سامنے ہے شمع کی حالت روشن ہے  
 عدو بائیں بناتے ہیں کہ ہم اُن سے مل تے ہیں  
 ہمارا حال کہنے میں کمی کرنا نہ اسے قاصد  
 انہیں فرصت کہاں ہوتی ہے زلف اپنی بناؤ  
 مسیحا رکھ لیا ہے نام یاروں نے خوشامد سے  
 ڈبونے کے لئے ہے آبداری اُن کے خنجر میں  
 جھلک پر دے کی دیکھی ہو گی جیسے لوط میں سی  
 سنا کرتے ہیں مشقون پہ آنا حضرت دل کا

ہم اُن کا دل دکھاتا ہیں یہ کہنے کی باتیں ہیں  
 وہ کب قابو میں آتے ہیں یہ کہنے کی باتیں ہیں  
 وہ ہلکے یہ سناتے ہیں یہ کہنے کی باتیں ہیں  
 ادا سے لوٹ جاتے ہیں یہ کہنے کی باتیں ہیں  
 وہ روتوں کو ہنساتے ہیں یہ کہنے کی باتیں ہیں  
 کسے وہ منہ لگاتے ہیں یہ کہنے کی باتیں ہیں  
 تجھے جو کچھ سناتے ہیں یہ کہنے کی باتیں ہیں  
 مری بڑی بناتے ہیں یہ کہنے کی باتیں ہیں  
 وہ مُردے کو جلاتے ہیں یہ کہنے کی باتیں ہیں  
 لگی وہ کب بھلاتے ہیں یہ کہنے کی باتیں ہیں  
 وہ صورت تک دکھاتا ہیں یہ کہنے کی باتیں ہیں  
 نہ آتے ہیں نہ جاتے ہیں یہ کہنے کی باتیں ہیں

جلیل آتش کے پر کالے ہیں آنسو دیدہ تر میں  
 جلن دل کی مٹاتے ہیں یہ سب کہنے کی باتیں ہیں

یہ گویا کہہ رہی ہے حسرت دیدار آنکھوں میں  
 کیمن جبے ہوئی ہے حسرت دیدار آنکھوں میں  
 ہزاروں درد کو ہوتی ہے کافی اک نظر تیری  
 بے نظارہ جاتے ہیں اگر اللہ نے چاہا  
 نگاہ شوق اپنی کیوں پریشان در بدر ہوتی

خیال یار ہو دل میں جمال یار آنکھوں میں  
 بہت بچپن رہتی ہے نظارے یار آنکھوں میں  
 صفت جو تھی مسیحا میں وہ ہو یار آنکھوں میں  
 بھر گئے وان سے ہم لیکر جمال یار آنکھوں میں  
 جو تم رہتے سجائے حسرت دیدار آنکھوں میں



ہم اکثر سامنے غیروں کے آنکھیں بند رکھتے ہیں  
 کسی کے پھول سے رخ کا نظارہ ہم نہ چھوڑینگے  
 تسلی مردم دیدہ کی ہے مد نظر مجھ کو  
 نہایت فخر سے اپنا دل پُر در و کہتا ہے  
 ادا اک دیکھنے کی ہے وہ جس سے قتل کرتے ہیں  
 یہ شان پر وہ داری ہے کہ قدرت کا تماشا ہے  
 دم نظارہ ہم مارے خوشی کے روے دیو تہین  
 مجھے تو بیخودی ہے آپکو ہے نیند کا دھوکا  
 روان ہیں اس طرح آنسو کہ دریا جیسے بہتا ہو  
 دل زاہد میں مستی کا گمان واللہ ایسا ہے  
 یہ کہکراؤ لگئی اوپر ہی اوپر شب کو نیند اپنی  
 دل شید اکو اپنے مست ہوتے دیر کیا ساقی  
 پہونچکر دشت مجنون میں عجب حالت ہو لیلی کی  
 درازی دیکھ کر بالوں کی حیرت اسپہ ہوتی ہے  
 کبھی مجھ سے کبھی اغیار سے اٹھ اٹھ کر لڑتی ہیں  
 خود و دیدار کے ترے کبھی آپس میں ملتے ہیں  
 یہ کن آنکھوں کا متوالا چمن میں آج آیا ہے

سبب یہ ہو کہ پھرتا ہے جمال یار آنکھوں میں  
 نہیں جو دیکھ سکتے وہ چھو لین غار آنکھوں میں  
 جگہ دون کیوں نہ تنگوائے شبیر یار آنکھوں میں  
 کہ میں برسوں رہا ہوں یار کی بیار آنکھوں میں  
 نہ خنجر ہے نگا ہون میں نہ ہے تلوار آنکھوں میں  
 جہان دیکھو سما جاتی ہے شکل یار آنکھوں میں  
 نہیں آنسو بھرا ہے شربت دیدار آنکھوں میں  
 کرنگی نیند کیا اگر مری بیدار آنکھوں میں  
 مگر پھر بھی جی ہے حسرت دیدار آنکھوں میں  
 کہ جیسے خواب کو ڈھونڈے کوئی بیدار آنکھوں میں  
 مجھے رہنے نہ لگا انتظار یار آنکھوں میں  
 جگہ مل جائے دم بھر کو تری سرشار آنکھوں میں  
 یہ کہتی ہے کہ میں چن چن کر رکھ لوں غار آنکھوں میں  
 سما جاتے ہیں کیونکر گیسو خمدار آنکھوں میں  
 کہاں سے آگئی طاقت تری چار آنکھوں میں  
 تو ہو جاتی ہیں پہلے چار باتیں چار آنکھوں میں  
 جگہ دیتی ہے جسکو نرگس بیار آنکھوں میں

جلیل اپنی نگاہوں نے خبر کر دی زمانے کو  
 چھپا رکھی تھی ہم نے دولت دیدار آنکھوں میں

# روایت واو

<p>اے مرے شاہد ملقا نور خدا تمہیں تو ہو          شان جمال کبریا تاج و قبا و انبیا          روح روان سے تم سوا اور جان سو تم سوا          تم ہو خدا کو دیکھتے خلق ہے تم کو دیکھتی          آتش غم ہے مشتعل سوزِ درون ہو متصل          غم سے تپان ہیں تو ہیں سوختہ جان ہیں تو          احمد پاک جب کہا دل کو قسار آگیا          دی جو خدا سے آگہی منگئی سب کی مگر ہی          منہ سے کچھ اب تو بولد و قند لبون سے گلو          دونوں جہان میں رات دن پہلی ہے کسکی روشنی          دستِ کرم ہے خلق پر دل سے خدا پہ ہے نظر</p>	<p>حسن ازل ہے آئینہ جلوہ نما تمہیں تو ہو          کہتے ہیں جن کو مصطفیٰ صل علی تمہیں تو ہو          دونوں جہان سے تم سوا بعد خدا تمہیں تو ہو          قبلہ جان تمہیں تو ہو قبلہ نما تمہیں تو ہو          کس کو کہوں میں حال دل لگی دو تمہیں تو ہو          تشنہ وہاں ہیں تو میں آبِ بقا تمہیں تو ہو          نام میں جس کے ہے شفا نام خدا تمہیں تو ہو          خضر بھی کہتے ہیں یہی راہ نما تمہیں تو ہو          عقدہ مرا بھی کھول دو عقدہ کشا تمہیں تو ہو          پردے میں مہر و ماہ کے جلوہ نما تمہیں تو ہو          سب میں سے تمہیں تو ہو سب سے جدا تمہیں تو ہو</p>
---	---

حشر میں ایک شورشِ حاجب یہ حلیمیل نے کہا  
 اے مرے شاہد ملقا نور خدا تمہیں تو ہو

<p>ہے یہ امید رسولِ دوسرا سے بھگو          یا دگیسو سے بہل جا بیگا دل تربت میں          ہجر سے جان نکل جانے میں کیا باقی تھا          لے اڑھے ہند سے طیبہ کو منجھو مثل غبار</p>	<p>بخشوالین کے قیامت میں خدا سو بھگو          بھجھوڑے جاتے ہیں اندھیرے میں بلا سو بھگو          اپنے آپ کے چھڑا یا ہے قصا سے بھگو          ہے یہ امید دینے کی ہوا سے بھگو</p>
---	---



جانستے ہیں کہ یہ ہے میری محبت کا فقیر  
اور ہی جلوہ سما یا ہے سری آنکھوں میں  
میں بھی اک طالب دیدار ہوں موی کی کسیر  
چھا گلین کھولوں چھا لونگی میں کانٹوں کیلئے  
آپ ہی کہدین مرا حال خدا کے آگے  
اس ہوا خواہ کو سرکار بلائیں تو سہی  
التجادل کی یہ ہے میں ہوں تہارا مجرم  
تابش مہر قیامت سے بچالے گلے مجھے

دیکھتے جاتے ہیں شادمانہ ادا سے مجھ کو  
کیوں بلا تے ہیں حسین ناز و ادا سے مجھ کو  
ہاں لٹا دو نگہ ہو شرابا سے مجھ کو  
کہ زبان خشک دکھاتے ہیں یہ پیاسہ مجھ کو  
بات کرنے کی نہیں تاب حیا سے مجھ کو  
پائیں گے چار قدم آگے ہوا سے مجھ کو  
باندھ لو بہر خدا زلفت دو تاسے مجھ کو  
ہے یقین آپ کے دامان قیامت سے مجھ کو

نت گوئی میں مری کیوں نہ ہو تاثیر چلیں  
فیض ہے اس میں امیر اشعار سے مجھ کو

مریضوں کو تسکین دے دیتے جاؤ  
دعا کرنے دو کو سنا دیتے جاؤ  
دیا ہے جو دل مفت سمجھو نہ اس کو  
ستم کا ہے لپکا بھر آنا پرے گا  
یہ کیوں کر کہوں تم نہ جاؤ مگر ہاں  
مرا دل تو برباد ہی کر چلے تم  
گذر گاہ خوبان میں اپنی صدا ہے  
ستم ہے یہ سبیل سے دامن بچانا  
خلقت ہے اس میں بھی شان اک وفا کی

دعا لیتے جاؤ دوا دیتے جاؤ  
مرے پیار کا کچھ عطا دیتے جاؤ  
خطا میں نے کی ہے سزا دیتے جاؤ  
مجھے زندگی کی دعا دیتے جاؤ  
مرے درد دل کی دوا دیتے جاؤ  
کہاں اب ملو گے پتا دیتے جاؤ  
کوئی بوسہ راہ خدا دیتے جاؤ  
فراز خم دل کو ہوا دیتے جاؤ  
یوہن تم دعا پر دعا دیتے جاؤ

<p>عدو کے یہاں بھیجنا ہے جو قاصد میں کیا کہے سمجھاؤں گا اپنے دل کو یہ نازک سا شیشہ ہے تم دیکھتے تھے</p>	<p>تو مجھ کو پیام قضا دیتے جاؤ زبان مجھ کو بہر خدا دیتے جاؤ خدا کے لئے دل مرا دیتے جاؤ</p>
<p>جلیل آہی جا بیگا رحم اُس صنم کو تم انش کا واسطہ دیتے جاؤ</p>	
<p>اپنی نگاہ میں جو وہ تر چھی نظر نہ ہو اُس رو سے صاف پر کبھی خط جلوہ گز نہ ہو تم کو نہ میرے حال کی ہو کچھ خبر بجا آپس میں لڑ رہی ہیں نگاہیں شوقِ مال لے ہوش تجکو آنے سے میں روکتا نہیں دشمن سے پوچھتے ہیں ہرگز رنگِ رخ کا مال آنکھوں سے دہمیں آویز غلوت کا ہو مکان مستوق ہو کے اڑ چکی بننے کا شوق اہر</p>	<p>رہ رہ کے دردِ دل نہ ہو دردِ جگر نہ ہو مصحفِ ادب کی چیز ہے زیرِ وزیر نہ ہو اُس سے کہو یہ جا کے جسے کچھ خبر نہ ہو دل سوچ میں پڑا ہے کدھر ہو کدھر نہ ہو ساقی کو تیرے آنے کی لیکن خبر نہ ہو وہ کیا کہے بسنت کی جسکو خبر نہ ہو ایسی جگہ رہو کہ نظر کا گز نہ ہو تلوار آپ باندھیں گے چاہو کمر نہ ہو</p>
<p>ناصر کے ہند و وعظ کا ہے خامشی جواب کہنے دواے جلیل اُسے تم خبر نہ ہو</p>	
<p>دل ہوا اس میں دردِ محبت کہیں نہ ہو تم آئے میں نوکِ پلاک دیکھتے تو ہو جاتے ہو تم تو جاؤ اسے بھی نکال کر آئینے کو بھی تیرے اب آتا نہیں قرآ</p>	<p>عبرت کا ہے محل کہ مکان ہو کہین نہ ہو ڈرتا ہوں میں کہ پہلے نشانہ تہین نہ ہو حسرت تمہاری کس لئے ہو جب تہین نہ ہو جب تک بزل میں کوئی تجھی سا حسین نہ ہو</p>



دل سے کبھی اتر نہیں سکتا بہت حسین  
 پتلی کو کیا شرم ہے جو آنکھوں میں گھر کر رہی  
 بوسہ وہ دین نہ دین مگر اسے جذبہ اشتیاق  
 بیٹھی لحد جو اٹھ گئے وہ پڑہ کے فاتحہ  
 ناوک ابھی تو سینے پر بیٹھا تھا کیسا ہوا  
 رگ رگ میں ہر بھری ہوئی الفت بجا خون  
 آتے نہیں جو یوں تو تصور میں بھی نہیں  
 اک سیر ہو جو دل بھی مرے ساتھ نہیں ہو  
 چلتے ہیں وہ ادا سے تو کہتی ہے ناز کی  
 اسے خیر ادا یہ ترا ہی کمال ہے  
 دل چاک چاک دیکھ کے وہ اٹھ کھڑی ہو

اللہ اس قدر بھی کوئی تازہ نہیں ہو  
 اس پر سے میں کوئی بت پر وہ نشین ہو  
 اتنا تو ہو کہ ہاں جو کہیں ہر کہیں نہیں ہو  
 اس واسطے کہ مجھ کو غم ہمیشہ نہیں ہو  
 دیکھو تو چور زخم جگر میں کہیں نہیں ہو  
 وہ دروہ نہیں کہ کہیں ہو کہیں نہیں ہو  
 کیوں دل نشین ہو کوئی جو پہلو نشین ہو  
 یہ ہو کہ آسمان کے نیچے زمین نہیں ہو  
 نقش قدم زمین پر کہیں ہو کہیں نہیں ہو  
 دل ٹپکے اور زخم بدن پر کہیں نہیں ہو  
 بولے یہاں وہ بیٹھے جو بد وہ نشین ہو

کیا چہرہ رہی ہے پناہ سی دل میں مرے جلیل

دیکھو تو یار کی نگہ شر مگین نہ ہو

کروں میں ضبط یہ امر غکسا رہیو مگر بہ  
 وفا کا عہد مری جان ہے جھٹ مجھ سے  
 اڑاؤ خاک جو تم اس طرح حد کیلئے  
 نچاہین غیر کو وہ ہم خدا سے چاہتے ہیں  
 تمہارے پر تو عارض سے پھول میں نگین  
 نہیں یہ بات کہ ناوک ہو توڑ میں کچھ کم

وہ شخ دل میں ہے دلو قرار کیونکر ہو  
 جو تم ہو جان تو پھر اعتبار کیونکر ہو  
 تہین بتاؤ نہ دل میں اعتبار کیونکر ہو  
 پر اسے دل پہ مگر اختیاریا کیونکر ہو  
 جو تم نہ ہو تو چن میں بہار کیونکر ہو  
 وہ دل نشین ہے مرے دل سے یار کیونکر ہو

جلیل نذر کو بھی سی سپیز لانی تھی

پسندو یا رد دل دا انداز کیونکر ہو

ہمین الزام دیتے ہو کہ ہمیں کیون فدا تم ہو  
تہا ری کڑوی باتیں بھی مجھ پرین گھونٹ شربت  
بجائے تم نے تڑپایا نہیں یوں ہی تڑپتا ہوں  
بگڑ کر جان کیون لیتے ہو صاحب یوں ہی جاکڑ  
ٹلے کیا ٹوٹ کر دشمن سے توڑا ہاے دل میرا  
بھر و ساز سیت کا گر ہو تو تم پر بھی بھروسہ ہو  
وہ تیراُن کا لگانا جان کر پہچان کر بھگو  
ملو تم بے تکلف غیر سے ملنا مبارک ہو  
نکالا کام اپنا باڑ دے دے کر یہ قاتل کو  
جہان دل لے لیا پھر آنکھ عافیت سے نہیں ملتی

ہماری آنکھ سے دیکھو تو ہو معلوم کیا تم ہو  
تصدق جان شیرین کس قدر شیرین ادا تم ہو  
تمہارے تیرہین کچھ بے خطا کچھ بے خطا تم ہو  
خفا ہونی کو میلا دم ہے کیا کم جو خفا تم ہو  
کہوں کس دل سے اب تم کو کہ دل کا آسرا تم ہو  
مر سجان جان ہی ٹھہرے تو پھر کیون با وفا تم ہو  
لٹانا ہاے پھر کہ کر بڑا دھوکا ہو اتم ہو  
مجھے تسکین ہے اس سے کہ پورے بیوفا تم ہو  
بڑی ہمت تمہاری ہے بڑے حاجت روا تم ہو  
بڑے ہی خود غرض خود کام مطلب آشنا تم ہو

جلیل آیا ہے کس کرب و بلا میں مبتلا ہو کر

طرفدار اُس کے روزِ حشر شاہِ کر بلا تم ہو

ستم سے بھی کہیں کر دے نہ محروم آسمان بھگو  
لگا وٹ کی لگا ہوں سے نہ دیکھو میری جان بھگو  
گلستان میں ہے درکاراں لگا و باغبان بھگو  
رہی یاد آپ کو دُون وہ جواب اس لنتانی کا  
چمن میں رکھے ساری عمر مشقِ گلشنانی کی

کہوں میں کیون کہ دیتا ہے مرہ درونہاں بھگو  
بُری نظروں سے اس دم دیکھتا ہے آسمان بھگو  
یہ ہے وہ شاخِ جہر باندہنا ہے آشیان بھگو  
جو تھوڑی دیر کو دیدیجئے اپنی زبان بھگو  
قفس میں آتے آتے آگئی طرزِ فغان بھگو



میں اُس کے ظلم کا شاکِ نہیں لیکن یہ غیرت ہو  
 برنگِ بوسے گلِ تقدیر میں برباد ہونا تھا  
 تری اک چال نے کس کس کو آفت میں نہیں ڈالا  
 قفس میں بند کرتا ہے تو ہو تدبیر کچھ ایسی  
 جو بہرِ آشیان تنکا اٹھاؤں لے خبر بجلی  
 یہ ممکن ہے ملے دولت یہ ممکن ہے ملے رحمت  
 جفا سو جو تو تم سو چوسم ڈھاؤ تو تم ڈھاؤ  
 ترے انصاف کی اک بیزبان میں داد دیتا ہوں  
 مزے کی بات ہو میں تو ادھر منہ جو ستا جاؤں  
 کہ صر جاؤں کہاں ٹھہروں نہ یہ پرسان نہ خواہ  
 میں اُن سے چاہتا ہوں کچھ کہوں اور کہہ نہیں سکتا

تمہیں بدنام کرتا ہے ستا کر آسمان مجکو  
 غلغلہ آشیان سے پھر نہ سو جھٹا آشیان مجکو  
 تجھے میں ڈھونڈتا ہوں ڈھونڈتا ہوا آسمان مجکو  
 کہ اے صیادِ یاد اے نہ اپنا آشیان مجکو  
 جو کوئی شارخ گل چھانٹوں چھری دی باغبان  
 بتا تو اے جوانی پھر ملیگی تو کہاں مجکو  
 بکھیر دے سے چھٹا تم سے ملا کر آسمان مجکو  
 زبان دیتا ہے غیر دن کو زبان سے گالیاں مجکو  
 اُدھر تم دیے جاؤ اپنے منہ سے گالیاں مجکو  
 گل بازی بناتے ہیں زمین و آسمان مجکو  
 یہ ڈرتا ہوں کہیں منہ کی نہ کھلوائے زبان مجکو

جلیں آزاد ہوں میں بھگے گل کی طرح گلشن میں

نہ ہے صیاد کی پروا نہ خوفِ باغبان مجکو

ادھر صیاد کا کھٹکا اُدھر سرِ خزان مجکو  
 کنکلیوں سے نہ یوں رہ رہ کے دیکھو جانِ جانِ مجکو  
 بنایا ہے مسکرا کر غم نے کانٹے کی زبان مجکو  
 میں وہ مظلوم ہوں مانے ہوئے ہو آسمان مجکو  
 تنہا ہی رہی کوچے میں اُس کے بیٹھ رہنے کی  
 سمجھتا یہ تو پہلے ہی ادا پر جان دے دیتا

ملے گلشن میں رہنے کوئے دواشیان مجکو  
 کہ تکتا کتا ہے بجا پتا ہے آسمان مجکو  
 کہاں فریاد کی طاقت کہاں تابِ نمان مجکو  
 وہیں گردن جھکالی خوف سے دیکھا جانِ مجکو  
 زمین تھوڑی سی دیو بھر خدا اے آسمان مجکو  
 خبر کیا تھی کہ تم رکھو گے برسوں نیہان مجکو

<p>تم ہے ہمسفر و غنچہ خاطر کا مریجہ نا          سمجھ بھی آگئی لیکن وہی بے التفاتی ہے          جب اُس کس حسین کو دیکھتا ہوں ہمیں کہتا ہوں          چلا جاتا نہیں لیکن بھلا ہو جو شرس گریہ کا          کمال حسن سمجھوں یا کمال اپنی نگا ہونکا          اشارہ ہے یہ اپنے زخم دل کا تیغ قاتل سے          ہوئی منت جو دان پوری بنا یا مجھ کو دیوا          الہی خیر حق گوئی میری کچھ بڑھتی جاتی ہے          لگاتی ہے دو طرفہ آگ لاگ اے دل محبت          کہ صر و صوٹ و ن مین راہ عافیت بچکر کہ صر جاو</p>	<p>چمن سارا نظر آتا ہے پامال خزان مجھ کو          اب آگے تم سے کیا امید ہو اے مہربان مجھ کو          جوانی گر ملی تھی سخت بھی ملت جوان مجھ کو          لیے جاتے ہیں اپنی ساتھ ساتھ اشک ان مجھ کو          کہ بچپن میں نظر آتے ہو تم پورے جوان مجھ کو          وہن دیتا ہوں میں تنجھو اگر دے تو زبان مجھ کو          بڑھنا طوق جب اپنے پنہا میں بیڑیاں مجھ کو          بڑھنا اب نہ سولی پر کہیں میری زبان مجھ کو          اسی کا فرنے تڑپا یا وہاں اُن کو بیان مجھ کو          بلا میں چار سو گھیرے کھڑا ہے آسمان مجھ کو</p>
---	---

کھلائے میں نے گہاے معافی کے چمن کیا کیا  
 جلیل اب تو کہو گے شاہ رنگین بیان مجھ کو

<p>بوسے مے پا کے میں چلتا ہوا میخانے کو          میرے ساتی سا کہان کوئی پلانے والا          سختی عشق اٹھانے کا زمانہ نہ رہا          ہاتھ میں آتے ہی کیا پاؤں نکالے ساتی          اس میں اے اہل وطن راے تمہاری کیا ہے          چلیا کام بیان جام چلے یا نہ چلے          دل سگتے رہیں پر وا نہیں ہوتی اُن کو</p>	<p>اک پری تھی کہ اڑا لیگی دیوانے کو          آنکھیں کہتی ہیں لٹا دیجئے میخانے کو          اب تو ہے بھول بھی پھر ترے دیوانے کو          آفرین ہے ترے چلتے ہوے پیانے کو          کہتی ہے وحشت دل گھر سے نکل جانے کو          بادہ کش لوٹ گئے دیکھکے میخانے کو          شمع اچھی کہ جلا دیتی ہے پروانے کو</p>
---	--



شامل دور ہوں اختیار ستم ہے ساقی  
 حُسنِ خدمت کا صلہ دیکھئے یوں پاؤ ہین  
 چال ہے مست - نظر مست - ادا میں مستی  
 ابر میں برق کا رہ رہ کے چمکتا کیسا  
 اس میں اسے پردہ نشین پردہ درمی کس کی ہر  
 خوب انصاف ہے اسے بارہ کشو کیا کہنا  
 ہے بڑی چیز لگی دل کی خدا جس کو دے  
 ہو کے پابند جنوں سب سے رہائی پائی  
 کچھ چکی تیغ تو اسے یہ رکاوٹ کیسی  
 کوئی ایسی بھی ہے صورت ترے صدق ساقی

اپنے پیمانے سے بڑھنے دی نہ پیمانے کو  
 رُخ ملا آئے کو زلف ملی شانے کو  
 جیسے آتے ہین وہ گُٹے ہوئے پیمانے کو  
 یہ بھی ایک اُس کی ہے شوخی مر مر پانے کو  
 دیکھئے آتی ہے خلقت ترے دیوانے کو  
 تم کو تسکین ہو گردش ہو جو پیمانے کو  
 آگ میں کو دہڑا دیکھئے پروانے کو  
 بیڑیاں لپٹی تحفین لاکھوں ترے دیوانے کو  
 آپ تر پانے کو آئے ہین کہ ترسانے کو  
 رکھ لون میں دل میں اٹھا کر ترے پیمانے کو

بہت بندار کو توڑ تو ہو دل صاف جلیل  
 تم خدا خانہ بناؤ اسی بہت خانے کو

لے گیا جو ش جنوں کون سے دیرانے کو  
 تو یہ کرنے پہ بھی اتنا ہے علاقہ باقی  
 دل جلانے کا ہوں شاکی تو کہے پردہ نشین  
 ایسے موقع پہ تو غیرت تجھے آئی ہوتی  
 شکوہ دل شکنی کیجئے کیا ساقی سے  
 اپنا شہید اجو کیا بندہ نوازی اُس کی  
 خلد میں بعد قیامت کے جو رونق ہوگی

ہوش بھی ڈھونڈ رہے ہین ترے دیوانے کو  
 دور سے دیکھ لیا کرتے ہین پیمانے کو  
 شمع فانوس جلاتی نہیں پروانے کو  
 کہ لیے پھرتی ہے وحشت ترے دیوانے کو  
 جوڑتا کون ہے ٹوٹے ہوئے پیمانے کو  
 در نہ کیا شمع سے نسبت کسی پروانے کو  
 آج وہ بات ہے حاصل مے پیمانے کو

باتھو نے پڑے توبہ سے جو دیکھا جنے  
ایسے سودیکے مین قربان جو ہوسن فریب  
پلو جھٹا کون ہے بیکس کو سواستون کے  
دل شکستہ جو مین تھا پھوٹ کر دیا کیا کیا  
ابو اللہ گنہگاروں کی غیبت چھوڑو  
دل یہ کہتا ہے کہ یوں فیصلہ ہونے کا نہیں  
دم زینت انہیں کیا جانے کیا یاد آیا  
ہے سبق یاد و دعو عالم کی منراوشی کا  
بزم ساقی مین نہیں کوئی شکستہ خاطر  
اُن کو معلوم ہے جنت ہے جو انون کیلئے  
کیا کہون تم پہ طبیعت مری آئی کیونکر  
مجبو بھی ساتھ گھسیٹا طرب کو چہ زلف

دست ساقی مین چھٹکتے ہوئے پیانے کو  
گھیرے بیٹھے مین پریر و ترے دیوانے کو  
بخو دی جاے کہاں چھوڑ کے مینخانے کو  
ساقیا دیکھ کے ٹوٹے ہوئے پیانے کو  
شیخ جی بیٹھے ہو اللہ کے گھر جانے کو  
آج توبہ سے لڑا دیکھئے پیانے کو  
آکمنہ توڑ دیا پھینکد یا شانے کو  
ہوش اتنا تو ہے اب تک ترک دیوانے کو  
پھینکد تیا ہے وہ ٹوٹے ہوئے پیانے کو  
حضرت شیخ بھلا جا مین گے مینخانے کو  
دیکھ لو شمع پہ گرتے ہوئے پروانے کو  
دل کو سمجھاؤ یہ کیا سوچا ہے دیوانے کو

حُرمیت یکدہ کہتی ہے یہ مجھ سے کہ جلیل  
دل سے شیشہ کو لگا آنکھ سے پیانے کو

روایت ہے ہوز

دل تو کیا جان بھی قربان ہے اللہ اللہ  
شان کے ساتھ محب آن ہے اللہ اللہ  
وصل محبوب کا سامان ہے اللہ اللہ

واہ کیا حسن ہے کیا شان ہے اللہ اللہ  
دیکھے دیکھے ماہِ مدنی کا جلوہ  
فرش سے عرش تک اک نور کا عالم دیکھا



آج کیا ذکر فرشتوں کا ہے اللہ کو بھی  
 دونوں عالم میں بچھا خوان کرم ہے جبکہ  
 فرق پر جس کے ہوا تاج شفاعت موزون  
 جسہ جن دماک و حورو ہری صدقہ میں  
 دیکھ کر حسن ترا آنکھ ہر اک اختر کی

دیکھنے کا ترے ارمان ہے اللہ اللہ  
 آج وہ عرش پر بہان ہے اللہ اللہ  
 دیکھنا یہ وہی سلطان ہے اللہ اللہ  
 مصطفیٰ نام و دانسان ہے اللہ اللہ  
 صورت آئینہ حیران ہے اللہ اللہ

جلوہ پاک کبھی خواب میں دیکھا تھا جلیل

جب سے لب پر مرے ہر آن ہے اللہ اللہ

انگڑا بیان وہ لیتے ہیں کس کس ادا کے ساتھ  
 تو نے کیا ہے کونسا احسان قضا کے ساتھ  
 کی مجھ سے میری نگر جانفزا کے ساتھ  
 کوئی نیا شکار ہے شاید نظر میں آج  
 لیتے ہیں اپنے عکس سے تعلیم دہری  
 تیج روان کی چال تو اپنی نظر میں ہے  
 پھرتے ہیں آہ کرتے ہوئے تیرے اشکار  
 رنگ حنا میں ایسی تڑپ ہوتی ہے کہان  
 غمزے ہزار ہا ہیں وہاں ایک دو نہیں  
 شوخی نے کر دیا ہے بہت دن سے بھجپ  
 سایہ غریب خاک پر لوٹے نہ کیا کرے  
 زینت کے وقت کہتی ہیں اُن سے یہ شوخی

اچھا سلوک کرتے ہیں شرم و حیا کے ساتھ  
 ہستی ہے جو لگی ہوئی تیری ادا کے ساتھ  
 لی اُس نے جان زہر پلا کر دوا کے ساتھ  
 آئینہ دیکھتے ہیں وہ کس کس ادا کے ساتھ  
 آئینہ دیکھتے ہیں وہ کس کس ادا کے ساتھ  
 چلنا یہ کس سے آپ نے سیکھا ادا کے ساتھ  
 اڑتے ہوں جیسے ابر کے لکے ہوا کے ساتھ  
 پیسا ہے تم نے دل بھی کسی کا حنا کے ساتھ  
 کچھ شوخیوں کے ساتھ ہیں کچھ میں حیا کے ساتھ  
 اب وہ فقط نباہ رہے ہیں حیا کے ساتھ  
 کس نے کہا تھا آپ کو چلیے ادا کے ساتھ  
 منہدی طین جو آپ تو خون و فدا کے ساتھ

یسا ہے چکے چکے کھجے مین چنکیان  
 تنہا وہ آئین جاوین یہ ہے شان کے خلا  
 اک آہ کھینچنا تھا کہ سکر الجھ پڑے  
 تلوار تیر سب کی کمانین اُتر گئیں

پتلا ہے شوخیوں کا وہ شرم و حیا کے ساتھ  
 آنا حیا کے ساتھ ہے جانا ادا کے ساتھ  
 کیا جانتا تھا مین کہ بڑھین گے ہوا کے ساتھ  
 تیوری جہان کسی نے چڑائی ادا کے ساتھ

یا خدا سے جان چراوا بھی چلیں  
 آخر کبھی تو کام پڑے گا خدا کے ساتھ

آنچل وہ منہ پہ ڈال کے چلنا ادا کے ساتھ  
 آئے جہان مین صلی علی اس ادا کے ساتھ  
 عاشق مزاج جتنے مین اُس کا یہ قول ہے  
 کہتا ہے اُس گلی مین یہ دل بھر کے آدھور  
 تلوار تیر ساتھ چلانا کمال ہے  
 دھوکا مہلیک دل سے غلامی ہول ہے  
 جب یہ کھلا کہ دزد و جنادل کا چور ہے  
 ترسون مین اُس کی دید کو قدرت خدا کی ہر  
 پہل انہین کے ہاتھ سے ساری جہان مین ہے  
 اب وار تم کرو نہ کرو کام ہو گیا  
 جب سر مین تھی ہوا سے چن کچھ پیچھے  
 لب پر ادھر تھی اُدھر آنکھ مین جھکی ہوئی  
 مدت ہوئی وصال کو اب تک یہ ہے خیال

سایے کو دیکھ کر وہ جھپکتا حیا کے ساتھ  
 سایہ بھی چل سکا نہ حبیب خدا کے ساتھ  
 آئے اگر قضا بھی تو آئے ادا کے ساتھ  
 سیر چین کا لطف ہے ٹھنڈی ہوا کے ساتھ  
 کرتی ہے کام اُس کی نگہ بھی ادا کے ساتھ  
 کیونکر بتوں کی چاہ ہو یا خدا کے ساتھ  
 ہاتھوں کے طوطے اڑ گئے رنگ خدا کے ساتھ  
 آنکھوں مین پھر رہا ہو جو ناز و ادا کے ساتھ  
 بیٹھے مین سر جھکاے جو شرم و حیا کے ساتھ  
 تلوار کھینچنا ہی غضب تھا ادا کے ساتھ  
 ہم بھی جہان سحر ہوئی پہونچے صبا کے ساتھ  
 شوخی ہے آج دست و گریبان حیا کے ساتھ  
 بیٹھا ہے کوئی گود مین ناز و ادا کے ساتھ



آفت نصیب دل ہے فقط اس تصور پر جب یہ سنا کر منہ سے ہوئی اُن کی اہنہ آرام منحصر فقط اس بات پر نہیں	کی تھی وفا عزیز بچنے اک بیوفا کے ساتھ مڑ پائین ساتھ برق کے رویہ گھٹا کے ساتھ بیار کو دعا بھی ہے لازم دوا کے ساتھ
--	--

ہمنے بہت اٹھا ہے ہن آزار ہے جلیل  
اب دل لگائیں گے نہ کسی بیوفا کے ساتھ

## روایتِ یاسے تھمائی

ہم ایسا آپ کا پاتے تو آتے اپنی آنکھوں سے زیارت کی تمنا میں خیال رنج و راحت کیا نظر آتا کوئی تنکا اگر میثرب کی لگیوں میں جلا کر شمع سان دل کو مرہ لیتے محبت کا درو دیوار کے انوار نظرون میں سما جاتے خاکر تا کبھی حضرت سے آنکھیں چار ہو جاتیں کہاں تھیں ایسی آنکھیں جن کا سر رخا کر رہی یہ سنتے ہیں کہ آنسو موتیوں میں تولے جاؤں گے تصور اگر اچھلتا بھی تو رو کر پھر جہاں لیتے سنا ہے خاک پر جب لوٹ جاتا گوشہ دہن وہ آتے خواب میں تو تہلیان قدیوں سے ملے تو پلاسے ہوش جاؤ دیکھ تو لیتے منگہ اُن کی	گہرا شکون کے روضے پر چڑھاتے اپنی آنکھوں کڑی جو راہ میں پڑتی اٹھاتے اپنی آنکھوں اٹھاتے اپنی ہلکوں سے لگاتی اپنی آنکھوں کھڑے روضہ چہم آنسو بہاتے اپنی آنکھوں وہ نقشہ اپنے دل پر کھینچ لاتے اپنی آنکھوں ہم اپنا در و دل سب کہ سناؤ اپنی آنکھوں تبرک جانکر اسکو لگاتے اپنی آنکھوں مزدہ ہوتا جو ہم دریا بہاتے اپنی آنکھوں ہم اپنے پیارے روضے کو سناؤ اپنی آنکھوں فرشتے دوڑ کر اسکو اٹھاتے اپنی آنکھوں ہم اپنی سوتی قسمت کو جگاتے اپنی آنکھوں ہمیں وہ کاش دیوانہ بناتے اپنی آنکھوں
--	---

لجاء و لطف ہی کافی تھی بیمارِ محبت کو نہ سنتے حال لیکن دیکھ جاتے اپنی آنکھوں سے

جلیل اشکِ مذہب جوش بہاتے تو کیا کہنا  
ہم اپنی بگڑی حالت کو بہاتے اپنی آنکھوں سے

ہاے پھر آج مدینے کی فضا یاد آئی  
خلعہ کو دیکھ کے دل لوٹ گیا سینے میں  
سُن کے بیمارِ دیا مفرودہ دیدار مجھے  
بھول بیٹھا میں رو عالم کو ہوا یہ عالم  
ہر کمانِ نزع میں یارب مجھے کیوں ڈالیں  
نفسِ سرور کے جھوٹے جو غم شدہ میں چلے  
جان لیتی تھی رازِ شبِ تنہائی کی  
ایسے بھولے کہ بلایا نہ ابھی تاک مجھ کو  
پھر بہاؤ آئی ہوئے زخمِ مرے دل کے ہر  
پھر وہ نار و مدنی پھرنے لگا آنکھوں میں  
پھر ہوا حسرت و امان و تمنا کا ہجوم  
آنکھ بھراؤں جہان سانسے پاؤں آیا

حالت ایسی ہوئی دل کی کہ قضا یاد آئی  
وہ تجسلی کہ محبوبِ خدا یاد آئی  
درو دل کی مرے جیسے کو رو یاد آئی  
جب تہا ری نگہ ہوشِ رہا یاد آئی  
میرے سرکار کو اس دم مری کیا یاد آئی  
ٹھنڈی ٹھنڈی وہ مدینے کی ہوا یاد آئی  
رات کیا کیا مجھے وہ زلفِ دقا یاد آئی  
ہاے اُن کو مری حالت نہ ذرا یاد آئی  
پھر مجھے گنبدِ خضر کی فضا یاد آئی  
پھر وہ انداز وہ چتون وہ ادا یاد آئی  
پھر وہ بھولی ہوئی بزمِ رفقا یاد آئی  
پایس میں حالتِ شاہِ شہداء یاد آئی

کیون تڑپنے لگے آوازِ اذان سن کے جلیل  
کونسی بات تہین مرود خدا یاد آئی

اُترتی ہوئی اس شیشہِ نازک میں پری ہو  
ڈالی لیے بھولوں کی نسیمِ سحری ہے

مے عشقِ محمد کی مرے دل میں بھری ہو  
میں یا وہن رخسار کی آہیں نہیں کرتا



ٹوٹی ہوئی ہے شاخ مگر اب بھی ہری ہے  
آنکھوں میں دم اٹکے دم چارہ گری ہے  
ابتک وہی تری تری آنکھوں میں بھری ہے  
وہ اور ہوا ہے جو مے سر میں بھری ہے  
اب وقت خبر لینے کا اے پیغمبری ہے  
عالم کو تماشا مری غوریدہ سری ہے  
بے پردہ و در پردہ وہی جلوہ گری ہے  
اے حسن ازل سب یہ تری جلوہ گری ہے

پیری میں بھی ہے دل کی تنہا وہی باقی  
کیا حسرت دیدار کہوں عیسیٰ دوران  
سراج میں تھی جو دم دیدار الہی  
دنیا کی نہ خواہش ہے نہ عقبے کی ہوس ہے  
سختی ہے بہت ہجر میں بخود مجھے کروے  
نام آپ کا لے کے جو کرتا ہوں میں نالے  
روشنے پہ پڑی لوٹتی ہیں سب کی نگاہیں  
قربان ہوئی باقی ہے احمد خدائی

کہتے ہیں شہر دین کہ خبر لون تری کیونکر  
تجھ کو تو جلیل آٹھ پہر پیغمبری ہے

یا نبی دیجئے دامن کی ہوا تھوڑی سی  
اس طرف بھی نگہ ہوش رہا تھوڑی سی  
دل میں ہوا الفت محبوب خدا تھوڑی سی  
وے مری عمر کو اللہ و خدا تھوڑی سی  
کاش اس پھول میں ہو بوسے و خدا تھوڑی سی  
تو ہی تکلیف کراے باد صبا تھوڑی سی  
دوا جازت مجھے اب بہر خدا تھوڑی سی  
بیٹھ رہنے کو مجھے چاہیے جا تھوڑی سی  
عرض میری بھی ہے شاہِ دو سر تھوڑی سی

سو زل کی مجھے ملجائے دوا تھوڑی سی  
حال مستون کا ترے دیکھ کے رشک آتا ہے  
کیون کوئی دولت دارین خدا سے مانگے  
جان طب ہو کے چلا ہوں میں زیارت کیلئے  
جان سے بڑھکے مجھے دارِ محبت ہے عزیز  
بوسے محبوب جو پا جاؤں تو جی جاؤں ابھی  
لوٹنے کی قدم پاک پہ حسرت ہی رہی  
در بدر پھر کے میں آیا ہوں درِ اقدس پر  
مانگتا ہے کوئی دنیا کوئی سجتے اتم سے

زار و جلوہ گہ پاک ہے مقبول جگہ  
پاکے میں ساقی کوثر کو یہ کرتا ہوں سوال  
میں تہین دیکھ کے تڑپا جو بھری مغل میں  
حضرت آئے ہین دم نزع زیارت کر لون  
مجھ کو آئینہ خاں سر کن جلا کرنا ہے

ہمک لینا مرے حق میں بھی دعا تھوڑی سی  
اسے عطا پاش اردھر بھی عطا تھوڑی سی  
ہے خطا دل کی سوا میری خطا تھوڑی سی  
کاش اس دم مجھے ہمت دے عطا تھوڑی سی  
یا نبی چاہیے خاک کف با تھوڑی سی

لے لیا بہتے صحنے میں چمن خلد جلیل

کوہ کے سوز و ن شہ والا کی ثنا تھوڑی سی

مجھے درد دل کی دوا چاہیے  
مدینے تک آئے ہین مر مر کے ہم  
یہ کہتی ہین آنکھیں کہ دیدار کو  
محبت نے جو کچھ کیا دل کے ساتھ  
جسے چاہتے تھے اُسے پاس گئے  
مدینے پہونچنا ہے دشوار کیا  
سفر میں توجہ رہے ساتھ ساتھ  
یہ پیکر تصویر سلامت رہے  
صبا کیا کھلائے گی دل کی کلی  
طبیسیوں سے میں کیا کہوں درد دل  
ہو بس نصرت و وجہان کی نہیں  
مرے سے کوئی درد خفا نہیں

غبارِ درد مصطفیٰ چاہیے  
پے قبر تھوڑی سی عطا چاہیے  
بھال حبیب خدا چاہیے  
مرے کا ہے قصہ سنا چاہیے  
اب اس کے سوا اور کیا چاہیے  
دل زار فضل خدا چاہیے  
کہ ہوں تاملد رہنا چاہیے  
نہ قاصد نہ تبا و صبا چاہیے  
تہا ری گلی کی ہوا چاہیے  
مجھے کوئی درد خفا چاہیے  
مجھے خواجہ دوسرا چاہیے  
مگر اپنے دل میں مرا چاہیے



یہ کہتی ہے پابوس کی آرزو کہ دل میں تر نقش پا چاہیے

بدالین کے حضرت تہین بھی جلیل  
مگر صدق دل سے دعا چاہیے

خواب ہی میں ہو کسی دن جلوہ گریا مصطفیٰ  
سُکرا کر دیکھ لو گراک نظریا مصطفیٰ  
درومندون پر ہو کچھ ایسی نظریا مصطفیٰ  
نام لیوا آپ کا ہون اور کچھ آتا نہیں  
گر نگاہ خلق سے پر وہ تہین منظور ہے  
ہو نمک افشا کسی دن آپ کا حسن طبع  
ایک خلوت گاہ ہے اور اک تجلی گاہ  
چشم تر لیکر چلے ہیں ہم زیارت کے لئے  
آپ کی فرقت میں دو ٹکڑے دل پرواغ ہو  
اک خدا گوشش توجہ اپنے بسمل کی طرف  
زندگی اپنی جو یوں گزرے تو پھر کیا بات  
شوق میں ہم یاد کرتے ہیں تہین کس کس طرح  
اور ہے وہ کون جو سردارِ حُبیت کا سب سے  
دُعا دینا ہو مگر محشر میں کوئی مشکل نہیں  
کون ہے جو آپ کے جلوے کا دیوانہ نہیں  
اور تو کوئی نہیں ہے میرے رونے کا علاج

دُعا دیتی ہے تمکو آنکھوں میں نظریا مصطفیٰ  
پہنچو دل ہو جا میں سے زخم جگر یا مصطفیٰ  
درو خود ہو جاے اپنا چارہ گریا مصطفیٰ  
رات دن یا مصطفیٰ شام و سحر یا مصطفیٰ  
میری آنکھوں میں رہو مثل نظریا مصطفیٰ  
چاہتا ہوں لذتِ زخم جگر یا مصطفیٰ  
دیدہ دل آپ کے دونوں ہن گریا مصطفیٰ  
اس سے چھر ٹکین گے تمہاری رگڑ یا مصطفیٰ  
یہ نیار و شن ہوا شقِ قسم یا مصطفیٰ  
کہ رہے ہیں کچھ لب زخم جگر یا مصطفیٰ  
ہم تو ہوں بیمار تم ہو چارہ گریا مصطفیٰ  
یا نبی یا شاہ یا خیر البشر یا مصطفیٰ  
آپ ہیں یا آپ کے نورِ نظریا مصطفیٰ  
تم جدھر ہو گے خدا ہو گا اُدھر یا مصطفیٰ  
رات دن چکر میں ہیں شمس و قمر یا مصطفیٰ  
ہاے اقدس سے ملوں میں چشم تر یا مصطفیٰ

خواب میں دیکھا ہے جب بڑ گیا ہوش میں میرے دل میں پھر جو آنیکو تصور آپ کا کہہ گئی کیا زریں تیج تبسم آپ کی درود کا کوئی کیوں پوچھے میسا س علاج	نکلی پڑتی ہے اب آنکھوں سے نظریا مصطفیٰ پھر اٹھا تعظیم کو در و جگر یا مصطفیٰ شکر اے کیوں مرے زخم جگر یا مصطفیٰ وہ بھی کہتے ہیں کہ تم ہو چارہ گر یا مصطفیٰ
--	---

اس جلیل خستہ جان کا خاتمہ بالآخر ہو  
دم نکلیجائے تمہارے نام پر یا مصطفیٰ

بات ساقی کی نہ ٹالی جائیگی وہ سنورتے ہیں مجھے اسکی سے فکر دل لیا پہلی نظر میں آئے تین قاتل سے گلے مل لین گے آج اب تو وعدے کی بھی مدت ہو چکی آتے آتے اُن کو آئے گا خیال پڑ گئی چہرے پر میری چشم شوق اے تنہا تم کو روون شام وصل کیا خبر تھی عشق کے بازار میں کیا کہوں دل تو مڑتے ہیں کس لئے باندھتے جاتے ہیں بیل اشیاں اپنی ہلکوں سے تم اتنا پلوچھ دو جان لی تم نے ہمیں شکوہ نہیں	کر کے تو بہ توڑ ڈالی جائیگی آرزو کس کی نکالی جائیگی اب ادا کوئی نہ خیالی جائیگی حسرت دل یوں نکالی جائیگی کب غریبوں کی دعائی جائیگی جاتے جاتے بے خیالی جائیگی اب نقاب اُن سے نہ ڈالی جائیگی آج تو دل سے نکالی جائیگی دل سے شئے بھی دیکھی بھالی جائیگی آرزو شاید نکالی جائیگی ایک دن پھولوں کی ڈالی جائیگی بھانس دل کی کب نکالی جائیگی جانتے تھے جاننے والی جائیگی
---	--



جو تجھے دیکھے گا اُس سے بھروسہ کر  
کفر زائد توڑنا کیا باست ہے  
کچھ حیا کا بھی رہے شوخی میں پاس  
ہم نہ کہتے تھے یہ تم سے اسے کلیم  
بے سبب اپنی جگر کا دی نہیں  
دل تو نذرانے میں بوسے کے مل گیا  
قبر میں بھی ہو گا روشن دایغ دل  
گر یہی نظارہ بازی کا ہے شوق  
دیکھتے ہیں غور سے میری شبیہ

آنکھ حور من بدنہ ڈالی جا ئیگی  
صرت اک مے کی پیال جا ئیگی  
ورنہ یہ نازون کی پالی جا ئیگی  
آنکھ جھپلی پر نہ ڈالی جا ئیگی  
عشق کی بنیاد ڈالی جا ئیگی  
کہتے ہیں قیمت جدا لی جا ئیگی  
بہر کیا خاک ڈالی جا ئیگی  
بہر سے زگس بنگالی جا ئیگی  
شاید اُس میں جان ڈالی جا ئیگی

فصل گل آئی جنون اسچلا جلیل  
اب طبیعت کیا سنبھالی جائے گی

حشر میں اس چال سوا کے وہ اٹھلاتے ہوئے  
وہ ڈھٹائی سے یہ کہہ اُٹھتے ہیں اترتے ہوئے  
ناز سے چلتے ہوئے شوخی سے اٹھلاتے ہوئے  
آپ کی پیاری حیا پامال ہو کر رہ گئی  
گھر کیا آنکھوں میں جب آیا نہ پردے کا خیا  
کیون نہ کھینچے رشک کا ٹون میں دل صراحت  
جان کی ہو خیر یارب وہ اڑا کر دل مرا  
ایسی جنس بے بہا اداسک ٹھکا و بیرخی

فتنے سب اُٹھ اُٹھ کے بھاگے ٹھوکر بن کھال ہوئے  
ہم چلین گے جشر میں بھی یوں ہی اٹھاتے ہوئے  
تیر بھی آئے تو میرے دل کو تر پاتے ہوئے  
اور چلے ناز سے جو میں پہ اترتے ہوئے  
آج لیتے ہو حیا کی سامنے آتے ہوئے  
ہاے میں شانے کو دیکھوں زلف سلجھتے ہوئے  
بھرا دھڑاتے ہیں کچھ غمزد کو سکھاتے ہوئے  
شرم بھی آئی نہ دل کا سول ٹھہرتے ہوئے

دل کی الجھن ہے یہ تیری زلف کی الجھن  
رات ہم بھی کوئے جانان کو چلے کس شان سے  
جان من صدقے تہاری شوخیوں پر جانِ دل  
کیون نہ ڈھانکوں منہ کفن سے مین سہرا جرم ہوتا  
آؤ بیٹھو شوق سے دل مین مگر اس شرط سے

عمر گزری ہے مرجان اُسکو سلجھاتے ہوئے  
ورد و غم ہمراہ نالے شمع دکھلاتے ہوئے  
بھر اسی انداز سے آجاؤ اٹھلاتے ہوئے  
شرم آتی ہے خدا کے سامنے جاتے ہوئے  
ساتھ لے لینا کوئی ارمان بھی جاتے ہوئے

دل ٹرپ جاتا ہے جب مین یاد کرتا ہوں جلیل  
ہاے وہ مڑ مڑ کے اُسکا دیکھنا جاتے ہوئے

موجود تھے ابھی ابھی روپوش ہو گئے  
سوئے مین وہ جو مجھ سے ہم آغوش ہو گئے  
جلوہ ترا تھا یا کوئی داروے بیہوشی  
وعدے کی رات آئی قضا اس ادا کے ساتھ  
برسوں ہوئے نہ تھے کیا بھول کر بھی یاد  
تم تھے بیان تو عیش تھا راحت تھی لطف تھا  
آمد ہوئی جو اُن کی خبر آ کے غش نے دی  
انکھوں مین بھی جو آئے تو اللہ سے حجاب  
کیا کیا زبان و راز چہ راغ الجھن مین تھے  
ساتی اب انکھاب مین آنا محال ہے  
یاران رفتہ بات کا دیتے نہیں جواب  
فریاد و عندلیب نہ تھی اک فسانہ تھا

اے سست ناز تم تو مرے ہوش ہو گئے  
جتنے لگے تھے خوابِ فراموش ہو گئے  
اتھو نقاب اُٹھتے ہی بیہوش ہو گئے  
وصو کے مین تیرے اُس سے ہم آغوش ہو گئے  
وعدے کی طرح ہم بھی فراموش ہو گئے  
یہ سب تہارے جاتے ہی روپوش ہو گئے  
قربان مجھ سے پہلے مرے ہوش ہو گئے  
بنکر نظر نظر سے وہ روپوش ہو گئے  
وامن کشان تم آئے تو خاموش ہو گئے  
ہتھکڑیاں سب ترے مینوش ہو گئے  
کیا کہہ یا قضا نے کہ خاموش ہو گئے  
گلشن کے بھول سب ہم تن گوش ہو گئے



وہ بھی تہا ری طرح نہ نکلے جاوے	ارمان دل کے پردے میں روپوش ہو گئے
لے جان ماہ کے لیے ہالہ بھی سن ہے	ابھٹا ہے تم جو زینت آغوش ہو گئے
سوئی ہوئی نہ قبر مری مات راگئی	گل ہو گئے چراغ جو خاموش ہو گئے
آئی شب وصال تو نیند آگئی اُنہیں	ہم ہوش میں جو آئے وہ مدہوش ہو گئے

مرکز تمام سر سے ٹپیں آفتین جلیل  
ہم جان دیکھے سے بکدوش ہو گئے

ہم تو قصور وار ہوئے آنکھ ڈال کے	پوچھو تو نکلے کیوں تھے وہ جو بن نکال کے
کیا خوشنما ہے سبزہ خط گر و خال کے	پلٹے ہوئے ہیں خضر گلے سے بلال کے
کہتے ہیں عاشقوں سے یہ انداز چال کے	رکھ دو قدم قدم پہ کلیجہ نکال کے
نکلی جو راہ سب مرے ارمان نکل گئے	بچتا ہے وہ بہت ہی کلیجہ نکال کے
نادم ہوں ذکر چھیر کے مین دلی چوٹ کا	کہتے ہیں وہ دکھاؤ ہمیں دل نکال کے
وہ کون سر و قد ہے تصور میں جو نہیں	جھنڈے گرے ہوئے ہیں ہمارے خیال کے
بگڑے جو وہ نکل نہ سکی دل کی آرزو	مطلب نکال لے گئے آنکھیں نکال کے
آنکھوں میں خواب کا ہو گزر کیا مجال ہے	پہرے بٹھا دیے ہیں کسی نے خیال کے
پلیٹی ہوئی ہے دل سے مرے آرزو و یاد	تیر نگاہ ناز و ذرا دیکھ بھال کے
دل میں وہ بھڑپے کہ ذرا بھی جگہ نہیں	آپ آئیے مگر کوئی ارمان نکال کے
جب وہ نکالنے لگے پہلو سے تیر کو	بولا تڑپ کے دل مجھے پہلے نکال کے
آ آ کے دل میں کرتے ہو تم شوخیان بہت	ایسا نہو کہ پھینک دوں دل ہی نکال کے
رسوائیوں سے ایک جہان ہو گیا جسہ	اللہ پاؤں لگ گئے کیا میرے حال کے

دل دیکھے بھی وہی ہے تواضع کا حوصلہ  
 سننے کو سنئے شوق سے عاشق کی داستان  
 کیا میں بھی کوئی غیر کے دل کا تھا مدعا  
 کیا خوب چشم و ابرو جانان کی ہے مثال  
 سنئے تو اک ذرا مرے اشعار دردناک  
 راضی وصال پر تو اُنہیں کر لیں مگر  
 اتنے سے دل کو دی ہے وہ اللہ نے تڑپ  
 بوٹا سا اُس پری کا جو تیرا حور دیکھ لے

کیسے ابھی تو کھدو نہ کھینچا نکال کے  
 لیکن ذرا سنبھل کے کھینچا سنبھال کے  
 اتنا جو خوش ہوئے مجھے گھر سے نکال کے  
 بجلی چمک رہی ہے یہ نیچے ہلال کے  
 لایا ہوں میں کچھ کے ٹکڑے نکال کے  
 پوچھا جو وقت بولے کہ بعد انتقال کے  
 چاہے تو مجھ کو عرش پر رکھ دو اُچھال کے  
 طوبے یہ پھتیاں کہے شاخیں نکال کے

لکھی ہے کھا کے خون جگر یہ غزل جلیل  
 مسموع نہیں ہن شعر کے ٹکڑے میں لال کے

یوں ساتھ ہے شباب بُتِ خرد و سال کے  
 پوچھا کسی نے مجھ کو تو اُس شوخ نے کہا  
 صد شکر و صفتِ قد پر وہ اتنا تو بول اُٹھے  
 دل رہ گیا اُلجھ کے نگاہوں کے تار میں  
 زیرِ زمین تو چین سے رہتے کوئی گھڑی  
 ہوں تنگ اس قدر کہ جو لے مفت بھی کوئی  
 نہ چین دل کو لیتے ہو لیجاؤ سٹوق سے  
 ذکرِ کلیم و طور پر بولے وہ ناز سے  
 لذت یہی کھٹک کی جو ہے راہِ عشق میں

پوشیدہ جیسے بدر ہو گھر میں ہلال کے  
 امیدوار ہیں یہ ہمارے وصال کے  
 مضمون بلند ہیں رے عالی خیال کے  
 اچھا وہ جال ڈال گئے آنکھ ڈال کے  
 کرنا تھا دفنِ سینے سے دل کو نکال کے  
 دید و نہ دید ابھی میں سینے سے مل کر نکال کے  
 اتنی ہے التماس کہ رکھنا سنبھال کے  
 یہ سب کرشمے ہیں مری برقی جمال کے  
 رکھ لو نگاہِ دل میں پاؤں سے کاٹے نکال کے



سفاک آج دیکھ تو خسر نکال کے  
رونا پڑا ہے آنکھ سے آنسو نکال کے  
غمرے اٹھین گے ہم سو نہ تیری خیال کے  
ہم بھی کبھی تھے دیکھنے والے جمال کے

ارمان نکلتے ہیں مرے دل کے کہ غیر کے  
ساتھ اُن کے دل بھی آنکھ بچا کر نکل گیا  
میرے ہی دل کا ہو کے رہے یار قیب کا  
آئینہ ہے جو اُن کا مصاحب تو کیا ہوا

اپنا بنالے وہ ہمیں یہ ہے غرض جلیل  
مشاق دید کے ہیں نہ طالب وصال کے

پوچھ اٹھا کوئی کہ ہے آج طبیعت کیسی  
جان سن ہے یہ بہت مین عداوت کیسی  
واسطہ ہی نہ رہا جب تو مروت کیسی  
گھر ذرا سا ہے مگر اس مین ہے وسعت کیسی  
تمکو یہ بھی نہ خبر تھی کہ ہے صورت کیسی  
یہ تو فرمائیے اشکون مین ہے رنگت کیسی  
تو دکھا دے ہمیں حورونکی ہے صورت کیسی  
دیکھے دیکھے ہتی ہے یہ تربت کیسی  
خیر ہے آج یہ بکھر ہے عنایت کیسی  
پڑ گیا وقت تو کام آگئی غیرت کیسی  
آپ مین بات کے پتے تو نہ است کیسی  
آپ کے پاؤں کی ٹوک رہے قیامت کیسی  
اب یہ مجھے ہے تڑپنے کی شکامت کیسی

پیش دل نے یہ کی مجھ پہ عنایت کیسی  
دل مین رہتے ہو مگر نام سے جلتے ہو مرے  
دل ترا ہو کے بھلا میری سی کیوں کہنے لگا  
درد و غم دل مین تڑپ دل مین تنہا دل مین  
آنکھنے کا ہو بُرا جس نے بنایا مغرور  
دل نہیں خون ہوا سینے مین اچھا نسہی  
ہم دکھا دین تجھے زاہد کہ یہ بُت کیسے مین  
آپ قائلِ پیش دل کے نہیں مرنے پر  
دل تو لے ہی چکے اب جان بھی کیا لینا ہے  
آپ ہم کٹ گئے تلوار کا احسان نہ ہوا  
وصل و فتن جو غلط تھا تو چرائی کیوں آنکھ  
ہے اشارہ نگہ ناز کا فتنہ کیا  
تم نے تیرے رنگ ناز نہ مارا ہونا

وصل میں تو نہ کہا آپ کا مانے گا جلیل  
آجکی رات مرید جان اطاعت کیسی

جب آنکھ اُن کی ان آنکھوں سے لڑی ہے  
شب گیسو ہر اک شب سے بڑی ہے  
نگاہ ناز سے کیا کم تھی تلو ار  
نہ آتے دیر کچھ اس کو نہ جاتے  
بھلا تو یہ کا بیٹھا نے ہین کیا ذکر  
جو دیکھی آرسی بوسے چھپاک کر  
ادھر خنجر ادھر کھینچتے ہین مالے  
فروغ رخ سے کھلتا ہی نہیں کچھ  
کسے کی نرم ہو کر سنڈل اپنی  
نگاہ شوق نے جھکڑے مین ڈالا  
شبِ فرقت نہ ٹھہری موت ٹھہری  
دھڑکتے دل کو رکھ لوجیب مین تم  
نہیں کشتی تو کہتا ہے ستار  
لما مین آؤ کا کل سے شبِ غم  
عدم والوں کو کیا باندھے گی جا کر  
دُعا کی زلفِ جانان کی شبِ غم  
نظر کی غیر پر تر پا مراد دل

نظر اُٹا دین بن کر پڑی ہے  
شبِ فرقت اسی کی اک گھڑی ہے  
کہ جی اُٹھا ہوں جب مجھ پر پڑی ہے  
جوانی وصل کی شایہ گھڑی ہے  
جو ہے بھی تو کہین ٹوٹی بڑی ہے  
کیسی آنکھ اس مین تو جڑی ہے  
مجھے اپنی انہیں اپنی پڑی ہے  
اُٹھی ہے یا نقاب اب تک پڑی ہے  
یوہین گر آنکھ قاتل کی کر دی ہے  
یہی پہلے پہل اُن سے لڑی ہے  
کہ جب دیکھو مرے سر پر کھڑی ہے  
کوئی پوچھے تو کہہ دینا گھڑی ہے  
یہ گردن ہے کہ فرقت کی گھڑی ہے  
نرا دیکھین تو کون ان مین بڑی ہے  
یہ چوٹی کیون کر رہ جا پڑی ہے  
بلا ہو کر مرے پیچھے پڑی ہے  
بھڑکی سپر اٹھی سپر پڑی ہے



جلیل اُس آنکھ کی تعریف کیا ہو  
 بڑا اک حسن تو یہ ہے بڑی ہے

لڑی خاک اُن سے بجلی یوں لڑی ہے  
 جس آنکھ کی آنکھ اُس پر پڑی ہے  
 نگاہ و تیغ رو کی دو تون خونریز  
 نظر تیرا ہے ایسی شوخ دیدہ  
 رقیبوں سے جہان بگڑی ہو اُن سے  
 ڈری ہے کیا تمہاری چتونوں سے  
 مین کہتا ہوں کہ جلد آؤ چلا مین  
 وہ میرے دل مین دل رنج و الم مین  
 اُلجھ کر اپنی چوٹی سے وہ بولے  
 شہید زلف و مرثگان کی یہ تعظیم  
 اُٹھاتے ہو تو پھر بکواٹھا دو  
 پڑا دیکھا جو دل بولے گھٹا سے  
 خجالت اُن سے احسان اجل کی  
 ادا چلتی ہوئی لیس کر مری جان  
 غضب تھا چو سنابل کاش پھل  
 شب غم کی درازی سُن کے بولے  
 قیامت سے ڈراؤن کیا مین اُن کو

نظر جب اُٹھ گئی ہے گر پڑی ہے  
 نظر اُس سے مری برسوں لڑی ہے  
 کوئی کچھ نرم ہے کوئی کر دی ہے  
 یہ مجھے کیا زمانے سے لڑی ہے  
 وہ ان کیا کیا مری قسمت لڑی ہے  
 یہ ہوئی کس لئے پیچھے پڑی ہے  
 وہ کہتے ہین کہ جلدی کیا پڑی ہے  
 تری الفت بھی آفت مین پڑی ہے  
 کہ دیوانی یہ کیوں پیچھے پڑی ہے  
 کہین پھانسی کہین سولی کھڑی ہے  
 یہ چلن کس لئے در پر پڑی ہے  
 اُٹھالے تیری بجلی گر پڑی ہے  
 زمین مین لاش خیرت سے گڑی ہے  
 قضا اب کیوں سر بالین کھڑی ہے  
 زبان سے وہ زبان گھڑیلوں لڑی ہے  
 مرے گیسو سے بھی کیا وہ بڑی ہے  
 قیامت کو لگ ابنی پڑی ہے

تری گات اور تیری بات ہے اور  
دم نزع آمد آمدن کے اُن کی  
قیامت کو وہ ٹھکرا کر یہ بولے

وہ سینے میں تو یہ دل میں گڑی ہے  
قضا بالین پہ گھبرائی کھڑی ہے  
اسی کی خلق میں شہرت بڑی ہے

تری خاطر گرے قدوں پہ اُن کے

جلیل ایسی سیکو کیا پڑی ہو

گلے سے گلے جو وہ تیغ سرخرو ہوتی  
تہارے ہاتھ میں ہے کتنی خوشنما تلموار  
بھلے کو ساتھ مرے دل نہیں سنا میرا  
ڈری نہوتی اگر میرے دل کی آہوں سے  
یہ پیارے پیارے لب اور اُسے تہر سبزہ خط  
شیر پار سے کہتے ہیں دیکھنے والے  
وہ آئندہ ہے کہ منہ پر کچھ اور پیچھے اور  
خیال زلف کی بوجھوٹ نکلی آخر کار  
وہ ہم سے دیکھنے والوں کے روبرو ہی نا  
ملے نہ خوب ہوا ورنہ ہوش ہی جاتے  
جما ہوا تھا وہاں رنگ خون عاشق کا  
تہارے چہنے سے کیا یار پردہ ہو جاتا  
جواب تیغ سے دیتے جو مانگتا بوسہ  
مردہ تھا جبکہ وہ ناوک کو کیٹھنے دل سے

پٹ پٹ کے تصدق رگ گلو ہوتی  
یہ ہوتی اور کسی کی رگ گلو ہوتی  
وگرنہ آج کہاں تیر سی آرزو ہوتی  
گلے سے پسٹی نہ وہ زلف مشکبو ہوتی  
خضر بھی ہوتے تو مرنے کی آرزو ہوتی  
سجائے مردک آنکھوں میں کاش تو ہوتی  
ہمارے اُن کے جو کچھ ہوتی روبرو ہوتی  
ذرا سے دل کو تو نتھی سی آرزو ہوتی  
نہ تھے کلیم جو پردے سے گفتگو ہوتی  
ابھی تو اُن کی ہے پھر اپنی جستجو ہوتی  
حنا تھی ایسی کہاں کی جو سرخرو ہوتی  
تہا رسی شکل خیسالی نہ روبرو ہوتی  
بڑے مزے کی مرے اُن کے گفتگو ہوتی  
اور اس سے پسٹی ہوئی اُن کی آمد دہاتی



جو تو ملتا تو نظر اب تری نہیں ملتی  
 سراور جسم کا جھکڑا جو پیش ہو جاتا  
 اسیر وصل سے کہتا ہے یہ دل مایوس  
 بگڑتی دو نون میں عارض پہ لوٹنے کیلئے  
 جو دیکھ لیتے کہیں آپ سیر رونے کی  
 اثر جو سوز دل عندلیب دکھلاتا

اسی کی کاش کہیں پہلے جستجو ہوتی  
 بتا تو کس طرف اسے تیغ ناز تو ہوتی  
 مرا کوئی بھی نہوتا بس ایک تو ہوتی  
 ادھر نگاہ ادھر زلف مشکبو ہوتی  
 کچھ اور ہی مرے اشکون کی آبرو ہوتی  
 تو پھول پھول میں داغ جگر کی بو ہوتی

بڑھار ہا تھا تجھے فیض حضرت اُستاد  
**جلیل** کیون نہ تری دھوم چار سو ہوتی

وہ آکھ دیکھ کے حیران آرسی ہوگی  
 جو پوچھتا ہوں ملاقات بھی کبھی ہوگی  
 بلا سے تم پہ کرے گی نہ دل کی آواز  
 لڑانے بیٹھے جو ہوں گے وہ آکھ دشمن سے  
 برہنہ ہو کے پٹریوں گلے پہ تیغ اُن کی  
 شب وصال جو زلف اُن کی کھلگئی بولے  
 بھرے ہوئے ہیں جو دل میں اُنہیں کے ہیں لڑا  
 ہر من میں رو کے خجل کس قدر ہوئی شبنم  
 جھٹ پہ فکر تہین ہے کہ ساتھ کون پہلے  
 اڑانہ ہو گا مراد دل نہیں سازش کے  
 سحر کو ایک بھی ہو گا نہ آپ کا قیدی

غریب دور سے منہ اُن کا کھتی ہوگی  
 تو کس مرے سے وہ فرماتے ہیں کہ جی ہوگی  
 تمہاری زلف تو شانے پہ لوٹی ہوگی  
 نقاب بیچ سے مٹا کے اُٹھ گئی ہوگی  
 رگ گلو تھی جیسا وار کٹ گئی ہوگی  
 اب اس سے اور کوئی راست کیا بڑی ہوگی  
 لگا کین تو وہ ذرا تیرے دل لگی ہوگی  
 بنانتی تھی کہ پھولوں میں یوں ہنسی ہوگی  
 اُٹھو گے تم تو قیامت نہ اُٹھ کھڑی ہوگی  
 ضرور تیری نظر سے نظر ملی ہوگی  
 کھلی جو زلف تو چھوٹی ہوئی سی ہوگی

اسی خیال میں لگتی نہیں ہے رات بھر آنکھ  
 دکھا دے جلوہ دیدار چل کے زکس کو  
 وفا پرست ہے موڑ لگی منہ نہ تیغ انجی  
 چمن میں ہنستے ہیں وہ منجھو شرم اسکی ہے  
 ہمارے دل کو وہ تلوون سے آج ملے تھے  
 یہاں تک آ کے پٹ جائیں ہم یوہین ساتی  
 ادھر ہے وصل میں شوخی ادھر شرارت ہو  
 جلیل کیون نہیں لگتی ہے آنکھ راتوں کو

کہ آرسی تہین اس صبح دیکھتی ہوگی  
 کھڑی چمن میں تری راہ دیکھتی ہوگی  
 کچھ گی بھی تو گلے سے مرے لگی ہوگی  
 ہنسی وہ پھول سا منہ اُنکا جو مٹی ہوگی  
 بہت ہی دل میں حنا رشک سے پس ہوگی  
 سبو میں دیکھ تو لے کچھ بھی کچھی ہوگی  
 یہ رنگ دیکھ کے بھلی بھی لڑتی ہوگی  
 کہیں تو آنکھ مزور آپ کی لگی ہوگی

مجھے بھی ہوتا ہے شک بہکی بہکی باتوں سے  
 جلیل کا نہیں کچھ اعتبار پانی ہوگی

غلط ہے گر کہوں میری کوئی حسرت نہیں لگی  
 تری تلوار بھی اک شاہو پر وہ نشین نکلی  
 جنون کی جب ہوئی آمد بڑھے سب پیشوائی کو  
 لبون پر بار بار آتی تو ہے جاتی نہیں ظالم  
 نیو چھورات میری کیسی گزری بس یہ عالم تھا  
 مزہ جسے کہ خنجر ہر لگے تو مجھے خنجر  
 گلے پر دو قدم چلنے میں بھی سونا ز کرتی ہو  
 مرتع من گیا میں آپ جب دیکھا مرتع  
 تلاش اُس شعلہ رو کی اور دم لینے دو کیا ممکن

کہ دل پہلو سے نکلا جسم سے جانِ حزن نکلی  
 اُدھر وہ میان سے نکلی ادھر جانِ حزن نکلی  
 چلا دامن ادھر سے اُس طرف سے استین نکلی  
 غضب ہی جان بھی اپنی حسینون کی نہیں نکلی  
 کہ اب آیا کلیجہا منہ کو اب جانِ حزن نکلی  
 کہوں میں بان مرے قاتل ابھی حسرت نہیں نکلی  
 تری تلوار تو تجھے بھی قاتل نا نہیں نکلی  
 اُتر آئی وہ میرے دل میں جو مٹوڑ حسین نکلی  
 جو نالے رک گئے تھک کر تو آؤ آتشیں نکلی



حسینوں کے مرقع یوں تو نظروں سے بہت گزر  
ترے ہاتھوں پڑی آپس میں کیسی بھوٹا او قاتل  
قدم باہر نہیں رکھتی کبھی آئینے کے گھر سے  
جراک اللہ کیا نکلا ہوا تھا ہاتھ او قاتل  
اُسی نے وصل میں بے موت مارا اٹھکے پہلو سے

اگر سو میں کہیں ایک ادھر صورت نشین نکلی  
کھینچے پر لگا جب تیر دل سے آفرین نکلی  
تری تصویر تجھ سے بڑھ کے اوپر وہ نشین نکلی  
کہ ہر روار ہر زخمون کے منہ سے آفرین نکلی  
اُسی کے ساتھ چلنے کو مری جانِ حزمین نکلی

جلیل ان کو سوال وصل کا اندیشہ ایسا ہے

کہ جب کچھ بات کہنے کو ہوئے منہ سے نہیں نکلی

کہا میں نے کبھی ہاں بھی زبان سے ناز میں نکلی  
غضب ہے آہ ولی آسمان باز آستانے سے  
تجربہ تھا کہ وہ اور میرے آنسو پوچھتے آئین  
گمان بیجا نہ تھا بوتل اڑا لینے کا وعظ پر  
سوال وصل پر خاموش رہنا اُن کا اچھا تھا  
ستیا اس قدر ظالم نے رہنا ہو گیس مشکل  
ابھی حرف سوال وصل آیا بھی نہ تھا لب  
نکلے وہ پر ہی مضمون کہ پھر کے حسن والا بھی  
نہیں معلوم تو کیوں قتل کر کے خوش ہوا تا  
سوال وصل کرنا تھا کہ آفت آگئی مجھ پر  
توانائی ہوئی رخصت شکیبائی ہوئی جیت  
غضب ہے آج اُسی منہ سے دین وصل دشمن کے

تو کیا جھنجھلا کے بولے پھر اجارہ ہاں نہیں نکلی  
ابھی ہے خیر او ظالم ابھی منہ سے نہیں نکلی  
کھلا منشا جھری جس وقت زیر آستین نکلی  
ملاشی لی جو حضرت کی تو زیر آستین نکلی  
جو منہ سے بات نکلی بھی تو کیا نکلی نہیں نکلی  
فلک سنتے تھے جسکو تیرے کوچہ کی زمین نکلی  
بکرا اٹھا دل مایوس وہ منہ سے نہیں نکلی  
حسین تم تھے طبیعت میری تم بھی حسین نکلی  
ترا ارمان نکلا یا مری جانِ حزمین نکلی  
بنل سے تیج ادھر نکلی ادھر منہ سو نہیں نکلی  
سوا غم کے وہ تھی کیا چیز جو دل سے نہیں نکلی  
ہمارے سامنے سو بار جس منہ سے نہیں نکلی

جلیل ایسی غزل تم نے کہی انسان تو کیا بین  
زبان حضرت روح القدس سے آفرین نکلی

آنکھ کہتی ہے کہ دیدارِ جمال اچھا ہے  
دل بیتاب کو پہلو میں پھلتے کیا دیر  
درِ دل سن کے مرا سمجھے فسانہ ہے کوئی  
انکی نظروں میں جی کچھ بھی نہ یوسف کی شبیہ  
شکل اُس بت کی میں ناہ کو دکھاؤں تو کہوں  
بات اُٹھی وہ سمجھتے ہیں جو کچھ کہتا ہوں  
مجھ پر کیا کیا نہ اُس ابرو نے سنبھالی تلوار  
صحبت آئے سے بچپن میں خدا خیر کرے  
اپنی صورت سے ملا تے ہیں وہ یوسف کی شبیہ  
چشم و دل جس کے ہوں شتاق وہ موت اچھی  
ہم کرین دل طلب اپنا یہ تھا مناسب ہے بُرا  
اک تو یوں ہی وہ مٹے بیٹھے ہیں خود بینی پر  
دل کی ہو خیر وہ غمزدہ ہے بڑا ہی شاطر  
آئینے کا ہو بھلا بات ہماری رکھ لی  
لے وہ بوسے لبِ جانان کے یہ محروم رہے  
لوٹ ہو جب یہ حسینوں کی نظر دل ہے وہی  
نہی وجہ کوئی۔ غیر کی تو ہو گی خوشی

دل کا ہے قول کہ دلبر کا خیال اچھا ہے  
سُن لے اتنا کسی کمسن کا جمال اچھا ہے  
بولے رکھے نہ کہے جائے حال اچھا ہے  
منہ بنا کر یہ کہا ہاں خط و خال اچھا ہے  
اب تو فرمائیے حوروں کا جمال اچھا ہے  
ابکے پوچھا تو یہ کہہ دوں گا حال اچھا ہے  
منہ سے کہہ ان کہیں نکلتا تھا ہلال اچھا ہے  
وہ ابھی سے کہیں سمجھیں نہ جمال اچھا ہے  
مجھ سے کہتے ہیں کہو کس کا جمال اچھا ہے  
جسکی تعریف ہو گھر گھر وہ جمال اچھا ہے  
غیر پوسے کا ہو طالب وہ سوال اچھا ہے  
اُس پہ آئینہ بکھاتا ہے جمال اچھا ہے  
کہیں سنکار نہ دے آنکھ کو مال اچھا ہے  
خود وہ میساختہ بول اُٹھے جمال اچھا ہے  
دل ہمارا ہے بُرا دل کا سوال اچھا ہے  
جسکے گاہک ہوں بہت سوہی مال اچھا ہے  
یہ نئی طرح کی رنجش یہ ملال اچھا ہے



باتون باتون میں لگا لے حسینوں کو جلیل  
تکو بھی سحر بیانی میں کمال اچھا ہے

یا جس حال میں رگے وہی مل اچھا ہے  
کہندے اتنا کوئی بیرون کا حال اچھا ہے  
چیز انوکھی ہے نئی جنس جو مال اچھا ہے  
اور ہم جا کے یہ پوچھیں کہو مال اچھا ہے  
کہتے ہیں ہم نے نہ جانا تھا کہ مال اچھا ہے  
اور میں بھی جو کہوں دل کا سوال اچھا ہے  
جب تک آتے نہیں وہ دیکھنے حال اچھا ہے  
آپ وہ دام لگائیں گے جو مال اچھا ہے  
میرے حق میں تو صفائی سے مال اچھا ہے  
جس سے رونق ہو چمن کی وہ نہال اچھا ہے  
اور نہ سے کہے جاتے ہیں کہ مال اچھا ہے  
مانگے جاوے مرے سائل بیواں اچھا ہے  
اب برا بھی ہے اگر تو مرا حال اچھا ہے  
رشتہ ہوتا ہے کہ مجھے مرا مال اچھا ہے  
مجھے کیا واسطہ بس میرا خیال اچھا ہے  
جانتے ہیں مرے بیمار کا حال اچھا ہے

نہ خوشی اچھی ہے اسے دل نہ ملال اچھا ہے  
ابھی غصے سے وہ شوخ آگ ہوا جاتا ہو  
شتری دل کا یہ کھ کھ کے بنا یا اُن کو  
کیا مزہ ہو جو تہین دیکھ لے اک دن صبح  
داغ دیکھا ہے جو دل میں تو اسے پھرتے ہیں  
طلبِ بوسہ پہ محکو تو ہڑا کہتے ہو  
اور بیمار بناؤنگے دکھا کر آنکھیں  
کیوں کہوں اُن سے کہ دل لیکے مجھے دو جو  
کو سستے گوہن مجھے یا تو کر لیتے ہیں  
داغ دل جس سے چمک جائیں وہ نالہ بہتر  
آنکھ سے دیکھتے جاتے ہیں کہ حالت ہو خراب  
بوسہ یوں مانگوں کہ وہ آ کے مزوین کہیں  
آج سننا ہوں خبر لین گے وہ بیمار ونکی  
یا رتک روز پہنچتی ہے بُرائی میری  
رشتہ ہے یاد سے بھی اپنی کہ وہ کہتے ہیں  
اپنی آنکھیں نظر آتی ہیں جو اچھی اُن کو

روز ملتا ہے گے اک بہت سہ پارہ جلیل

روزِ ہم عید منائے ہین یہ سال اچھا ہے

پھاگئی دل پہ گٹھا ساون کی  
 دم چھٹے ہے ہوا ساون کی  
 رُت ہے کیا نام خدا ساون کی  
 لوٹ جاتی ہے گٹھا ساون کی  
 کیا ہی ٹھنڈی ہے ہوا ساون کی  
 ہم ہین اور کالی گٹھا ساون کی  
 جس طرح پھلے حنا ساون کی  
 لے اڑی اور ہوا ساون کی  
 وہ ہین بجلی یہ گٹھا ساون کی  
 لوٹی جاتی ہے ہوا ساون کی

بے رُت یہ ہوا ساون کی  
 جان سی آگئی میخوارون ہین  
 بوٹے بوٹے پہ غضب جو ہین ہے  
 اُن کی زلفین جو بکھر جاتی ہین  
 دُور ہو آتشِ تر کا ساقی  
 دل ہے اور دھیان کسی گیسو کا  
 دل اسگون پہ ہے یون بارش ہین  
 نکرے بادل کے پری تھے یون ہی  
 فرق ہے میری تری آنکھوں مین  
 ترش سبزے کا ہے کیسا پیارا

رات دن آنکھیں برستی ہین جلیل  
 لگ گئی ان کو ہوا ساون کی

جہانِ نم جلوہ گر ہونے ہو سیلا ہو ہی جاتا ہے  
 جہانِ درآدی مل بیٹھے جھگڑا ہو ہی جاتا ہے  
 کربت لٹنے سے پتھر کا کلیجہ ہو ہی جاتا ہے  
 حیا والے جہان ہوتے ہین پردا ہو ہی جاتا ہے  
 وہ زلفین اک بلا مین دل کو سودا ہو ہی جاتا ہے  
 یہ وہ جادو ہے جس سے غیر بیا ہو ہی جاتا ہے

پری کا من انسان کو تماشا ہو ہی جاتا ہے  
 ہوا جو کچھ شب وصل اُس کا ذکر ایمان جانے دو  
 بنے ہین حسن کی تصویر انہیں لازم ہو ہی جاتی ہے  
 نکلے ہین جو وہ گھر سے سما جاتے ہین آنکھوں مین  
 وطن ہنر سنو رتی ہین پری ہنر کھرتی ہین  
 جنت سے جو پیش آد تو دلبر کیون نہ توجہ



گزر جاتی ہے آرائش میں ساری رات و عدی کی  
یہ آنسو تل ہی تل بڑھ کر مری کشتی ڈبو گئی  
نیا کچھ آڑے آتی ہے نہ غم سے ہم سے چلتے ہیں  
نہ سو جہاز لٹے یا ناگہانی لے ہی لیا بوسہ

وہ آئینہ جہان لے بیٹھے تڑکا ہو ہی جاتا ہے  
مثل سیج ہے کہ قطرہ قطرہ دریا ہو ہی جاتا ہے  
کوئی اقرار کر لے پھر تو پورا ہو ہی جاتا ہے  
محبت ہے بلا انسان اندھا ہو ہی جاتا ہے

جلیل اکثر کیا کرتے ہیں تو بہ شعر کہنے سے

گر چہ سے دل میں جوش پیدا ہو ہی جاتا ہے

یہ کہہ گیا بُرت نا آشتی مناسن کے مجھے  
کر میں ہلاک نہ تیور ترے ڈرا کے مجھے  
نقاب کہتی ہے میں ہر وہ قیامت ہوں  
بلند نام نہو کا ستم شکاری سے  
لچک کے تیغ یہ کہتی ہے دستِ قاتل میں  
ادا سے کھینچ رہا ہے کمان وہ تیر انداز  
میں ان کی سنگدلی روزِ حشر کہہ گزرا  
نتیجہ ظلم کا گردِ دُش نہیں تو پھر کیا ہے  
اُشار ہے میں وہ قرآنِ عشقِ دشمن پر  
براک سے پوچھتے کیا ہو خدنگِ ناز کا توڑ  
لوٹکا خاک میں آنسو کی طرح یاد رہے  
ترے حساب میں تیری تباہی کا من ہوں  
یہ جو شش عشقِ جوانی میں ہم سے کہتا ہے

کہ آپ میں نہیں رہتا ہے کوئی پاک مجھے  
دکھار ہی میں بھو میں نیچے قضا کے مجھے  
اگر یقین نہو دیکھ لو اٹھا کے مجھے  
تم آسمان نہو جاؤ گے ستار کے مجھے  
کہ پیار کر لے گلے سے کوئی لگا کے مجھے  
قضا ہکا رہی ہے ذرا بچا کے مجھے  
بہت بتوں نے دیئے واسطے خدا کے مجھے  
نلکا سے پوچھیے کیا پا گیا ستار کے مجھے  
اور اُس پہ قہر ہے سانسے بٹھا کے مجھے  
تم آزا ہی نہ لو ایک دن لگا کے مجھے  
لو نہ اچھ کہیں آنکھ سے گرا کے مجھے  
کہ جب مزاج میں آجا چلا لٹا کے مجھے  
کہ آپ رکھیں گے کب تک مبادبا کے مجھے

مین ڈر رہا ہوں تمہاری نشیلی آنکھوں سے  
ستم تو دیکھو خود آنکھیلیوں کی چال چلے  
تمہارے واسطے اس دل کا مول ہی کیا ہے  
وہ فت نہ گر کوئی فت نہ مجھے سمجھتا تھا  
نظر میں کھپ کے یہ کہتی ہے پار کی تصویر

کہ لوٹ لین نہ کسی روز کچھ پلا کے مجھے  
جو شہر اٹھا تو آگاہ ہو گئے بتا کے مجھے  
اداسے دیکھ لو اکدن نظر اٹھا کے مجھے  
کہ خوش ہوا ہے بہت بزم سواٹھا کو مجھے  
کہ دیکھتے ہی رہو آئینہ بنا کے مجھے

بتوں کو تاکتے گزری ہے شرم آئیگی  
جلیل لے نہ چلو سامنے خدا کو مجھ

کہکے پتیا سے ہم آنکھوں میں ٹھہرتے کیلئے  
آنکھیں ساتی کی سلامت مرے دشمن ترین  
دل اڑانے کے لئے ہاتھ بڑھایا تھا مگر  
اُس کے ہر موے مزہ سے مراجی ڈرتا ہے  
تیری تصویر کو نظروں پہ چڑھاؤں کیونکہ  
کھینچ کر شکل مری دنگے نقاش ازل  
بھوٹ کر دے ہم اشکوں کی پریشانی پر  
پڑ گیا صبر مرے دل کی پریشانی کا  
شوخیوں سے نگہ ناز کہیں رکتی ہے  
ورود دل دونوں ملے ساتھ ازل میں جگہ  
بھرد کھا دو مجھے عالم کی دورنگی کا سماں  
دل چراتے ہوئے آنکھیں وہ چرا لیتے ہیں

پاؤں پھیلاتے ہیں اب دل میں اترنے کیلئے  
دھڑکی بھانے میں نیت میری بھرنے کیلئے  
میں نے پوچھا تو کہا سینے پہ دھرنے کیلئے  
کتے نشتر ہیں رگ جان میں اترنے کیلئے  
ہاے یہ تو میں کلبے میں اترنے کیلئے  
رنگ ملتا نہیں تصویر میں بھرنے کیلئے  
کیا خبر تھی کہ یہ موتی ہیں بکھرنے کیلئے  
اب وہ گیسو بھی ترستے ہیں سنورنے کیلئے  
چلتے جا دو سے کہے کون ٹھہرنے کیلئے  
وہ ٹھہرنے کے لئے یہ نہ ٹھہرنے کیلئے  
رضین بھر کھول دو گالوں پہ بکھرنے کیلئے  
خوب پہلو پہ نکالا ہے کرنے کیلئے



خالی اغیار ہی کرتے نہیں براہم اُن کو  
 نیند کیون شام ہی سے مانگ رہی ہو رخت  
 کس مسیحا کی ہے قتل میں الہی آمد  
 میرے مرنے کی خوشی کیون ہے قیامت ہو قراب  
 آئے پر مری آنکھوں کو نہ کیون رشک آئی  
 کوئی بن ٹھن کے اٹھا ہے مرے گھر آنیکو  
 گیسوؤں کو بھی مری طرح ہے شوق پاؤں  
 دل میں آنے کی جو سو جھی لگے اڑنے مجھے  
 دم مرا یا د تری دونوں ہین مہان عزیز  
 بار بار سے وہ سکدوش کئے جاتے ہین  
 اُن کی تصویر میں دی داغ جگر کی نگت

زلت بھی تو ہے لگی کان سے بھرنے کیلئے  
 کوئی آتا ہے ان آنکھوں میں ٹھہرنے کیلئے  
 موت بھی آج مری جاتی ہے مرنے کیلئے  
 زندہ ہو جاؤنگا پھر آپ پر مرنے کیلئے  
 سب اُسی نے تو مرنے تیرے سنورنے کیلئے  
 بگڑے بیٹھے ہین نصیب آج سنورنے کیلئے  
 لوٹتے ہین ترے شانے سے اُترنے کیلئے  
 وہ پری بن گئے شیشے میں اُترنے کیلئے  
 کوئی آنکھوں میں کوئی دلیں ٹھہرنے کیلئے  
 بوجھ احسان کا سر ہر مرے دھرنے کیلئے  
 خوب سو جھی یہ تجھے رنگ اُبھرنے کیلئے

قیس و فراد کے بعد آپ غنیمت ہین جلیل

جیتے جی یار پر سو جان سے مرنے کیلئے

اند رہی اندر آنکھ سے دل میں اُتر گئی  
 اب پانی لے کے آئی ہے جب پیاس مر گئی  
 دل سے مرے چڑھی ہوئی گنگا اُتر گئی  
 دل مجھے آگے دل سے بھی آگے نظر گئی  
 شوخی بنی اور آپ کی آنکھوں میں بھر گئی  
 کیا زلف ہے کہ ہاتھ لگا اور سنور گئی

تصویر شوخ یار کی کیسا چال کر گئی  
 لے تیغ ناز چل بھی جو گزری گزیر گئی  
 اشکوں سے جب یہ جوش بھری آنکھ بھر گئی  
 آمد ہوئی جو اُن کی تو لینے کو راہ میں  
 جادو گری کو ناموری کا ہوا جو شوق  
 جاؤں گے جاتے جاتے یہ قسمت کو بیچ میں

میں خوش ہوں اب رہ چکا نہ دل میں تری ملال  
ہے تیری زلف میں بھی کنسیا کا خاصہ  
برجی کا کام کر گئی عرضی رقیب کی  
اُس رخ پہ دونوں گتہ گئیں بوسہ کیو اسطے  
حیرت فزا تھا جلوہ و لدار کس قدر  
جب تک کہ دم رہا نہ گلے سے ہوئی جدا  
تیری کمر چھپی تو وہ چھپنے کی چیز تھی  
دیکھو تو دل کا رشک جو خست ہوا وہ شرم

جتنی جگہ تھی غیر کی الفت سے بھر گئی  
یاں دل پہ چھائی وان ترے رخ پر بھر گئی  
تیری نظر سے میرے جگر سے گزر گئی  
آئی ادھر سے زلف ادھر سے نظر گئی  
دم بھر میں بیقرار طبیعت ٹھہر گئی  
تیج اُن کی وضعدار تھی اپنی سی کر گئی  
ملتی نہیں نگاہ یہ ظالم کہ صبر گئی  
خود بھی گیا یہ ساتھ جہاں تک نظر گئی

کیا جانی کیسی کل ہے چلیں اُن کے ہاتھ میں  
جب رکھ دیا جگر پہ طبیعت ٹھہر گئی

دل سے نکل کے آہ کی قسمت سنو رہ گئی  
بارش میں حسن دختر رز کا نہ پوچھو  
آتی تھی چشم ترین شبیہ اُمکنی سیر کو  
تم نے تو میری جان کو سبایا بنا لیا  
مکمل نہیں کہ اُس کی ملاحمت کا وصف ہو  
گھر کے اٹھ کھڑی ہوئی تعظیم کے لئے  
البحن ہوئی بلا سے ہوئی فکر زلف میں  
یا راکین مجھے کسی کسن کی شوخیان  
عصمت ہے یہ بھی کوئی کہ نکلونہ گھر سے آپ

بن بن کے زلف رخ پہ کسی کے کھر گئی  
چھینٹا پڑا تو اور بھی رنگت نکھر گئی  
ٹھنڈی جگہ پسند جو آئی ٹھہر گئی  
چلتے ہوئے چلی گئی ٹھہرے ٹھہر گئی  
جسکی ہنسی رنگ مرے زخون میں بھر گئی  
وہ چال تم چلے کہ قیامت بھی ڈر گئی  
اتنا تو ہو گیا کہ طبیعت سنو رہ گئی  
بجلی تڑپ کے اور بھی بیتاب کر گئی  
اور حسن پاکباز کی گھر گھر خبر گئی



سیرِ خیال آتے ہی دشمن جو آگیا  
دل کی طرح ہے جان بھی شقائقِ دیرِ یار  
سارا جہان آئینہ خانہ ہے یار کا  
خود مر رہے تھے موت نے کیا آکے کر لیا  
گھر رنگ آنکھیں ہو گئیں ساتی کی یاد میں  
ٹھہرے نظروں میں جسکی اُسی کا یہ مال ہے  
دشمن پہ بھی نظر تھی وہی اور مجھ پہ بھی  
ہر ایک کے یہ کابلِ یسے کا تھا گلہ

چڑھتے ہی چڑھتے یار کی تیوری اُتر گئی  
آنکھوں میں جاتے جاتے جو پہنچی ٹھہر گئی  
آیا وہی نظر جدھر اپنی نظر گئی  
احسان دھرنے آئی تھی احسان دھری گئی  
فصلِ بہار آکے مرے جامِ بھر گئی  
بول کے دم چک گئے قیمت ٹھہر گئی  
ایسوار اُسے مجھے مایوس کر گئی  
بجنوں کی آہ بجو پریشان کر گئی

بن ٹخن کے وہ ادھر سے گزرنا کسی کا ہا ہے  
کیا کہیے اے جلیل جو دل پر گزر گئی

شاہِ خوبان جو ترا چاند سا مکھڑا دیکھے  
ہر جگہ شانِ نئی آنِ نئی رنگِ نیا  
اُس کی زلفوں میں جو عالم ہے وہ ہم جانتے ہیں  
سامنا برقِ جہان سوز کا آسان نہیں  
جو قیامت کا نہ قائل ہو یہ اُس سے کہہ دو  
دل کو ہوتا ہے جنوں اور بھی سمجھانے سے  
تم ہو پر دے میں تہین کون حسین جانے گا  
وہ نکلتے بھی ہیں گھر سے تو حجابِ شب میں  
نیجان اُس نے کیا دیکھے اکبار مجھے

کیون نہ وہ اوجِ پست کا ستارہ دیکھے  
کیا کرے دیکھنے والا ترا کیا کیا دیکھے  
فتیس کی آنکھ سے کوئی رخِ یسے دیکھے  
کوئی کس آنکھ سے اُس غوغا کا جلوہ دیکھے  
کھول کر آنکھ تہا راتِ درِ غنا دیکھے  
جو اسے جھوٹ سمجھتا ہو وہ سمجھا دیکھے  
حُسن کا لطف تو جب ہے کہ زمانہ دیکھے  
چاہتے ہیں کہ نہ مجھ کو مرایا دیکھے  
وارِ پورا ہوا اگر مڑ کے دوبارہ دیکھے

دیکھنا جلوہ دیدار کا مشکل ہے جلیں  
ہونہ باور جسے وہ حالت موسیٰ دیکھے

گوش زد گر مر میا پر درد کہانی ہو جائے  
بند یا رب مرے اشکون کی روانی ہو جائے  
اب تو دل دیتے ہیں آئندہ مقتدر اپنا  
دید یا حکم مرے قاتل دریا دل نے  
دل میں ہے کثرت اندوہ خدا خیر کرے  
شمع کہتی ہے جنت ہے سزاوارا سے  
کھینچ اس رنگ سے تصویر میری اسے بہزاد  
سینچ لون نخل متا ترے صدے قاتل  
صور تین لاکھ سہی آئینہ ہستی میں  
سب کو دعوئے ہے جنت کا جو تم لو تلوار  
حسن ہو عشق کے پردے میں تو پردہ کیسا  
کو کہن عمر کے دن کاٹ رہا ہے ورنہ  
چاہتا ہوں کہ نہ منت کش فرماید ہوں میں  
بھر غم کے ہیں جو ڈوبے انہیں کیا ڈر قاتل  
یہی قاصد ہیں خبر دل کی جو پہنچاتے ہیں  
کسنی میں وہ یہ نو ہے مگر ایسا ہے  
بھل تو ہم کھانچکے خنجر کا ترے اسے قاتل

تم تو انسان ہو پتھر ابھی پانی ہو جائے  
مجھ کو ڈر ہے نہ کلیجہ کہیں پانی ہو جائے  
دوست ہو جائے کہ وہ دشمن جانی ہو جائے  
وقف پیاسون کے لئے تیج کا پانی ہو جائے  
دل سے باہر نہ کہیں راز نہانی ہو جائے  
گر مئے عشق سے گھل گھل کے جو پانی ہو جائے  
دیکھ کر شکل عیان درد نہانی ہو جائے  
لطف تھوڑا سا مجھے تیج کا پانی ہو جائے  
غیر ممکن ہے کہ پیرا ترا ثانی ہو جائے  
دودھ کا دودھ رہے پانی کا پانی ہو جائے  
چڑھ کے سولی پہ نہان راز نہانی ہو جائے  
کھینچے اک آہ تو پتھر ابھی پانی ہو جائے  
آپے آپ عیان درد نہانی ہو جائے  
سر سے ادنچا تری تلوار کا پانی ہو جائے  
اور یارب مرے اشکون کی روانی ہو جائے  
کہ تصدق بہ کامل کی جوانی ہو جائے  
اب عنایت ہمیں تلوار کا پانی ہو جائے



اشکِ خون آنکھ نے ٹپکایے یہ لکھ کر مجھے  
کر کے دیوانہ مجھے چھپ رہے تم پردہ و مین  
بڑھتے جاتے ہیں خریدارِ محبت تیرے

تیرے دامن پر محبت کی نشانی ہو جائے  
وقت اب ہے کہ عیان راز نہانی ہو جائے  
کیا تجھ سے کہ سودے کی گرانی ہو جائے

صحبتِ پیرِ مہمان کے نہیں قابل وہ علیل

جس سے مستی میں عیان راز نہانی ہو جائے

مہربان مجھ پہ جو وہ ظلم کا بانی ہو جائے  
واعظ آیا ہے برستا ہوا یہ خانے میں  
ہوش میں شیخ نہیں خستہ ریز کو پا کر  
اشکِ حسرت ہے وہ طوفان جو پنجوڑوں دہن  
چاہنے والوں کو تم بھول نہ جانا اُس وقت  
تم جو آؤ تو روانہ ہو ابھی اشکِ شادی  
کیا مست رہے کہ سیراب ہو عالمِ قاتل  
پونچھ کر اشکِ مرے ہاں یہ کہتے اُن کا  
تشنہ لب جتنے ہیں قاتل کو یہ دیتے ہیں معا  
تیج اہر و کا تصور ہے دمِ فکرِ سخن  
میں تو قاتل ہوں جب اے اشکِ محبت تیرا  
مختصرِ وصفت یہ ہے ناز بھری چتون کا  
دُرِ غلطان اگر اشکوں کا ڈھلکا دیکھے  
میں یہ سمجھوں کہ مے گوہرِ مقصود مجھے

آسمان کو ہو یہ صدرِ خفائی ہو جائے  
مجھ کو ڈر ہے مے گل رنگ نہ پانی ہو جائے  
جیسے حاصل کسی بوڑھے کو جوانی ہو جائے  
نہ زمین ہو نہ فلک پانی ہی پانی ہو جائے  
جب لڑکپن سے ہم آغوش جوانی ہو جائے  
آتشِ دل کی دو آنکھ کا پانی ہو جائے  
خشک میرے لئے تلوار کا پانی ہو جائے  
دیکھ افشاں کہیں راز نہانی ہو جائے  
تیری تلوار میں دریا کی روانی ہو جائے  
اس معرض سے کہ طبیعت میں وانی ہو جائے  
شلخہ خویار مرا آگ سے پانی ہو جائے  
اک اشارے میں فنا عالمِ فانی ہو جائے  
وہ خجالت ہو کہ پھر پانی کا پانی ہو جائے  
ورودِ سن کے اگر اشکِ نشانی ہو جائے

غیر کی بات تو ہو آپ کے نزدیک حدیث  
ایسی حالت میں کہ ہے شغلہ آہ و فغان  
وہ اندھیرا ہے شبِ ہجر کہ دم گھٹتا ہے

درِ دل ہم جو کہیں قصہ کہانی ہو جائے  
میں لکھوں نامہ تو دیوانِ فغانی ہو جائے  
تم جو آ جاؤ یہی رات سُہانی ہو جائے

پھر تجھے بھول گیا وہ ستم ایسا وحلیل  
کھینچ اک نالہ کہ پھر یاد دہانی ہو جائے

ہم نے شبِ غم کو نسی آفت نہیں دیکھی  
زاہد تری نظروں میں بہت ہیں میرے عییا  
کیسے وہ خفا دیکھنے والوں سے ہوئے ہیں  
جب رخ سے نقاب اُس نے اُلٹ دی ہر چمن  
اب تک یہ صدا آتی ہے موسیٰ کی لحد سے  
کیا خوب مصیبت کی ہیں دا دلی ہے  
پتھر کے نظر آتے ہیں سب تھکدے والے  
یہ کیا ہے جو تم پوچھنے بیٹھے مرے آنسو  
میری نگہ شوق پہ ناحق کا ہے الزام  
زنجیرِ تصور میں اُسے باندھ رہی ہے  
کیا تم نے کوئی خون کیا جس کی خوشی ہے  
ایسا نہیں کوئی جو نہ ہو مجھ جیسے  
افسردہ دلی شہِ حسرت کی عیان ہے  
کر دیتی ہے بیہوش ہیں لذت دیدار

اب کہہ نہیں سکتے کہ قیامت نہیں دیکھی  
تو نے ابھی اللہ کی رحمت نہیں دیکھی  
مات ہوئی آئینے کی صورت نہیں دیکھی  
بھر جئے کسی بھول میں رنگت نہیں دیکھی  
آواز سنی ہے تری صورت نہیں دیکھی  
کہتے ہیں ابھی تم نے مصیبت نہیں دیکھی  
کیونکر یہ کہوں میں تری صورت نہیں دیکھی  
بھر کہتے ہو تاثیرِ محبت نہیں دیکھی  
کیا آپ نے آئینے میں صورت نہیں دیکھی  
لیلے نے ابھی قیس کی وحشت نہیں دیکھی  
ایسی تو کبھی چہرے کی رنگت نہیں دیکھی  
وہ بھی ہیں جنہوں نے تری صورت نہیں دیکھی  
روشن کبھی شمعِ سرتربت نہیں دیکھی  
جی بھر کے کبھی یار کی صورت نہیں دیکھی



آشوبِ جہان آفتِ جانِ فتنہ دوران

دیکھے وہ تجھے جس نے قیامت نہیں دیکھی

ببل بھی پھر کتے بن جلیلِ اپنی زبان پر  
کہتے ہیں کہ بھولوں میں یہ رنگت نہیں دیکھی

شب کوئی مثالِ شبِ فرقت نہیں دیکھی  
اُٹھتی ہوئی دنیا میں قیامت نہیں دیکھی  
مدت ہوئی اب تک نہ کھلا طور کا عقدہ  
کہنیت مراد ہے کہ زندانِ بلا ہے  
کہتے ہو کہ دشمن کا ہمیں سوگ نہیں ہے  
جو دیکھنے والے ہیں ترے اُن کا بیان ہے  
کیا تجھ سے کہوں شیخِ جمالِ بہت رعنا  
گھٹلا گئے وہ میں نے کہا پھول جو اُن کو  
حُسنِ بہت مغرور بھی ہے وصل کا دشمن  
آؤ تپشِ دل کی تہین سیر دکھاؤ  
نالے سے غرض اپنی ہے اظہارِ محبت  
پتھر میں بھی کرتا ہے اثرِ حسن وہ شو ہے  
آئینے میں آئی ہے یہ تصویر کہاں سے  
سوارِ سمانِ حشر کا جیتا نہیں دیکھا  
یہ بات ہے کیا جو ہیں ترے دیکھنے والے  
گر می کا زمانہ ہو کہ جساڑوں کا زمانہ

دیکھی ہے مگر ایسی صیبت نہیں دیکھی  
شائد ابھی اُس نے مری تربت نہیں دیکھی  
دیکھی ہے کہ موسیٰ نے وہ صورت نہیں دیکھی  
اب تک تو نکلتی کوئی حسرت نہیں دیکھی  
تنے مگر آئینے میں صورت نہیں دیکھی  
تل بھر تری آنکھوں میں موت نہیں دیکھی  
کچھ بھی نہیں دیکھا جو وہ صورت نہیں دیکھی  
دیکھے تو میں نازک یہ نزاکت نہیں دیکھی  
ملتی کسی صورت سے وہ صورت نہیں دیکھی  
چتون کی اگر تم نے شرارت نہیں دیکھی  
مانا کہ اثر کی کبھی صورت نہیں دیکھی  
کیا اپنے آئینے کی حیرت نہیں دیکھی  
اب کہیے کسی نے میری صورت نہیں دیکھی  
ان آنکھوں نے صبحِ شبِ فرقت نہیں دیکھی  
اُن کو بھی ہے اقرار کہ صورت نہیں دیکھی  
ہنے کبھی چھوٹی شبِ فرقت نہیں دیکھی

حیرت ہے کہ تشبیہ تجھے دیکھنے کس سے  
آئینے میں کیا چسپنا بھی دیکھ رہی تھی  
کھینچا ہے کس اُستاد نے دنیا کا مرقع

یوسف کی قسم جتنے یہ صورت نہیں دیکھی  
پھر کہتے ہوا اللہ کی قدرت نہیں دیکھی  
ایک ایک سے ملتی ہوئی صورت نہیں دیکھی

آکر مرے آغوش میں اُس شوخ کا کہنا  
واللہ حلیل ایسی بھی قسمت نہیں دیکھی

کیا کیا شبِ غم ہم نے مصیبت نہیں دیکھی  
سوئی تو اُسے دیکھ کے بیہوش ہوئی تھی  
اے غیرتِ خورشید کچھ اُن پر بھی نظر ہے  
اللہ رے تاریکی شبِ بھائے جدائی  
دل سے ترے پیکان میں تو پیکان ترازمین  
جو اُن کے مریخ صاف کا ہے دیکھنے والا  
اب دیکھنے آئے ہو مریضِ تپِ غم کو  
نامح مرا ذی ہوش ہے دیوانہ نہیں ہے  
مقصود ہے اتنا کہ خرامان ہوں ادا سے  
ہوتا ہے مقابل جو تمہارے یہ سبب ہے  
بجلی نگرِ غوغا ہے لیکن ہے جیسی تک  
دمِ جہرِ نکلتا ہے نہ پوچھو کہ وہ کیا ہے  
کیا جانئے کیا آج وہ ہیں مانگنے والے  
یہ کہئے وہ ٹھکرا گئے ایک ایک لحد کو

اتنی ہے کمی صبح قیامت نہیں دیکھی  
ہم لوٹتے ہیں اور وہ صورت نہیں دیکھی  
جن آنکھوں نے صبحِ شبِ فرقت نہیں دیکھی  
آنکھوں نے کبھی خواب کی صورت نہیں دیکھی  
دو دل میں کہیں ایسی محبت نہیں دیکھی  
اُس نے کبھی آئینے میں صورت نہیں دیکھی  
کیا اپنی گلی میں کوئی تربست نہیں دیکھی  
بات اتنی ہے اُس نے تری صورت نہیں دیکھی  
کہتا ہوں میں اُن سے کہ قیامت نہیں دیکھی  
آئے نے اپنی کبھی صورت نہیں دیکھی  
جب تک دلِ مہتاب کی حالت نہیں دیکھی  
ہم نام سے آگاہ ہیں صورت نہیں دیکھی  
ایسی تو کبھی اُن کی عنایت نہیں دیکھی  
کل کو نہ کہے کوئی قیامت نہیں دیکھی



<p>وان سوگ ہے دشمن کا پہونچ کیا ہو سکی یون ناز بھری آنکھوں میں کا جل نہ لگائی دل آنکھوں سے آزرده ہے آنکھیں ہیں نظر ہند ہی کو بھی بھولے سے نہ وہ ہاتھ لگاتے گو حسن تر اچار طرٹ جلوہ نہا تھا اظہار محبت پہ یہ ارشاد ہو ا ہے اک درد نے دل کے جوہین لطف دکھایا</p>	<p>مدت ہوئی اکٹنے نے صورت نہیں دیکھی تم نے کسی بیمار کی حالت نہیں دیکھی جسدن سے مر سجان تری صورت نہیں دیکھی بچپن ہے ابھی خون کی رنگت نہیں دیکھی حق یہ ہے کسی نے تری صورت نہیں دیکھی آتی ہوئی مہم نے تو طبیعت نہیں دیکھی سوداغ جگر میں بھی وہ لذت نہیں دیکھی</p>
--	---

دیکھے ہیں طرصار جلیل آنکھ سے لاکھون

دل جس کا ہے آئینہ وہ صورت نہیں دیکھی

<p>صبح سے پہلے مرے گھر آفتاب آنیکو ہے آج چکر میں فلک پر آفتاب آنیکو ہے آسمان سے اب زمین پر آفتاب آنیکو ہے دور طفلی ہو چکا عہد شباب آنیکو ہے نامہ بر جانے کو ہے خط کا جواب آنیکو ہے ہو مبارک دور میں جام شراب آنیکو ہے حشر بھی اس فتنہ گر کے ہمارا آنیکو ہے شام ہی سے یار کی آنکھوں میں خواب آنیکو ہے آج رحمت کے غرض ہم پر عذاب آنے کو ہے شوخیان رخصت ہوئیں شرم و حجاب آنیکو ہے</p>	<p>ہے خبر پچھلے پہر وہ بے نقاب آنیکو ہے مژدہ اے دل دور میں جام شراب آنیکو ہے اُن کو کوٹھے سے اُترتے دیکھ کر کہتی ہے خلق کہہ رہی پھول سے گالوں پہ سرخی کی نمود ایسی آفت کیا ہے اے دل اور تھوڑا مہر آنکھ ساتی کی اشاروں میں یہ مجھے کہہ گئی دیکھے مژدہ آمد جانان کا قاصد نے کہا وصل میں بھی اپنی قسمت جاگنے والی تھیں آمد آمد محاسب کی شکے کہتے ہیں یہ زند چتر وین کہتی ہیں اب موقع نہیں ہے چھوڑ کا</p>
--	---

شافع عصیان کے قدموں پر گر و چکر چلیں  
حشر برپا ہو گیا وقتِ حساب آنیکو ہے

دشتِ مجنون میں بہا ر آئی ہے  
دو قدم کوچہ رسوائی ہے  
اب ہین کیا جو بہا ر آئی ہے  
دیکھے لب پہ ہنسی آئی ہے  
ہے تاشا جو تاشائی ہے  
منہ برستا ہے گٹھا چھائی ہے  
ہے ساقی کی صدا آئی ہے  
ساتھ میرے مری رسوائی ہے  
میرے پھولوں میں بہا ر آئی ہے  
ورنہ رکھی ہوئی رسوائی ہے  
اور بھی درو کی من آئی ہے  
نہ سیما نہ مسیحا آئی ہے  
بوے گل لے کے صبا آئی ہے  
جو اداسی میری مجھے بھائی ہے

بوے لیلے جو صبا لائی ہے  
تھا کے بیٹھوں تو یہ کہتا ہے جنون  
ہوئی مدت کہ چمن چھوٹ گیا  
آپ اور سوگ مرا کیا کہنا  
تیرا جلوہ تو رہا ایک طرف  
قبر پر روتے ہیں کھولے ہوئے بال  
گر کے ٹوٹا ہے جو ساغر میرا  
کون محفل میں جگہ دے مجھ کو  
بزمِ ماتم میں ہے شرکت اُن کی  
ہاتھ رکھ دو دلِ نالان پر مرے  
ہو گیا ہے جو سیما بیدار  
ہم ہین ہیا رِ مجتِ جبے  
غش جو آیا ہے قفس میں ہم کو  
آئینہ کیا اُسے سمجھے گا غریب

ایک تم کیا ہو چلیں ایک جہان  
مستِ خفا نہ مینائی ہے



کیا پر ی بن کے بہا ر آئی ہے  
 گھر مرے جب شب وصل آئی ہے  
 آئینہ کر کے مری حیرت کو  
 دیکھئے داغ مرے سب غمخوار  
 باغ ہستی سے بہت دور تھے ہم  
 اشک خون کا سہرا من ہر داغ  
 پھانس کہتے ہیں کلمے کی جسے  
 داغ جو تم نے دیا ہے مجھ کو  
 دیکھ کر داغ دل مجنون کا  
 وا ہوا ہے جو در چاک جگر  
 نور ہی نور ہے صورت تیری  
 لے جنون رنگ پریدہ میرا  
 اُس کے نیرنگ پہ ہم مرتے ہیں  
 قیس مجھ کو رُخ نیلے ہو کر

ہر گلی چشم تماشا ئی ہے  
 صبح کو ساتھ لگا لائی ہے  
 آپ اپنا وہ تماشا ئی ہے  
 نہ سکون ہے نہ شکیبائی ہے  
 بوکسی گل کی لگا لائی ہے  
 یاد گار شب تنہائی ہے  
 آرزوے دل شیدائی ہے  
 وہ چہرہ رخ شب تنہائی ہے  
 غرق خون لالہ صحرائی ہے  
 کوئے جانان کی ہوا آئی ہے  
 جب تو آنکھوں میں جگہ پائی ہے  
 غارِ چہرہ رسوائی ہے  
 بے نشان ہو کے جوہر جابی ہے  
 اپنی صورت کا تماشا ئی ہے

کہنے بیٹھو گے تو کیا ہو گا جلیل

خاشی میں تو یہ گویا ئی ہے

دل و دلدار میں یکجائی ہے  
 کالی کالی جو گھٹا چھائی ہو  
 اب بہنیں کا بہنیں موقع ساتی

کس مرے کی مری تنہائی ہے  
 زلف ساتی مجھے یاد آئی ہے  
 بھول لا بھول بہا ر آئی ہے

بال کھولے ہین یہ کس مہوش نے  
 ایک بیل بھی نہیں گلشن میں  
 گھر مرا بھول گئی تھی شاید  
 گرد گرد ادیتی ہے دل کو ظالم  
 بدگمانی سے وہ یہ سمجھے ہین  
 حسن اور عشق میں ہے فرق یہی  
 دل میں آئے جو مرے فرمایا  
 کیون گلہ کیجئے تنہائی کا  
 دل آزر وہ کا سمجھنا کیا  
 جہ سوا بنجین صدقے ہوں  
 ہم جو مر مر کے جیا کرتے ہین

صبح سے آج گھٹا چھائی ہے  
 ہائے کس وقت بہا آئی ہے  
 بعد مدت شب وصل آئی ہے  
 شوخ کتنی تری انگڑائی ہے  
 آرسی چشم تماشا کی ہے  
 وہ تماشا یہ تماشا کی ہے  
 خوب یہ گوشہ تنہائی ہے  
 بارہا آپ کی یاد آئی ہے  
 تم یہ کہدو مرا شیدا کی ہے  
 وہ مرا گوشہ تنہائی ہے  
 یہ محبت کی سیجائی ہے

وہ ہے پردے میں مگر پھر بھی جلیل  
 سارے عالم سے شناسائی ہے

میکدے پر جو گھٹا چھائی ہے  
 لطف دیکھو جو ہے قاتل میرا  
 جب سے چھوٹا ہے گلستان ہم  
 آئینہ خانہ ہے اور خود بین  
 کیا تماشا ہے کہ لیتے ہین وہ جان  
 بزم خوبان میں صدا ہے اپنی

یہ بھی پینے کے لئے آئی ہے  
 اُس کو دعوائے میحائی ہے  
 روز سننے ہین بہا آئی ہے  
 یہ نئی انجمن آرائی ہے  
 لوگ کہتے ہین سیجائی ہے  
 کہین میرا دل شیدا کی ہے



سوتے مین کھل جو گئی ہے وہ زلف  
 جستجو کی مجھے حاجت کیا ہے  
 غل یہ کرتی ہے ہماری زنجیر  
 صورتِ یار ہے آپ اپنی نظیر  
 تم پر جس روز سے آیا ہو شباب  
 مجھ سے کیا ہوگا تماشاے جمال  
 پیرہن جب سے ہو اندر جنون  
 کونسا پھول چمن مین نہ رہا  
 سبب حیرت آئینہ نہ پوچھے  
 تو بھی ہو لوٹ اُسے گردیکھے  
 خاک آئینے کو دیکھے لیٹے  
 ایک دو ہون تو کرے رشک کی

کیا دے بے پاؤں نسیم آئی ہے  
 اُس کا طالب ہوں جو چھائی ہے  
 جس کو سودا نہ ہو سودائی ہے  
 آئینہ شاہد یکتائی ہے  
 باغِ عالم مین بہار آئی ہے  
 اُسکو دیکھوں جو تماشا کی ہے  
 زیب تن جامہ رسوائی ہے  
 پتی پتی پہ خزان چھائی ہے  
 کسی جلوے کا تماشا کی ہے  
 جواد اتیری مجھے بھائی ہے  
 اب تو مجھوں کی تماشا کی ہے  
 سارا عالم تراشیدائی ہے

ہم ادھر آپ باہر مین جلیل  
 وہ ادھر محو خود آرائی ہے

تراشباب رہے ہم رہین شراب رہے  
 نہ یار پردہ اٹھائے نہ بے نقاب رہے  
 اجازت اسکی نزاکت نے کس طرح دیدی  
 ہزار مجھ پر ستم ہو یہی دعا دوں گا  
 پکارے کہتے ہیں اب اُن کے آتشین سخا

یہ دور عیش کا تا دور آفتاب ہے  
 یہ سب قبول اگر ہم سے بے حجاب رہے  
 کہ تیرے پھول سے زخاں پر نقاب رہے  
 کہ چرخ پیر ہے جب تک تراشباب رہے  
 کہ دامن اپنا بچاے ہوئے نقاب ہے

کسی کی راہ شب وعدہ دیکھنا ہے مجھے  
 یہ ایک چوٹ تھی گھونگٹ پہ شمع محفل کے  
 چلا ہے گھر سے وہ ست شباب لازم ہے  
 نو و رنگ حیا ہو جلی ہے چہرے سے  
 وہ باز آئے تنافل سے کیونکر اس سن میں  
 غضب کا نور رخ پر ضیا سے چھتا ہے  
 دو روزہ حسن تو لاکھوں کی جان لیتا ہے  
 کسی کو تاب کہان تھی کہ سامنے آتا  
 عدو کے مرنے کا اتنا مال کیوں ہو تجھے  
 خفا ہو جو مری آنکھ بڑ گئی رخ پر  
 یہ عذر خوب نکالا ہے بے حجابی کا  
 وہ سامنے مرے آئین تو شرم کہتی ہے  
 نگاہ میں ہے جوستی وہ جا نہیں سکتی  
 یہی بہت ہے مرے لوٹنے تڑپنے کو  
 ادا داین ہے قدرت کی دی ہوئی تھی  
 یہ رند کہتے ہیں لے لیکے بیخودی کے مرے  
 تمہیں کہو یہ تڑپنے کی بات ہے کہ نہیں  
 اُ بھار دے جو مراد ست شوق شوخی کو  
 ہم اک نگاہ کو تر سین خدا کی قدرت ہے

الگ تھلگ مری آنکھوں سے آج خواب ہے  
 جرات منہ پہ وہ ڈالے ہوئے نقاب رہے  
 قدم قدم پہ سنبھالے ہوئے حجاب رہے  
 عجب نہیں ہے کہ بنکر یہی نقاب رہے  
 شباب کا ہے تقاضا کہ مست خواب رہے  
 نقاب پر بھی ہے لازم کوئی نقاب رہے  
 سجانے کیا ہو اگر کچھ دنوں شباب رہے  
 برہنہ تیج رہے وہ جو بے نقاب رہے  
 بہت مرینگے سلامت ترا شباب رہے  
 نظر گزر کے لئے کوئی تو نقاب رہے  
 بھری ہے آنکھ میں شوخی کہان حجاب رہے  
 نگاہ شوق کو روکے ہوئے نقاب رہے  
 تم آنکھ بند بھی کر لو تو بکے خواب رہے  
 نظر کے سامنے اُس شوخ کی نقاب رہے  
 شراب کی تہین حاجت ہو کیا شباب رہے  
 کہ ہم رہیں نہ رہیں نشہ شراب رہے  
 مری نظر تو نہ رخ پر رہے نقاب رہے  
 نہ یہ نقاب رہے پھر نہ یہ حجاب رہے  
 اور ان کی آنکھوں میں آ آ کے روز خواب رہے



خیاے شمع ہے فانوس میں بھی رہ کر ہی

فضول ہے ترے رخ پر اگر نقاب رہے

جلیل اب ہو جس سے کہاں بقول امیر

مزے شراب کے تا عالم شباب رہے

رُکی رُکی جو چھری دستِ نازنین میں رہی  
برہنہ تیغ جو اُس دستِ نازنین میں رہی  
ہمارے دیدہ تراب نصیب کو روئین  
عجیب لطف کھتی ہے تیغ قاتل کی  
یہ کم نہیں دل شیدا کے فخر کرنے کو  
عدو کو دیکھ کے چینِ جبین مٹی تو نہیں  
پڑا یہ بار کہ پس پس گئی نزاکت یار  
کہا نیک اشکون کے موتی لٹائیں گی آپ  
لڑے گی برقِ سرِ طور سے وہی شوخی  
ہزار تیرگیِ نغمت تھی مگر پھر بھی  
وفا پرست تھی اُس شوخ کی شرارت بھی  
تڑپ سکی نہ مرے سامنے خجالت سے  
جگر کی آگ یہ بھڑکی کہ چشمِ تر کیسی  
صبا نہ آئی کبھی بوسے دلِ بالیسر

تڑپ تڑپ کے تناؤ دلِ حزن میں رہی  
قضا چھپاے ہوئے منہ کو آستین میں رہی  
جنون کے ہاتھ سے دھجی نہ آستین میں رہی  
کبھی کمر میں کبھی دستِ نازنین میں رہی  
نگاہِ ناز مرے واسطے کہیں میں رہی  
تری جبین سے نکلے مری جبین میں رہی  
جو دو گھڑی بھی حنا دستِ نازنین میں رہی  
جگہ ذرا بھی نہ دامان و آستین میں رہی  
جو چار دن بھی تری چشمِ سرگین میں رہی  
تجھے کیا تھا جو سجدہ چمک جبین میں رہی  
مزا ج سے جو گئی روئے آستین میں رہی  
گری فلک سے جو بھلی گردی زمین میں رہی  
تری نہ جیب نہ دامن نہ آستین میں رہی  
اسیر وہ بھی مگر زلفِ عنبرین میں رہی

جلیل ملکی جب یار کی نظر سے نظر

نہ آرزو کوئی باقی دلِ حزن میں رہی

عدم سے سوے اسی تیرے کوچے کی ہوالائی  
 سلامت اے صبا تو لانا والی بوسے جانان کی  
 جدا ہونا خیال یار کا کس کو گوارا ہے  
 تجھے زائدہ تنفر ہے تو ہوصانع کی صنعت ہے  
 نگاہ ناز کے صدقے ہجوم عاشقان دیکھو  
 پنچھا ور کر دے داغ جگر کے پھول چن چنکر  
 نگاہ مست ساقی کا یہ اونے ساتھ ہے  
 اجل بوقت کیون آتی شہیدانِ محبت کی  
 بہت خوش ہین وہ میرا خون ملکہ اپنی ہاتھو  
 درد دار پر مرنا تیرے کس کو ہوتا ہے

کہان تھا آشیان میرا کہان مجھ کو اڑالائی  
 مرے دل کی خوشی لائی مرے غم کی دوالائی  
 چلا جب روٹھ کر دل سے مری کسرت منالائی  
 مجھے تو ان بتوں کے سامنے یا و خدا لائی  
 تمہاری اک نظر ساری خدائی کو لگالائی  
 بہار وصل جانان کی خبر جسم صبا لائی  
 مجھے دم بھر میں سیرِ عالم بالا دکھالائی  
 تری ترچھی نظر لائی تری بانگی ادا لائی  
 ہر اک کہتے پھرتے ہین کہ رنگ اچھا خالائی  
 بہت خوش ہون کہ مجھ کو تیرے کوچے میں قضا لائی

نہ کعبہ ہی چٹا ہم سے نہ چھوٹا کوئی بت خانہ  
 جلیل اس بے نشان کی جستجو گھر گھر پھرالائی

یہ کہنا اُس سے اے قاصد جو محو خود پرستی  
 بنے ہین جبے وہ ساقی مزے کی مے پرستی ہے  
 تری آنکھوں کے صدقے ایکے نیا ان میں بستی ہے  
 تباہی دل میں رہتی ہے خرابی دل میں بستی ہے  
 نگاہوں سے ملاتا ہوں نگاہین اس تما میں  
 وہ جنس دل کی قیمت پوچھتے ہین میں تباؤن کیا  
 نہ صبا ہے نہ ساغر ہے نہ مینا ہے نہ خمر تبا

کہ تیرے دیکھنے کو آنکھ مدت سے ترستی ہے  
 ادھر ہے ہی پیا لو میں ادھر آنکھوں میں بستی ہے  
 فسون ہو سحر ہو اعجاز ہے شوخی ہو بستی ہے  
 یہی آباد بستی ہے یہی ویران بستی ہے  
 وہ میرے دین آجائے جو ان آنکھوں میں بستی ہے  
 یہی ہنگی سی ہنگی ہے یہی سستی سستی ہے  
 مجھے جو مست کرتی ہو تری آنکھوں کی مستی ہے



ازل سے حق پرستی مت پرستی سنئے آتے ہیں  
 جوانی نے دے دیں اُن کو لاکر ہمنشن کیا کیا  
 مدارِ زندگی ٹھہرا نفس کی آمد و شد پر  
 تاشا ہے مری زندی کہ ساغر ہاتھ میں لے کر  
 فراقِ روح کیونکر ہو گوارا جسمِ انسان کو  
 وہ میکش ہوں کہ آتا ہے جوب پر نام تو یہ کا  
 عجب خے جنسِ الفت ہے کہ دل جاے تو ہاتھ آکر  
 جیسی تک عکس قائم ہے کہ آئینہ مقابل ہو  
 یقین جانو کہ منہ دیکھی محبت ہم نہیں رکھتے  
 بہت جھکے نہ دے دست جنون جیب و گریبانکو  
 دلِ عاشق میں حسرت بھی ہے ارمان بھی تمنا بھی  
 فنا اول بھی تھی ہلکو فنا آخر بھی ہونا ہے

مگر یہ آپ کا مشربِ شرابِ الا خود پرستی ہے  
 اداہن ناز چتون میں حیا آنکھوں میں سستی ہے  
 ہوا کے زور سے روشن چراغِ بزمِ سستی ہے  
 ہر اک سے پوچھتا ہوں میں کہین تھوڑی سی سستی ہے  
 اُجڑ کر پھر نہیں آباد ہوتی یہ وہ بستی ہے  
 تو مجھ پر جوش میں آکر گھٹا کیا کیا برستی ہے  
 ہمیشہ ایک قیمت ہے نہ ہنگلی ہونے سستی ہے  
 ہماری یہ حقیقت ہو ہماری اتنی ہستی ہے  
 وہ آئینہ ہے جو وارفتہ صورت پرستی ہے  
 سہ سجگو لحاظ اس کا چرانا رختِ ہستی ہے  
 وہ جین لسی میں رہتے ہیں بڑی آباد بستی ہے  
 کرین کیا دو عدم کی بیچ میں اک اپنی ہستی ہے

جلیل اُستاد کا کہنا سنو باندھو کمر تم بھی

عجب بستی مدینہ ہے جہانِ رحمت برستی ہو

مژدہ اے دل پ پنا لے پُراثر آنے لگے  
 آنسوؤں میں نبتِ دل لختِ جگر آنے لگے  
 پال کبھراے پریش بام پر آنے لگے  
 شوخ چشموں کا ہے رتنا سبزہ رازِ دل مرا  
 نشہ جوشِ جوانی اب تو کچھ کچھ جم چلا

جو نہ آتے تھے کبھی وہ میرے گھر آنے لگے  
 کانوں سے سنتے تھے آنکھوں سے نظر آنے لگے  
 لو ہوا پر سانپ لہراتے نظر آنے لگے  
 روزِ دو دو چار چار آہوا دھرانے لگے  
 لال ڈورے انکی آنکھوں میں نظر آنے لگے

تو نے اسے دل خوب دونوں کو لگا یا راہ پر  
دیدہ پر شوق لڑنے پر نہ کیوں تیار ہوں  
نصف عالم ہو گیا دام محبت میں اسیر  
شب کے جلے کیسے قید وقت بھی جاتی رہی  
شان وحدت بنگلی آئینہ کثرت نما

ہم جدھر جانے لگے وہ بھی اُدھر آنے لگے  
بھرا دھڑ سے دیکھے تیر نظر آنے لگے  
جبے بن کر وہ گیسو تاکر آنے لگے  
دن دھاڑے یار و اغیار اُن کے گھر آنے لگے  
اب تو یان ایک ایک میں سو سو نظر آنے لگے

جوش کیا اب بھی طبیعت میں نہ ہو گا اسے جلیل  
آسمان پر لگے ہائے ابر تر آنے لگے

یہاں بھی آپ باز آتے نہیں مستانہ چالنے سے  
صبا صحت کو ہے سر سبز کی تہا رہے گورو کا گونے  
زبان حال سے کہتے ہیں گویا پھول گلشن کے  
سہ و انجم سے رونق رات کی خورشید سودن کی  
ہزار و نگو ہوا سودا ہزار دن کو ہوا سکتے  
سن تو نے دلِ نالان یہ آیا ہے پیام اُنکا  
پایا پخش پخش آتے ہیں صبر و ہوش جاتے ہیں  
یہی فریاد و شیون ہے تو اکدن آپ سن لینگے  
د فوراً توانی دیکھ کر الجھن یہ ہوتی ہے  
میں اُس ساقی کی آنکھیں دیکھنے والا ہوں آزاد  
مجھے یہ پوچھنا ہے تم ملو گے کس قیامت میں  
خزان نے کیا بگاڑا آ کے تیرے تفتہ جانوں کا

بس اب تو بھر گیا میدانِ محشر با کمالوں سے  
ملاححت پرورش پاتی ہواں گالوں کو خالوں سے  
جگر ٹکڑے ہوا جاتا ہے بلبیل تیرے نالوں سے  
کبھی خالی نہیں رہتا زمانہ حسن والوں سے  
تمہارے کبھرے بالوں سے تمہارے گورو کا گونے  
ذرا ہم سے بھی مل لینا اگر فرصت ہونا لوں سے  
نہیں خلوت میں بھی آرام آنے جانے والوں سے  
پر خچے اڑ گئے چرخ کہن کے میرے نالوں سے  
اٹھیکے موت کا احسان کیونکر مریو والوں سے  
کیا ہے دو جہان کو مست جس نے دو پیالوں سے  
یہاں تو روز رہتی ہو قیامت میرے نالوں سے  
رہی پھولے پھلے داغ جگر سے دل کے چالوں سے



کیسا دل اگر کھو جائے تو ڈھونڈے کہاں اسکو  
 ذیل قسمت کا جاتا ہے نہ الجھن دل کی مٹی ہے  
 نظر انجام پر شبنم کی ہے کہتی ہے رور و کر  
 جہان میں کفر و ایمان لازم و ملزوم ٹھہرا ہے

ذرا یہ بد چہرہ رو تم اپنے گھونگھرو والو بالوں سے  
 پڑے ہیں بیچ کیا کیا تیرے گھونگھرو والو بالوں سے  
 گلون کو دیکھ رکھیں اتنا کہہ دہننے والوں سے  
 چمک گالوں میں بالوں سے ہے بالوں میں ہر گالوں سے

**جلیل اک حوروش کا فرادہ پرستلا ہو کر**  
 فراغت پاگئے دنیا کے جھگڑوں سے ملاؤں سے

چھیڑ ہوتے ہوتے اب ہونے لگی بیدا و بھی  
 سچ ہے ہوتی ہے بُری مظلوم کی فریاد بھی  
 واقعی کیا چیز ہے اپنا دل تاشا و بھی  
 ماتھے کیا آتا کہ تھا میں طائر رنگ حنا  
 جان کر چھیڑا ہے مجھ کو اب نہوا سجان تو  
 ایک مرغِ دل ہے جو پھنک رہا ہوتا نہیں  
 تجھے ملنے پر بُت بیدر دیہ عقد و کھلا  
 اے چین والو چین میں یوں گزارا چلے  
 کیا تماشا ہے وہ کرتے ہیں جو وعدہ وصل کا  
 سب کے سب وحشت زدہ ہیں میں اکیلا کیا کروں  
 تم جو خوش خوش آئے شادی مرگ عاشق چو  
 باغ سے جانے کہاں دیتا ہے اب لالچ اُسے  
 روکتا ہوں نالہ دل کو تو دیتا ہے جواب

یہ سمجھ لو۔ منہ پہ ہے رکھی ہوئی مسرِ یاد بھی  
 دیکھے بلبل کو جھرنی پھر دکا کیا صیا و بھی  
 ذکرِ حق بھی ہوتا جاتا ہے بتوں کی یاد بھی  
 باغبان بھی تاک میں پھرتا رہا صیا و بھی  
 دل دکھایا ہے تو سنتا جا مری فریاد بھی  
 ورنہ ہوتے ہیں عناد قید بھی آزاد بھی  
 بھولی بھولی شکل والے ہوتے ہیں جلا و بھی  
 باغبان بھی خوش رہے راضی رہو صیا و بھی  
 دل یہ کہہ دیتا ہے چپکے سر سے جب یاد بھی  
 اشک بھی رکتے نہیں تھمتی نہیں فریاد بھی  
 اپنی آمد کی فراسٹن لو مبارک باد بھی  
 بچا نکر دو چار بلبل پھنس گیا صیا و بھی  
 خیر ہے پابند ہوتے ہیں کہیں آزاد بھی

کوستے ہیں وہ کہ دل تیرا جے مثل سپند  
 ساوگی ہی ساوگی مشرق میں اچھی نہیں  
 آئے دل لیجئے میں کب چراتا ہوں نظر  
 دل میں وہ آئی ہوا دل و ایم الفت میں سیر  
 نکہت برباد سمجھو یا فغان عند لیب  
 وصل شیرین پر نہیں موقوف خسرو کا علاج

قد خایہ ہے کہ تڑپے بھی کرے سندباد بھی  
 لطف ہیں کچھ کچھ بھلاک دیتی رہے بیداد بھی  
 آپ بھی آنکھوں پر میری آپ کا ارشاد بھی  
 لو مبارک ہو قید ہے تمہاری یاد بھی  
 ہوں وہ طائر پوچھتا جسکو نہیں صیاد بھی  
 در دہر کی ہے دوا خون سرفراز بھی

اے کیا حسرت کہہ تھا دل ہمارا اے جلیل  
 ہو گیا دور و زمین آباد بھی برباد بھی

ناز بھی ہوتا رہے ہوتی رہے بیداد بھی  
 ایک آفت میں سینان ستم ایجاد بھی  
 وقت پڑتا ہے تو کوئی آشنا ہوتا نہیں  
 کھوکھے پچپن کا زمانہ ہم بلاؤں میں پھنسنے  
 چپ نہ ہو رہتے تو کیا کرتے تمہارے خواہ  
 میں جو کہتا ہوں نشین سے بچھڑنا ہے ستم  
 آفرین باداے تصور سیر گلشن ہے وہی  
 آہ بھڑنا تو تجھے خوب آگیا ہے اے حباب  
 آتش سودا تھی ایسی تیز جسد فصدلی  
 تم جو کہتے ہو بگڑ کر ہم نہ آئیں گے کبھی  
 میں جو بڑپا سا منے اُس کے تو خوش ہو گراں

سب گوارا ہے جو تم سے رہو فریاد بھی  
 کرتے ہیں بیداد مجھ پر جاتے ہیں داد بھی  
 دشمن فرما د نکلا تیشہ فریاد بھی  
 ہوش بلب کو جو آیا گیا صیاد بھی  
 لب پہ ہر دم آتے آتے تھک گئی فریاد بھی  
 کرتی ہے تائید میری نکہت برباد بھی  
 ہم کف صیاد میں ہیں قید بھی آزاد بھی  
 یکہ لے ہم دل دکھوں سے نالہ و فریاد بھی  
 تھا ہر کے ساتھ پانی شتر نقاد بھی  
 یہ بھی کہد و اب نہ آئیگی ہماری یاد بھی  
 مان مرے سر کی قسم اس دم فریاد بھی



مرگ دشمن سے ترے بے چین ہونے کی خبر  
اب ترس کھانا نہ کھانا اُنکا ہے قسمت کے تہ  
جس نے دیکھی دل کی حالت اُس نے رو کر کہا  
دل میں رگڑو شوق سے الفت رقیبوں کی مگر  
میں تو ننھ کھولوں نہ انہاں رنجست کے لئے  
زلف کھولے آئے ہن قیدی بنانے کے لئے  
ہم سے نو آموز سے صیتا و راغنی ہو چکا

میرے حق میں تعزیت بھی ہے مبارکباد بھی  
دیکھ لی صورت ہماری سُن چکے سنسرایا بھی  
یا خدا ہو گا یہ دیرانہ کبھی آباد بھی  
ہو جگہ اتنی کہ آجائے ہماری یاد بھی  
پر ہے مشکل بند ہو جائے لب فریاد بھی  
قید آنکھوں پر مگر جب ہو کوئی بیسار بھی  
ننہ سخی اک طرف آتی نہیں سنسرایا بھی

مرتبہ حضرت کاروشن ہے زمانے پر جلیل

تھے آئینہ ملک سنی بھی جگت اُستاد بھی

اس شان سے وہ آج پئے امتحان چلے  
کیا پوچھتے ہو ہجر کے مارے کہاں چلے  
کس صید پر لئے ہوئے تیر و کمان چلے  
نالہ اُدھر کھچا اُدھر اشکِ روان چلے  
اپنی اداسے نیم نکا ہی کا واسطے  
کچھ تو لیا ساتھ کا منزل میں چاہیے  
کیا یاد ہم کریں گے کہ آئے تھے وقتِ نزع  
بیٹھے ہن لوگ دیر سے آمادہ سفر  
ہر گھونٹ پر نکلتی ہے دل سے مرے دعا  
اُٹھنا ہوں میں جو دشت کی جانیکوئے جنوں

فتنوں نے پاؤں چوم کے پوچھا کہاں چلے  
آتے نہیں لپٹ کے جہان سرواں چلے  
میں تو یہاں ہوں سینہ سپر تم کہاں چلے  
جیسے صدا جس کی ہوا اور کار روان چلے  
لے بیخبر خبر کہ ترے نیہان چلے  
ہم ناتوان ہن تیز نہ عمر روان چلے  
اتنا بھی تو نہ اپنے پوچھا کہاں چلے  
چلنا اگر ہے تیغ کو قاتل تو اُن چلے  
تا دور آفتاب یہ مے کی دکان چلے  
کہتے ہن خار تھام کے دامن کہاں چلے

اپنی رگ گلو ہے کہ اک شاہراہ ہے  
 احسان ہے کشاکش اسید و بیم کا  
 آنکھوں میں کون آ کے اتہی نکل گیا  
 کتنی ہی دیر دے کہ وہ جانے کا نام لین  
 رکھے خدا سدا تہین حاجت روا خلق  
 گویا تھا انتظار تمہارا ہر ایک کو  
 سوداے زلف یار سے پیچھا نہ چھٹ سکا  
 راہ طلب میں شوق کا اپنے یہ حال ہے  
 سنتے ہیں پہنچے گورکنارے ترے یعنی  
 ہمراہ ساتھیوں کے ہمارا یہ حال ہے  
 بحر جہان کی سیر بھی ہونا ضرور ہے  
 جتنے اٹھے تھے خاک سے پھر خاک ہو گئے  
 جہاگرے وہیں کے ہوئے تیرے ناتوان  
 قائل گلوے خشک دکھاؤں نہ کیا کروں  
 کیا بات ہے پہونچکے جو منزل پہ لے قرآ  
 جینے کی بات کوئی مجھے سو جستی نہ تھی  
 دم توڑتا ہے عشق میں جب کوئی درد مند  
 جب میں چلوں تو سایہ بھی اپنا نہ ساتھ  
 ذکر صیب سے ہو نہ غفلت کبھی جلیل

خنجر چلے بھری چلے تیغ روان چلے  
 اے جان آج تک جو ترے نیچان چلے  
 کس کی تلاش میں مرا شک روان چلے  
 کہتا ہے دل یہی کہ ابھی سے کہاں چلے  
 رکھنا ہمیں بھی یاد جو تیغ روان چلے  
 چھریاں چلین کٹا ر چلی تم جہان چلے  
 سائے کی طرح ساتھ چلا ہم جہان چلے  
 بیٹھا کہیں میں تھا کہ تو اشک روان چلے  
 اتنا بھی گر چلے تو بہت ناتوان چلے  
 جیسے غبار راہ پس کار روان چلے  
 آہستہ اپنی کشتی عمر روان چلے  
 محشر میں اس ادا سے وہ دامن کشان چلے  
 نقش قدم کی چال پس کار روان چلے  
 دریا کی موج بن کے جو تیغ روان چلے  
 کوئی چلے تو صورت عمر روان چلے  
 احسان آپکا ہے کہ دیکر زبان چلے  
 کہتا ہے درد چھوڑ کے ہلکے کہاں چلے  
 جب تم چلو زمین چلے آسمان چلے  
 چلتا رہے یہ کام بھی جب تک زبان چلے



دن کی آہیں نہ گئیں رات کے نالے نہ گئے  
 اپنے ماتھے کی شکن تم سے مٹائی نہ گئی  
 آج تک ساتھ میں سرکار جنوں کو تحفے  
 ایسے کچھ خواستہ ہوئے تیرا ترکہ دل میں  
 میری آہوں نے شب وصل وہ کیا اُلجھے ہیں  
 تذکرہ سوزِ محبت کا کیا تھا اک بار  
 خود نہ سنبھلے جو دم دیدِ جناب ہوئے  
 وہ بھلا بیچ نکالیں گے مری قسمت کے  
 جی جلائے پہ فلک تجھ کو بہت غرہ ہے  
 اب تو ہے اے دل صد چاک ترے سرسہرا  
 شمع و ہو کے فقط تم نے جلا نا سیکھا  
 راہ رو کے ہوئے سر پہ تو کھڑا تھا اگر دون  
 تیرے چھید کے دل کو بت قاتل نے کہا  
 سیر دیکھو وہ مرے دلین جگہ چاہتے ہیں  
 اور بوئیں مرے دشمن مرے حق میں کانٹے  
 ہمسفر ایسے وفادار کہاں ملتے ہیں  
 کوئی شب ایسی نہ گزری کہ بنا کر  
 دل کی تسکین کو فقرہ ہمیں اچھا سوجھا  
 تم سے ارمان ہمارے جو نہ نکلے نہ سہی

میرے دسوز مرے چاہنے والے نہ گئے  
 اپنی تقدیر کے بل ہم سے نکالے نہ گئے  
 سر کا چکر نہ گیا پاؤں کے چھالے نہ گئے  
 اُس نے چاہا کہ نکالوں تو نکالے نہ گئے  
 گوشے آئینہ کے جو رخسار پہ ڈال دئے گئے  
 تا دمِ مرگ زبان سے مری چھا لئے گئے  
 تجھ سے بھی حسرت دیدار نہ بھال دئے گئے  
 اپنے بالوں کے تو بل اُن سے نکال دئے گئے  
 کیا کہوں اور کچھ اونچے مری نال دئے گئے  
 بیچ اس زلف کے شانے سے نکالے نہ گئے  
 میرے غم میں کبھی دوا شک نہ کھال دئے گئے  
 تم یہ کہتے ہو کہ اونچے ترے نال دئے گئے  
 اب نہ کہنا مرے ارمان نکالے نہ گئے  
 جن سے ارمان کبھی دل کے نکال دئے گئے  
 آخر اُس بزم سے جن جن کے نکالے نہ گئے  
 تیرے وحشی کے قدم چھڑک چھال دئے گئے  
 سیکڑوں بل مری تقدیر میں ڈالے نہ گئے  
 وصلِ دلبر کے تھے ارمان نکالے نہ گئے  
 اپنے خنجر کے بھی ارمان نکالے نہ گئے

کون ہے بزم کے قابل وہ سبھ جاتے ہیں

سب نکالے گئے پر دانے نکالے نہ گئے

اپنا دیوان مرقع ہے حسینوں کا جلیل  
نکتہ چین تھکے گئے کچھ عیب نکالے گئے

اظہار حال پر مجھے قدرت نہیں رہی  
درمان طلب ہوں تا ہو سیما نہ بے خبر  
لیٹے جو آ کے آنکھ ملاے تو کیا ہے دو  
مرنے پہ بھی نہ بند ہوئی چشم منتظر  
آنا تھا ہوش میں کہ اندھیرا سا چھا گیا  
مصرف کر لیا مجھے اُسکے خیال نے  
پامال جن کی ہے وہی چل کر اٹھائیں گے  
اُن کو ستم کا شوق ہوا کیا بُرا ہوا  
پیرِ مغان سمجھتے ہیں سب اہل سیکرہ  
آنکھیں دکھائی جاتی تھیں ہلکوبھی کبھی  
دل مفت مانگتے ہوں نہ دست اٹھاؤ گے  
بچپن کے ایک جانے سے وہ کیوں داسن  
یا عمر بھر کا شوق تھا یا اک نگاہ میں

اُن کو یہ وہم ہے کہ محبت نہیں رہی  
کچھ یہ نہیں کہ درد کی لذت نہیں رہی  
اب آہوں کو قیاس سے وحشت نہیں رہی  
اب انتظار کی کوئی مدت نہیں رہی  
ہم جسکو دیکھتے تھے وہ صورت نہیں رہی  
جا اے اجل کہ مرنے کی فرصت نہیں رہی  
خود اٹھ کھڑی ہوا تنی قیامت نہیں رہی  
یہ تو ہوا کہ طمس وہ نفرت نہیں رہی  
کیا رند ہونے سے مری حرمت نہیں رہی  
اُتنی بھی اب نگاہِ عنایت نہیں رہی  
سب یہ کہیں گے حُسن کی دولت نہیں رہی  
شوخی نہیں رہی کہ شہادت نہیں رہی  
دیدار کی کلیم کہ حسرت نہیں رہی

کیا خاک چاہے پیار کی باتیں کر بن جلیل  
وہ دل نہیں رہا وہ طبیعت نہیں رہی

یہی غرض تھی جو زلفوں کو ہین بڑھا چھو

کہ آج سارے زمانے پہن وہ چھا ہو



غریب جان کے ہیکو بہت سنا ہے  
 مٹاتے چلتے ہو کیون نقش پا خدا کے لئے  
 شہید ناز کسی کے رنگ گل دیکھے  
 وہ مجھ کو یاد کر رہا ہے گے صد و کو کو سین گے  
 نگاہ آپ کی دیکھی کہ سن لی آہ مری  
 وہی جنون وہی پہلی سی بیخودی پھر ہے  
 وہ کس اسید پہ اب وصل کی و عامانگین  
 عجب ادا سے وہ بیٹھے شبیہ کچھوانے  
 کرو گے اپنی طرح گم مجھے بھی حضرت دل  
 زمانہ ہے تری چھتی نگہ کا سر یاد دی  
 ہمنون کے ہاتھ سے چھوٹے نہ گل بھی ابلبل  
 گری ہے برقی سر طور آج اسے موسیٰ  
 مرا قرار مرا صبر انہیں نے چھینا ہے  
 انہیں غرض نہیں کوئی جسے کہ مر جاے  
 وہ تو لے ہوئے تیغ ادا جو آتے ہیں

فلک سے کہہ دو کہ یہ ہیں مرے سارے ہوے  
 ہماری خاک سے دامن ذرا اٹھائی ہوے  
 لہو میں ڈوبے ہوے دل پہ چوٹ کھائی ہوے  
 یہ نامہ برتر سے فقرے ہیں سب بنا ہوے  
 فلک سے پوچھو پہلو ہے کیون بچاے ہوے  
 کسی کے ساتھ گئے پھر حواس آسے ہوے  
 جو بد نصیب ہیں تقدیر آڑا سے ہوے  
 نگاہ پھیرے ہوے تیور بیان چڑھائے ہوے  
 جو اپنے ساتھ لیے جاتے ہو لگائی ہوے  
 ذرا سی پھانسی ہے کتنو نکال دکھائی ہوے  
 خراب حال رہے و جہان لگاے ہوے  
 ہمیں زمانہ ہوا دل پہ چوٹ کھائے ہوے  
 غریب بن کے جو بیٹھے ہیں سر جھکائے ہوے  
 مرے سے بیٹھے ہیں کیا دل میں گھر بنا ہوے  
 قضا یہ کہتی ہے مجھ کو ذرا بچائے ہوے

یہ جان لو کہ زمانہ ہے نکتہ چینی کا  
 جلیل سقم کا پہلو ذرا بچائے ہوے

بجلی میں ابتدا سے ٹرپ انتہا کی ہے  
 پتھو لون میں ساری آگ لگائی صبا کی ہے

پچھن سے اُن کے آنکھ میں شوخی ہلا کی ہے  
 گرما کے داغ مل کو یہ کہتی ہے آہ سرد

کیا کیجئے کہ فاشس نہو پر وہ جنون  
 یہ شامیانہ خاص ہے مستون ہی کے لئے  
 دیکھو تو میکدے پہ ذرا اس کا جھومنا  
 لیتے ہیں چپکے چپکے کلیجے میں چٹکیان  
 شاید اسی طرف سے قیامت بھی آئیگی  
 کیا جانے شیخ قدر ہماری شراب کی  
 پھھیلا ہوا اس آنکھ کا کاہل تو دیکھئے  
 سمٹی ہوئی ہے ڈرے کہ پٹانہ کو کوئی  
 تنگ آ کے ہم قضا کو بلاتے ہیں جس گھر کی  
 فتنے زمانے بھر کے ہیں چشم سیاہ میں  
 کھلتی نہ یوں تمہاری مسیحائی سے ہو  
 جب دیکھئے بلا میں لیا کرتی ہے تری  
 مان ساتی اپنے شیشہ وساغری ہوشیا  
 تل بھر جگہ بھی ناز بھری آنکھ میں نتھی  
 دیکھو تو میری آؤ شرر بار کی بہار  
 کیا خوبصورت آنکھ ہے قربان جا کے

مثل خیراڑی ہوئی دھجی تباکی ہے  
 چھائی ہوئی مزار پہ رحمت خدا کی ہے  
 رندوں سے بھی بڑھی ہوئی مستی گھٹا کی ہے  
 اور سنس کے کہتے ہیں کہ یہ شوخی حیا کی ہے  
 بیٹھی ہوئی جو ڈاک ترے نقش پا کی ہے  
 ہر گھونٹ میں پڑی ہوئی رحمت خدا کی ہے  
 یہ حور کی کھلی ہوئی چوٹی بلا کی ہے  
 تصویر کیا ہے آپ کی پتلی حیا کی ہے  
 کہتے ہیں وہ قضا تو مری اک ادا کی ہے  
 اس کالی کو ٹھہری میں جگہ ہر بلا کی ہے  
 ہمو دیا جو درد یہ حکمت خدا کی ہے  
 کیونکر نہ ہم کہیں کہ یہ کامل بلا کی ہے  
 دیکھ آج میکدے پہ چڑھائی گھٹا کی ہے  
 حیرت ہو کیونکر اس میں سمائی حیا کی ہے  
 کیا چھو لون سے بھری ہوئی جھوٹی صبا کی ہے  
 شوخی کی لاڈلی ہے تو پیاری حیا کی ہے

کیا کیا ہیں گن جلیل کے دل میں بھرے ہوئے

صورت جو دیکھئے تو بڑے پار سا کی ہے

صحت کے لئے شربت دیدار بہت ہے

مانا کہ مریض آپ کا بیمار بہت ہے



ہم کو بُتِ کافر سے ہے کیا واسطہ ناصح  
کیا فائدہ کیونہ دیجئے تھلیف اجل کو  
بازارِ جزائین ہے خدا طالبِ احمد  
قربانِ مین اس جنبشِ ابرو کے سنگ  
نرگس کو ذرا آنکھ دکھا آؤ چمن مین

بان بات ہے اتنی کہ طرہ دار بہت ہے  
جی لینے کو یہ عشق کا آزار بہت ہے  
ایسا ہو تو صرف ایک خریدار بہت ہے  
تموار جب ایسی ہو تو اک دار بہت ہے  
سنے ہین اُسے حسرتِ دیدار بہت ہے

کیونکہ جلیل آپ سے امداد طلب ہو  
یا شائعِ مشرورہ گنگا بہت ہے

خانہ دل مین غمِ عشق کی مہانی ہے  
ہم نہ کہتے تھے کہ زلفون مین نہ رکھو دل کو  
اپنی محفل مین بٹھاتا نہیں کوئی مجھ کو  
پر وہ ڈالے ہوئے اب تک ہی لڑکپن اُن کا  
جلوہِ یار سے ہر آنکھ کو روشن دیکھا  
اشکباری مین خدا را مجھے سمجھو مخدو

میزبانی کے لئے بے سرو سامانی ہے  
اب یہ بیکار گلہ ہے کہ پریشانی ہے  
جانتے ہین کہ مرے ساتھ پریشانی ہے  
دولتِ حُسنِ جوانی کی نگہبانی ہے  
لاکھ آئینوں مین اک صورتِ نورانی ہے  
دل پر صدمہ ہے کچھ ایسا کہ جگر بانی ہے

اُسکا جلوہ ہے مرے آئینہ دل مین جلیل  
جس کا ہمسرہ نہ کوئی نہ کوئی ثانی ہے

ستم ہے غیر کی چاہت کا ہوتا ہی بیان ہم سے  
مخالف ہو گئے آخر ہمارے راز دان ہم سے  
ذرا ساد دل اُسے بھی وہ چھپا کر رکھ نہیں سکتے  
کمان مین کچھ گئین ابرو کی دل جیسا منے آیا

جو کچھ کہتے تو کہتے ہین لڑتے ہوزبان سے  
پھر مین آنکھ مین کچھ نالے جلا سوزِ نہان سے  
نظر مٹتے ہی کہہ دیتی ہین اچھی شوخیان سے  
نگاہ مین بول اٹھتین جاتا ہے اب بیکرہان سے

کہاں کی نیند سونا دشمنوں کا خواب ہو جاتا  
 بڑی جاسوس ہیں آنکھیں بڑی غماز ہیں آنکھیں  
 چمک کر اُٹھ کھڑے ہونا ٹھہر جانا تو ترہ بانا  
 کسی پہلو سے ہو مطلب تو دل کا لوٹ جانا  
 چلے تو ساتھ ہی تھے کل درِ محبوبے اٹھکر  
 نگاہیں دیکھنا دشمن کی اور پھر کس ڈھٹائی  
 تمہیں مشکل ہے جانا دل سے ہکو آپ میلنا  
 بہار ان خوشما پھولوں کی دودن دیکھ لینے کے  
 یہ سب آتش کے پرکالے ہیں جتنے بیج والے ہیں  
 تلاش یار میں اچھا دیا ساتھ اشکبار سی  
 یہ تیراب کیوں یہاں آتے ہیں کیا رکھا ہی پہلو  
 یہ کیا تم کہہ گئے جہر و دفا کا نام عفا ہے  
 جو میں تڑپا تو وہ چلتے ہوئے اک نیمچہ جڑ کر  
 ہمارے ساتھ دل نے ہجر کی رتیں یوں نہاں  
 یہ جی میں ہے چھپا لیں ٹکوا اپنے دھکے پر دین  
 گلے پر میرے چکر ناز سے کہتا ہے وہ خنجر  
 سنا کرتے ہیں دل سے شکوہ جانان کے افسانے

کس دن تم جو سن لیتے ہماری داستان ہم سے  
 دلوں کا حال کہتی ہیں وہاں سے یہاں ہم سے  
 بتاتا ہے تمہارا روٹھنا دردِ نہاں ہم سے  
 یہی کہد و نزاکت سے نہیں کچھتی کمان ہم سے  
 مگر یاد اب نہیں آتا کہ دل چھوٹا کہاں ہم سے  
 جو کہئے یہ اشارے تم سے ہیں کہتو ہیں ان سے  
 نہ تم سے ناز میں ہونگے نہ ہونگے ناتوان ہم سے  
 چمن میں پھر جو ہم آئیں قسم لے باغبان ہم سے  
 لگاتے رہتے ہیں ظالم وہاں اُن سے یہاں ہم سے  
 ہمیشہ دو قدم آگے رہے اشکِ مان ہم سے  
 کہ دل تو لگیا پہلے ہی وہ ابرو کمان ہم سے  
 ذرا سو جو تو دل میں ایسی باتیں مہربان ہم سے  
 کہا دیکھا نہیں جاتا ہے کوئی نیجان ہم سے  
 کہی کچھ سرگزشت اپنی سنی کچھ داستان ہم سے  
 پتا بھی دین نہ پھر پوچھے اگر سارا جہان ہم سے  
 غنیمت ہے ہمارا دم جہان میں پھر کمان ہم سے  
 کیا کرتا ہے باتیں رات بھر اک بیربان ہم سے

جلیل اُن کو تمہارا نام لیتے شرم آتی ہے  
 یہ کہتے ہیں کہ رکھتا ہے محبت اک جوان ہم سے



یہ بچپن ہے کہ دل کا ذکر کرنا ہلکا و مشکل ہے  
 کٹے مشکل جہاری سخت جانی سے یہ مشکل ہے  
 تمہارے تیر کے دشمن رہیں گھٹ گھٹ کر ترش ہیں  
 وہ اپنے سامنے آئینہ رکھتے یوں جھکتے ہیں  
 شبیہ غیر لیکر دیکھنا تو دیکھ سکتا ہوں  
 یہ بھولی شکل بولی نرم اسکو کون مانے گا  
 ملائین آنکھ وہ کیا دور محشر سے محشر تین  
 سناو ک جو رنگین ہے تو کیا کیا بحث ہو اسپر  
 یہاں کچھ صبر اگر ہوتا تو میں تجھ سے چپا سکتا  
 تڑپ جاتا ہوں میں جسم پھٹک جاتا ہوں دم ہکا  
 نہ بیٹھو میرے پہلو میں مگر اتنا سمجھ رکھو  
 رہا ہے تیرے زلفوں میں بھرا ہے تیری آنکھوں میں  
 بناتے جاتے ہو تم دل رہا ہر اک ادا اپنی  
 دکھا کر دل جو کی تعریف میں نے ہنسکے فرمایا  
 جو بیٹھے بھی ہیں پہلو میں تو کرتے ہیں سلوک چھا  
 ٹھہر جاتا ہے دم لینے کو چلتے چلتے گردن پر  
 ذرا میں پیار کی باتیں ذرا میں تہر کے تہر  
 تری تھی میں چپکے دیکھ کر اسکو میں حیران ہوں  
 بھلے کو دل چڑایا حال دل کہنے سے میں جھوٹا

وہ کہتے ہیں دکھا و حیر کر پہلو کہاں مل ہے  
 فقط اتنا سہا را ہے کہ دکھا سخت قاتل ہے  
 خدا رکھے جگر ہے عاشقوں کا سینہ ہے دل ہے  
 سنا ہے بار بار مجھے نگا و نار قاتل ہے  
 قیامت ہے یہ سنا پیار کر لینے کے قابل ہے  
 کہ او ظالم ترے سینے میں پتھر کا چپا دل ہے  
 سمجھتے ہیں کہ ملتے ہی بنا دیگی یہ قاتل ہے  
 وہ کہتے ہیں کہ بیکان ہی ہن کہتا ہوں دل ہے  
 تری برجھی کا تیرے تیر کا چھانا ہوا دل ہے  
 وہ سہل ہوں کہ میرے لوٹے پر لوٹ قاتل ہے  
 رہا کرتے ہو تم جن دل میں پہلو ہی میں مول ہے  
 بجا ہے گر کہوں میں پیار کے قابل مراد دل ہے  
 خیال اسکا نہیں کرتے مرے پاس ایک ہی دل ہے  
 اگر یہ مفت ملجائے تو ملے لینے کے قابل ہے  
 چمچھو کر تیر مجھے بوچھے ہیں کیوں ہمیں دل ہے  
 ترے نازکے خجوں کے لئے جو رگ ہو نزل ہے  
 وہی دم بھر میں ملے ہے وہی دم بھر میں قاتل ہے  
 مرے پہلو میں جو ہاتھوں اچھلتا تھا وہی دل ہے  
 تم اب خود بان سکتے ہو تمہارے ہاتھ میں دل ہے

زمین آسان ہے تو کیا اگر دشوار ہے تو کیا  
جلیل اچھی غزل کہنا تو ہر حالت میں مشکل ہے

دل گیا جان کی اب باری ہے  
تیری جو بات ہے وہ پیاری ہے  
حسرت دید کی بہا رہی ہے  
ایک ہے سو پہ مگر بھاری ہے  
عشق کا کام ابھی جاری ہے  
مجھ کو اس پر بھی بہت پیاری ہے  
آنکھ میں نجات کی بیداری ہے  
بڑھکے غم نے چھری ماری ہے  
دم اُلجھتا ہے جو بیکاری ہے  
شام سے نیند وہاں طاری ہے  
روز سودے کی خریداری ہے  
بولے کیا اچھی یہ پھلوا رہی ہے  
تیری آنکھوں کی یہ ہشیاری ہے  
خیر یہ دم سے ترے جاری ہے

کیا بلا عشق کی بیماری ہے  
کتنی اچھی ہیں یہ بیمار آنکھیں  
حال پوچھو نہ مری آنکھوں کا  
رہتے ہیں قد سے ترے سب فتنے  
اشک بہتے ہوئے دیکھا تو کہا  
نہ کرے بات تمہاری تصویر میں  
وصل کی رات ہے نیند گج کہاں  
بچکے نکلا ہے نکا ہون سے جو دل  
کیا کہیں اب تو گریبان بھی نہیں  
ابتدا ہی میں تغافل ہے انہیں  
درہم داغ ملے ہیں جب سے  
کھلکے دیکھ کے دل کو پڑ داغ  
لیتے ہی دل جو بنین متوالی  
ہوتے ہیں لوگ سکدوش اوتیغ

خود کرین گے وہ تری قدر جلیل  
کچھ بھی گرتجہ میں وفا داری ہے

رزد بنکر آپ اُٹھتے تیر بنکر بیٹھتے

سیر ہوتی میرے پہلو میں جو دم بھر بیٹھتے



ورنہ ممکن تھا کہ تم جو چاہتے کر بیٹھتے  
 بیٹھتے محفل میں اور اُن کے برابر بیٹھتے  
 بیقراری بیٹھنے دیتی تو دم بھر بیٹھتے  
 کاش دواک تیر ہی پہلو میں آکر بیٹھتے  
 ہائے کیا کرتے جو ہر دے سے غلج بیٹھتے  
 یہ نہ تھا ممکن کہ اُنکا شکوہ لیکر بیٹھتے  
 دیکھ لیتے دم نکلتا اور دم بھر بیٹھتے  
 درو دل سننے جو بیٹھتے تھے سنبھل کر بیٹھتے  
 آپ کے دشمن ہر اک محفل میں جا کر بیٹھتے  
 تم ذرا پاتے اشارہ لے کے دُور بیٹھتے

حضرت دل پاس تھا مجھ کو فقط دلدار کا  
 دل جو ہوتا پاس تو کوئی اٹھاتا کیونہیں  
 سر زمین کو جانان ہائے کیا دلچسپی  
 کس قدر گھبرا ہائے دم مرا بے ہنشین  
 شعلہ آواز ہی سے چھوٹے دیتے ہیں مجھے  
 عمر بھر ہم غمزدہ بیجا اٹھاتے شوق سے  
 آپ جلدی اٹھ گئے کیونہیں بھی تو تیار تھا  
 چار ہی باتوں میں ایسے ہو گئے تم لوٹ پوٹ  
 بیٹھنے کے واسطے کیا کم تھا سگہ آپ کا  
 کہتے ہیں اچھا ہوا پوچھا نہ ہنسنے درو دل

پاس سے اٹھنا نہیں منظور انہیں تیرا جلیل  
 ورنہ کیون دامن وہ زانو سے دبا کر بیٹھتے

اک تو ہی کامیاب ہمارے تم کو ہے  
 قاتل کی ساری نوک اسی خنجر کے دم کو ہے  
 کامل جو ہے پری تو فدا بیچ و خم کو ہے  
 ہارا ہوا یہ قول تمہاری قسم سے ہے  
 اقرار مدعی سے ہے انکار ہم سے ہے  
 جاری لہو کی دہار شگافِ قلم سے ہے  
 اب تو نہ یہ کہو گے کبھی تو بھی ہم سے ہے

کس لطف سے سلوک کا اظہار ہم سے ہے  
 تیور میں ہے جو بانگین ابرو کے خم کو ہے  
 معشوق کے لئے کج ادائی ضرور ہے  
 ممکن نہیں کہ جھوٹ نہ ہو عہدِ وصل میں  
 ہے ایک ہی نگاہ مگر اُف رے طرزِ وید  
 لکھا ہے جب سے حال ترے دلفگار کا  
 مکر مے گلے سے کہا تیغ یار نے

کہتا ہے جب وہ ترک کہ قتل ہے اک چین  
ہر بات میں ہے مصحفِ رخسار کی قسم  
پتے پہ تیر ناز کے آتا نہیں کبھی  
اُس رشک گل کو لیکے جو آئین ہین باغین

رگ رگ پکارتی ہے کہ بسمل کے دم سے ہے  
کیا جھوٹ کو فروغ تمہاری قسم سے ہے  
سہا ہوا فلک بھی تمہارے ستم سے ہے  
جو گل ہے منہ پھلای ہو آج ہم سے ہے

مجھے گناہگار کو بھی حشر میں جلیل  
امیدِ منفرت کی خدا کے کرم سے ہے

شرم ایسی ہے نقابِ رخ یار کیلئے  
تلوار اگلی پڑتی ہے قاتل کی میان  
چمچہ جاے دہن ایسی نہ بر جھپی نہ تیرا  
چہرے سے عاشقوں کے اڑتا ہوا زار  
اُس قدر عشق کر کے پڑے ہم عذاب میں  
دشمن کے دیکھنے سے بچاؤ تم آنکھ کو  
رحمت اُسی کی اس کے غضب کی پناہ  
ساقی شراب خانے میں آؤ میں آج شیخ

آئینے بھی ترستے ہیں دیدار کیلئے  
رحمت تڑپ رہی ہے گنہگار کیلئے  
یہ بات ہے فقط نگہ یار کیلئے  
غازہ بنا نیکو ترے رخسار کیلئے  
سولی کھڑی ہے روز گنہگار کیلئے  
پیر ہنر کچھ تو چاہیے ہیما کیلئے  
اچھی سپر یہ نکلی ہے تلوار کیلئے  
لانا ذرا مزے کی مرے یار کے لئے

عجیبین کیوں رہیں نہ حسینوں کو ہم جلیل  
کاشا بھی کوئی چاہیے گلزار کے لئے

بہا کر خون میرا مجھ سے بولے  
جو دل پایا ہے تو چاراشک بولے  
صدرا اپنی ہے بازارِ جنون میں

کہ لے جینے سے اپنے ہاتھ دھو لے  
زمین اچھی ملی ہے بیج بولے  
دل اپنا صفت کا سودا ہو جو لے



<p>نکل کر جان تو ہی ساتھ ہوئے وہ جادو کیا نہ جو سر چڑھ کر بولے دل مُضطر کا کہنا مان تو لے بہت جا کا ہے اب جی بھر کے سولے کہ پر یان اُڑ رہی ہیں بال بھولے</p>	<p>وہ جاتے ہیں اکیسے مرے گھر سے مُٹھیلی زلف سے خود دل کی چوری مجھے ہے اختیار آنا نہ آنا اجل بولی یہ تڑپت میں لٹا کر گھٹائیں جھومتی ہیں میکہ سے پیر</p>	
	<p>کسی کو دیر یاد دلِ مغت اپنا جلیل ایسے ہی تو ہیں آپ بھولے</p>	
<p>کچھ اور فائدہ نہ سہی دل لگی تو ہے اپنی پسند اپنی نظر اپنا جی تو ہے ماترا کے جسکو پھینک دیا تھا وہی تو ہے بیمار سب بتاتے ہیں اچھی بھلی تو ہے اک زہر کی کُجھی ہوئی جس جھلا کے لی تو ہے بالین سے کیوں تم اٹھ کے چلے جان ابھی تو ہے</p>	<p>مان بان لگا کو تیر مراد دل یہی تو ہے مرنے تو ہیں تمہیں پہ تمہیں کیوں ہونا گوا اب لوٹ کیوں ہو دل کی تڑپ دیکھ دیکھ کر آنکھ اپنی اُس نے دیکھ کے آکھینے میں کہا دیکھیں لگی وہ دل کی جُجاتے ہیں یا نہیں کیا اپنا حق اجل کے لئے وقف کر دیا</p>	
	<p>لوٹے گا اور کون دیر میکہ پہ یوں یہ کام ہے جلیل کا دیکھو وہی تو ہے</p>	
<p>ناز و انداز اٹھائے ہوئے دامان ہونگے پردہ کرنے سے چراغ تو دامان ہونگے اور ہونگے جو بلا کون سے پریشان ہونگے خال بن کر ترے چہرے پہ نمایاں ہونگے</p>	<p>سرِ محفل وہ ادا سے جو خرامان ہونگے ہر طرح داغِ محبت کے نمایاں ہونگے ہمتے تو جان کے زلف انکی بلائیں لے لین چٹکیاں لینے سے تیرو جو کلمے میں ہیں نیل</p>	

جھٹکے کھا کھا کے محبت کے سنور جائیگیں ہم  
 ہزار شکون کے اٹھاتا ہوں آنکھوں سے مگر  
 جان جائیگی محبت میں بلا سے جاے  
 میرے دامن مرچھالے جو سلامت ہیں جنو  
 بو سے لینے کو کچر جائیں گے رخ پر گمسو  
 آپ آئیں تو سہی آپکو چھیریں گے نہ ہم  
 قتل ہو کر بھی سبکدوش نہ ہوں کا قاتل  
 غیر کا سوگ انھیں ہو گا مجھے جان کا رو  
 لکے ہاتھوں سے کیا ہے مجھے بسبل اُسے  
 بکھرے بالوں سے کہو لیتے ہیں کیوں دل میرا  
 پیاسا مشتاق شہادت کی بجھائیگی وہ کیا  
 زلف سے بڑھ کے ہے قصہ مری بربادی کا  
 وصل میں وہ مرے پسینے سے لپٹ کر بولے  
 جس طرح ڈالیوں میں پھول بچنے جاتے ہیں  
 رنگ لائیگی مرے دارغ دل و رخ جگر

زلف بن بن کے حواس اپنے پریشان ہونگے  
 سمجھے میٹھا ہوں کہ اک دن یہی طوفان ہونگے  
 سوگ میں آپ کے گیسو تو پریشان ہونگے  
 ننگے بھوکے نہ کبھی خارِ بیابان ہون گے  
 کھول کر بال بہت آپ پریشان ہونگے  
 آپ کی عمر دراز آپ پہ قربان ہونگے  
 سر جو گردن پہ نہو گا ترے احسان ہونگے  
 اس طرف حال اُدھر بال پریشان ہونگے  
 بھٹول ہو جائیں گے وہ زخم جو خندان ہونگے  
 اور بھی تل کے پریشان سے پریشان ہونگے  
 آپ ہی خون کے پیاسے ترے پیکان ہونگے  
 نہ سین آپ اسے ورنہ پریشان ہونگے  
 آج رخصت ترے دل سے مرے اوان ہونگے  
 تیرے دیوانوں کے دامن میں گریبان ہونگے  
 ابھی دو پھول ہیں دو دن میں گلستان ہونگے

اب گلے شکوے حسینوں کے ہیں بیکارِ جلیل  
 ہم نہ کہتے تھے بہت آپ پریشان ہونگے

کسی جس بزم میں لیستی ہوے آئینہ گئی  
 چوٹ تھی سامنے کی اُس سے بچا کی نہ گئی

خود نمائی سے تری شکل چھپائی گئی  
 آئینہ دیکھتے ہی لوٹ گیا وہ خود میں



صبح کردی مگر اکہم کو نہ جوڑا کھولا  
 سُن کے پیغام اجل جان ہی دیدی ہمنے  
 اُس نے دیدار قیامت پہ اٹھا رکھا ہے  
 وصل دشمن جو گھلا کیسے پریشان وہ ہو  
 ہنس دے سُن کے مری موت کجا دوسوی  
 سامنے تیغ کے مقتل میں نہ ٹھہرے اخیار  
 آنکھیں دو جام سہی بلکہ ہین دو نیخانے  
 بس بس اسے دیدہ گریبان تجھے ہم دیکھ  
 وعدہ وصل پہ کس طرح قسم وہ کھاتے  
 مجبور خمی تو کیا تیغ سے ٹھنڈا نہ کیا  
 تیغ اٹھتی جو نہ تھی تیر ہی مارا ہوتا

بات تو اتنی بڑھی رات بڑھائی ننگی  
 ناتوان تھے جو بہت بات اٹھائی ننگی  
 ہاسے نالوں سے قیامت بھی اٹھائی نہ گئی  
 زلف بگڑی ہوئی تھی بات بنائی نہ گئی  
 بہنوں تربت پہ چڑھے شمع جلائی نہ گئی  
 منہ کی کھایا کئے منہ پر کبھی کھائی نہ گئی  
 ہکا تو آپے دو گھونٹ پلائی نہ گئی  
 آج تک دل کی لگی تجھ سے بچائی نہ گئی  
 طبع نازک تھی قسم جھوٹی تھی کھائی نہ گئی  
 آگ جو تم نے لگائی وہ بجھائی ننگی  
 جان من تم سے نظر بھی تو اٹھائی ننگی

کیا وفادار ہے یاد اُس شہ خوبان کی جلیل

گوشہ دل میں یہ جس روز سے آئی نہ گئی

لاگ کی آگ کسی طرح بجھائی نہ گئی  
 آگیا یا دمرا خون دم آرایش  
 تیرے پردے کا تو رخسار میں بھی چھوٹا نہ لپٹا  
 میل جول اُن سے کسی سو جوتہا جیسے کیوں  
 ملگیا دل کا پتا آنکھ سے جب آنکھ ملی  
 رات بھر آپ ہی لوٹا کئے وہ اپنی بہار

آنکھ جہن سے لگی آنکھ لگائی نہ گئی  
 آنکھ بھڑائی خا اُن سے لگائی ننگی  
 بات جو دل میں تھی لب پر کبھی لائی ننگی  
 صاف بنتے تھے مگر آنکھ ملائی نہ گئی  
 تیری جوری تری جہن سے چھپائی نہ گئی  
 آری آنکھ کے آگے سے ہٹائی نہ گئی



پھر گئی آنکھ مری پھر کے نہ دیکھا اس نے  
چل بھی اسے تیج روانی تری دیکھی تھیں  
پنی گئے پند کو ہم لب پہ نہ لائے توبہ  
کم نگاہی کا گلہ سُنکے بہا نہ سوچا  
اپنے کشتے سے نہ سیدھی ہوئی پھر کروہ نگا  
ڈال دی جلوہ دیدار نے پھوٹ آنکھوں میں  
ہم کو دعوی تھا کہ الفت میں اٹھا لینکے پہاڑ  
جان دیتے ہی بنی ناز بھری جتوں کو

میری آئی نہ ٹلی اس کی رکھائی نہ گئی  
ہم ترستے ہی رہے پیاس بجھائی نہ گئی  
تھی کڑی ایسی یہ مے منہ سے لگائی نہ گئی  
بولے بیمار جو تھی آنکھ اٹھائی نہ گئی  
انہی روٹھی ہوئی تلوار سنائی نہ گئی  
آج تک رشک سے آپس کی جدائی نہ گئی  
وقت پر بول گئے بات اٹھائی نہ گئی  
آنکھ کا تھا جو لگا آنکھ چرائی نہ گئی

عمر سب کٹ گئی باتیں ہی بنانے میں جلیل  
اپنی بگڑی ہوئی افسوس بنائی نہ گئی

اڑا لیتی ہے دل کیا کہے چشم یا کسی ہے  
جو سہل ہو چکے ہیں وہ بڑی تعریف کرتے ہیں  
خود آرائی کہا نیک آنکھ سے اب آکھ ملنے دو  
تصدق بھولے پن کے حشر کتنے ہو چکے بڑے  
وہ درپردہ سیجائی کا یون اٹھا کر کرتی ہیں  
شراب عشق کی ناصح بُرائی ہم نہ مانیں گے  
فدا میں اپنے درد دل کے ایسے سخت کیسے ہیں  
مٹے ابرو کا بوسہ تو کروں تعریف بھی قائل  
جو کرتا آہ وزاری میں تو وہ مجھ پر برس لیتے

نشیلی ہے مگر نام خدا ہشیا کیسی ہے  
ذرا ہم بھی تو دیکھیں آپ کی تلوار کیسی ہے  
اٹھاؤ آنکھ یہ بیچ میں دیو کیسی ہے  
خبر اب تک نہیں آنکو مری رفقا کیسی ہے  
صبا سے پوچھتے ہیں نرگس کیا کیسی ہے  
ذرا چمکے تو بھر کھسے یہ پوچھیں کیا کیسی ہے  
وہ کہتے ہیں تری حالت مرے کیا کیسی ہے  
میں کیا جانوں بُری ہے یا بھلی جلو کیسی ہے  
نہ بارش ہے نہ چلتی ہے ہوا بوجھ کیسی ہے



<p>یہ کہہ کر جسم کا پشتارہ پھینکا روح نے آخر بدولت عشق کی دامن بھرا ہے لعل و گوہر ہے نگاہ ناز پر قربان ہو جانے دو عالم کو جو چمکتا ہے مزہ تیرا تڑپ کر مر ہی جاتا ہے</p>	<p>مرے سرفت کی آٹھون پہر بیگا کیسی ہے خدا رکھے مری سرکار بھی سرکار کیسی ہے ابھی سے پوچھتے کیا ہو مری تلوار کیسی ہے یہ شیرینی مین تلخی شربت دیدار کیسی ہے</p>
---	--

جلیل آسان نہیں ہے بوسہ لب مانگنا اُن سے  
ذرا سی بات ہے کہنے کو پر دشوار کیسی ہے

<p>مٹاتا ہے کسوارے دل یہی ہے ادھر لاؤ رولین گلے سے لگا کر چلا تھا وہ خنجر کہ موت آ کے بولی علاقہ نہو قطع کٹ جاے گردن جب اُس تیغ کے گھاٹ اُترے تو سمجھے تصور ہی مین اُسکو ہرچہ کے رہنا وہی بیکراری ہے دل کی لحد مین کوئی ٹھوکر اُسکو بھی قدموں کا صدقہ لہو ہو کے دل عاشقوں کے بہینگے مرے خون کا رنگ دیکھا تو بولے تیری جوارا ہے وہاں ہے ظالم کہا وصل مین چھیڑ کر مین وہی ہوں کہا اُس نے دیکھا جو عکس آئینے مین</p>	<p>مری جان تری عیش منزل یہی ہے ہمارا قدیم آشنا دل یہی ہے گلے سے اُتر تیری منزل یہی ہے سہارا غریبوں کا قاتل یہی ہے کہ دریائے اُفت کا سالن یہی ہے مرے ماہِ کامل کی منزل یہی ہے جو مر کر بھی تڑپے وہ بسمل یہی ہے ارے جانے والے مرادل یہی ہے اگر جانِ من رنگِ محفل یہی ہے کہ ہاں میری منہدی کے قابل یہی ہے کسے مین بتاؤں کہ قاتل یہی ہے جسے تم یہ کہتے تھے قاتل یہی ہے حسینوں مین اپنا مقابل یہی ہے</p>
---	---

نہیں جسکو غیرت وہ سائل یہی ہے	دوبارہ دیا بوسہ لیکن یہ کہہ کر
	<p>بلا تے ہیں یوں مجھکو خوبانِ عالم جلیل آؤ بیرون کی محفل یہی ہے</p>
<p>ستم ہے تیرا فسادِ ستم ہے مرے سر کی قسم کھانا ستم ہے اسے پیاسوں کو ترسانا ستم ہے مجھے بے ذبح تڑپانا ستم ہے ہمین سے ناز اٹھوانا ستم ہے دل نادان کو سمجھانا ستم ہے کرم ہے یا ترا آنا ستم ہے بھری محفل میں لٹجانا ستم ہے ترے خجرو کا بل کھانا ستم ہے بندھے جوڑے کا کھلجانا ستم ہے تمہارا آپ میں آنا ستم ہے</p>	<p>تڑپ کر اُن کا فرمانا ستم ہے ترے وعدے سے ہے تسکین لیکن بھری برسات میں یہ سُجھل ساتی پُجھری لی ہے تو قاتل پھیر بھی دے ہمین نے ناز کا سگڑٹھا یا کسی کمسن کو بہلانا ہے آسان مجھے دیکھا اور آپے سے گئے ہم ہجومِ یاس میں دل کھو گیا ہاے کمر میں رہ کے نازک ہو گیا ہے پڑے پھرتے ہیں دل کیا ہمارے وہ کہتے ہیں کہ تم بخود ہی اچھے</p>
	<p>جلیل زار کی حالت نہ بلو بھو کسی پر دل کا آجانا ستم ہے</p>
<p>اپنے ہاتھوں سے نکالوں اپنا ارمان تو یہی پھونکے تجھکو کسی دن آو سوزان تو یہی ایک غنچے سے کھلے لاکھوں گلستان تو یہی</p>	<p>چیر کر پہلو کو رکھ لوں دل میں پیکان تو یہی دلجو نکا صبر تو اے آسمان یقیناً تو ہے داغ کھانے کے لئے اتنا سادل تھوڑا نہیں</p>



کھو لکر جوڑا نکلتا اس ہوا میں قہر ہے  
 تم چھپا سکتے نہیں چوری دل پر داغ کی  
 بارغ میں دامن اٹھا کر تم چلو تو دو قدم  
 حسرت و غم کے سوا کچھ خاک بھی نہیں  
 پھر مرے دل سے تڑپنے کے لئے اصرار ہے  
 جو کیلئے میں اُسٹر آئے وہ صورت ہو ہی  
 چاندنی میں کیا تکلف ہے اٹھا بھی دو نقا  
 خنجر قاتل کی چالوں پر ابھی سنتے تو ہیں

منہ تمہارا جوم لے زلف پریشان توہی  
 بن کے بدنامی کا ٹیکا ہوسایاں توہی  
 غنچہ و گل خاک کر ڈالین گریبان توہی  
 تم مراد لے کے دلین ہو پشیمان توہی  
 پھر کلیجہ تھام کر میٹھو مری جان توہی  
 منہ تمہارے چڑھ کے ہو آئینہ حیران توہی  
 گرد پھر پھر کرفدا ہو مارہ تابان توہی  
 منہ پہ دامن رکھ کے روئیں زخم خندان توہی

شعر کیا زنگین کہے ہیں وصف لب میں جلیل

خون تھوکے رشک سے لعل بدخشان توہی

کھو کے دل میرا تہمین ناحق پشیمانی ہوئی  
 ایک دن بھی تو نہ اپنی رات نورانی ہوئی  
 بھکو بوسہ دیکے سب کے کیون پشیمانی ہوئی  
 سر و مہری کا تری ساقی نتیجہ تھا یہی  
 خاک صحرا دامن بھنون سے یہ غوغی رہے  
 دل تو سودائی سٹری ہے اُس نے کچھنی ہلکی  
 اللہ اللہ بھوٹ نکلا رنگ چاہت کا مری  
 چکو ہو سکتا نہیں دھوکا جوم شرین  
 بھکو چکر آگیا وہ ہاتھ سے چٹک کر گری

تم سے نادانی ہوئی یا مجھ سے نادانی ہوئی  
 ہم کو کیا اسے مہ جبین گر چاند پشیمانی ہوئی  
 اتنی سی تو بات ہو کہہ دو کہ نادانی ہوئی  
 آگ کے مولوں جو بکتی تھی وہ بے پانی ہوئی  
 مجھ سے آڑتی ہے مری سوار کی چانی ہوئی  
 آپکی زلفوں کو اتنی کیون پریشانی ہوئی  
 زہر کھایا میں نے پوشاک آپکی دھانی ہوئی  
 تیری صورت ہے ازل سے جاتی پچانی ہوئی  
 کشتی صہبا بھنور میں پڑ کے طوفانی ہوئی

لے اُڑی گھونگٹ کے اندر سونگا ہوئی  
 جان کر دشمن جو چلے جان میں جان آگئی  
 رات کو چھپکر نکلتی ہے میری آنکھ سے  
 چومتے ہی منہ پڑی رُخ پر پسینے کی نقا  
 کیا ضرورت کیوں کہے دشمن زبان سودگی با  
 لے صبا میں اور کیا دون قبر جنوں کیلئے  
 قبر پر روئش گئے وہ صورت شمع و چراغ  
 دل میں گھر کرنا پھر اپنے گھر کے جانی کا خیال  
 اشکباری پر مری ہستے ہن یوں ہر صبح کو  
 بھاننا چاہتا دل کو رہی خود دل میں کف  
 یار کے ہاتھوں ہوا جو کچھ ہوا اے تیغ ناز  
 آ کے شیشے کے گلے تک پھیل پڑتی ہو یہ شیخ  
 رفتہ رفتہ دیدہ تر کو ڈوبیا اشک نے  
 کر گئی دیوانگی ہکو بری ہر جسم سے  
 رہ گئے تم آنکھوں ہی آنکھوں میں زاہد لے اُلا  
 خون کی چادر مبارک باجیسا تلوار کو  
 شہید سے کیا کیا دکھاتی ہے اُتر کر دین ز

آج ساقی نے پلائی مے ہمیں چھانی ہوئی  
 بارک اللہ کس مزے کی تم سے نادانی ہوئی  
 سنیر و کچھو نیند بھی کھت سیلانی ہوئی  
 ایک نادانی سے دونوں کو پشیمانی ہوئی  
 ہے مری جانی ہوئی اور آپ کی مانی ہوئی  
 خاک تھوڑی سی چڑھا دیا مری چھانی ہوئی  
 کچھ گل افشانی ہوئی کچھ گوہر افشانی ہوئی  
 واہ صاحب یہ بھی کیا گھر جانی من مانی ہوئی  
 کہیے حضرت رات کیا کیا گوہر افشانی ہوئی  
 بدلے یوسف کے زلیخا آپ زندانی ہوئی  
 تیری عریانی ہوئی یا میری قریانی ہوئی  
 دختر ز بھی میانی ہو کے ستانی ہوئی  
 پانی رستے رستے کشتی میری طوفانی ہوئی  
 چاک دامانی سے اپنی پاک دامانی ہوئی  
 دخت رز کی ہنچوا جھی نگہبانی ہوئی  
 میان سے باہر نکل کر بھی عریانی ہوئی  
 سمٹی تو الجھن ہوئی پھیلی پریشانی ہوئی

باز دہی بانجی اداؤں نے جو خنجر کو جلیں  
 ذبح کرنے میں مرے قاتل کو آسانی ہوئی



وہ خود بھی لوٹ ہو صورت کچھ ایسی بھولی بھالی،  
 لطافت سے مرعوب تصویر خیالی ہے  
 قضا اک غیر تھی سو وہ ادا ہر مرنے والی ہے  
 تمہاری آرسی اللہ کیا تشدیر والی ہے  
 فروغ رخ نے اندھا کر دیا نظارہ بازون کو  
 بھرے آتے ہیں آنسو آنکھ میں جوشِ مذہب سے  
 قیامت کا مجھے ڈر کیا جو کل آتی ہے آج آے  
 نظر تک تو سما سکتی نہیں نگلی جاتی ہے  
 نہ سمجھا تھا کہ وہ تیرون سے بھر دینگے مرا پہلو  
 خوشی دل میں نہیں ساقی سرور آنکھوں میں خاکِ عمر  
 وہ کہتے ہیں کہ ہے سارا جہان دیدار کا خواہاں  
 جگر کی آہ سے اپنے ہی دکھ ہو گئے ٹکڑے  
 ترے ہوتے یہ اُسکو دیکھ سکتی ہے نہ وہ اُسکو  
 قد انکا باڑھ پر آیا ہے تو کیا کیا وہ تنہا  
 وہ دیکھو عکس بھی کچھ آئے ہیں کہتا جاتا ہے  
 رخِ نازک پہ دُھرا بوجھ ہو یہ کب گوارا تھا  
 جلیل اپنا تخلص ہے وظیفہ خوشحالوں کا  
 او برقِ جمال اب رخِ روشن کو چھپا لے  
 اُس زلف کے پھندے سے بھٹنا نہیں ممکن

جب اُس نر آرسی دیکھی ہے آنکھوں سے نکالی ہے  
 وہ پہلو میں ہے اور پہلو مرا خالی کا خالی ہے  
 بس اب کیا سوچ ہے لومیاں سیدانِ خالی  
 کھلی ہے صبح کو جب آنکھ تم پر آنکھ ڈالی ہے  
 نقاب اُس نے اٹھا کر اور بھی صورت چھپالی ہے  
 کہوں کیونکر میں اسے ساقی کہ میرا جام خالی ہے  
 تمہارے ساتھ کی کھیلی ہے میری دیکھی بھالی ہے  
 مریمجان آنکھ میں کس طرح تم نے آنکھ ڈالی ہے  
 نہ کہنا تھا رادھڑ بٹھو جگہ پہلو میں خالی ہے  
 پیالے کیا بھرن جب خیر و خیرِ شیشہ ہی خالی ہے  
 مری صورت نے یار جان کس جھگڑ میں ڈالی ہے  
 صبا کے ہاتھ ٹوٹیں کیسی ڈالی توڑ ڈالی ہے  
 بُرا ہو رشک کا آنکھوں میں کیسی چھوٹ ڈالی ہے  
 بنے ہیں اوچی برہمی قیامت کی بنجالی ہے  
 ہلا کرتے لب تصویر میں کیا جان ڈالی ہے  
 نقاب اُس نے اٹھالی ہو نظر تب ہنڈ ڈالی ہے  
 جلالی نام میں نامِ خدا شنِ جمالی ہے  
 اندھے ہوئے جاتے ہیں ترے دیکھنے والے  
 دن مانگ کوئی راہ نکالے تو نکالے

کانٹے بھی اگر چھوٹ گئے ٹوٹ کے اُنسے  
 مشتاق ہوں دین ہجرین اس درجہ قصا کا  
 سوئے سے نمودار ہوا بھرا ہوا ہون  
 تقدیر یہ دل کی کہ وہ نازک ہوے ایسے  
 کانٹے انہیں نشتر کی طرح جھیر رہو تھے  
 اب آپکو پردے میں چھپا رکھنے سے حاصل  
 تربت پہ ہین کچھ چھول بڑے نشتر قدم کے  
 آنچل جو ڈھلا شانے سے وہ تم سے نہ بچلا  
 کیون خاک نشینوں پہ یہ تیر دن کی جبر چھا  
 ہر آبلہ جلتا ہے مری گرم روی سے  
 نکلے تو کوئی یار سے تسکین کا پہلو  
 نمینے کے نہیں آبلہ و خسار میں دون  
 خوب آنکھوں میں رکھنے کے لئے دلو لیا تھا

پھوٹی ہوئی قسمت کو بہت روکینگے چھالے  
 آجائے تو پچکے سے کروں جان حوالے  
 یہ دل نہیں جسکو کوئی آنچل میں چھپالے  
 ارمان نکلتے ہی نہیں اُن کے نکالے  
 منہ کھولتے کب تک نہ مرے پاؤں کو چھالے  
 سب جان گئے حال مرادیکھنے والے  
 گزرا ہے ادھر سے کوئی دہن کو سنبھالے  
 مچکے ہوئے دلو کو کوئی کس طرح سنبھالے  
 اونچی نگاہوں سے ادھر دیکھنے والے  
 کانٹوں کی زبان پر کہیں پڑ جائیں نہ چھالے  
 ارمان نکالے کہ مری جان نکالے  
 یہ ٹوٹنے والے ہین تو وہ پھوٹنے والے  
 بس دیکھ لیا لاؤ کرو میرے حوالے

کچھ چھیر کے منہ چوم کے سینے سے لگا کے  
 جس طرح بنے آج جلیل اُن کو نالے

اب یہاں کیا ہے خدا کا نام ہے  
 مفت میں درو جگر بدنام ہے  
 صبح کیا ہوگی یہ جسکی شام ہے  
 آنگین میں نقش تیرا نام ہے

جان بھی نذرِ بُت خود کام ہے  
 بیقراری سے مجھے آرام ہے  
 گیسو شگون کا عالم کیا کہوں  
 دل کو ملتا ہے ارے تلوون سے تو



وہ تو آنکھیں پھیر کر چلتے ہوئے  
اپنے گھر تک میں لگا لایا اُسے  
اک مرے دم کے لئے کتنے ہیں گھر  
حور کیسی جان من کیسی پری  
مجھ کو ٹھہراتے تو ہو یہ جان لو  
مُنہ ترا دیکھے جو سوتے جا گئے  
زلفِ بے جان سے نہ دل نکالے نہ بل  
نزعِ مین ہوں بکھو ہوش اتنا نہیں  
پر وہ محفل میں مجھوں کے رقیب  
بسملِ بیخ نگاہِ لطف ہوں  
مست ہے قاتل تماشا دیکھ کر  
آہ اُس خورشید رو کی نصیب  
میں دعا مانگوں وہ ہو یارب قبول  
جان دیتے ہیں ہم اتنی بات پر  
کر بلا کی صبح کا عالم وہ ہائے

ہم ہیں اور اب گردِ دشنِ آیام ہے  
اے مقدر آگے تیرا کام ہے  
آشیانہ ہے قفس ہے دم ہے  
وہ لقب تیرا یہ تیرا نام ہے  
ساتھ میرے گردِ دشنِ آیام ہے  
صبح اُس کی ہے اُسی کی شام ہے  
جو وہاں ہے وہ اسیرِ دم ہے  
جان ہے لب پر کہ تیرا نام ہے  
شرم لیے مفت میں بدنام ہے  
کچھ ہے بچینی تو کچھ آرام ہے  
رقصِ بسمل ہے کہ دورِ جام ہے  
دیکھنا یہ صبح ہے یا شام ہے  
یہ مری کوشش وہ تیرا کام ہے  
جانِ نثاروں میں ہمارا نام ہے  
سو گوارا بتا کہ سوا دِ شام ہے

کیا عجب ہو صاحبِ باطنِ جاہل

گو بظاہر بندے آ شام ہے

میں طبلِ گلِ اسیرِ دم ہے

ہم چین آگے پیچھے پیچھے و ام ہے

رُخ پہ بکھری زلفِ عنبرِ فام ہے

بچکے جاہلین گے کہانِ صیاد سے

آنکھ میں ڈورون کا عالم دیکھے  
 پیئے والے کرتے ہیں تو بہ کا خون  
 اُن کی صورت دیکھ لی خوش ہو گئے  
 سیکرے میں جتنے ہیں سب بست ہیں  
 رُخ پہ نکلیگا کبھی خط سیاہ  
 دیدہ و دل سب ہیں شتاقِ جمال  
 نغمہ بلبس نے جادو کر دیا  
 کچھ سمجھ کر آہ میں کرتا نہیں  
 دونوں آنکھیں روہن چھریاں ہیں  
 ظلم کرنا بھی نہ ظالم چھوڑ دے  
 نے ہو گئی بھی کڑی یسکن نہیں  
 یاس پٹی ہے مری اسید سے  
 تجھے اے قاتل میں کچھ کہتا نہیں

یہ نیا آہوا سیرِ دام ہے  
 دخترِ رزمفت میں بدنام ہے  
 اُن کی سیرت سے ہمیں کیا کام ہے  
 ہاں ذرا چلتا ہوا اک جام ہے  
 جان لو تم ہر سحر کی شام ہے  
 گوشے گوشے میں تمہارا نام ہے  
 اب تو خود صیادا سیرِ دام ہے  
 وہ سمجھتے ہیں مجھے آرام ہے  
 اسکا غنہ اُس کا جادو نام ہے  
 کیوں کہوں تکلیف میں آرام ہے  
 بھول ہے ساقی اگر گلغام ہے  
 صبح سے دست و گریبان شام ہے  
 ہاں تری تلوار سے کچھ کام ہے

ہر حسین کے لب پہ ہے نامِ جلیل  
 اللہ اللہ کیسا پیارا نام ہے

اک سوا تیرے نظر ہو شر باکسی ہے  
 آئے دیکھئے جیسے یہ اداکسی کی ہے  
 دیکھئے آج وہ بن ثمن کے کہ صر جاتے ہیں  
 آہن کرتا ہوا پھرتا ہے یہ کون اسے بلبل

جان دے جبہ تھا ایسی اداکسی ہے  
 سامنے اپنے نہ آئے یہ حیاکسی ہے  
 ہم بھی ہیں غیر بھی رونوں میں تھا کسی ہے  
 تیرے گلشن میں بندھی آج ہو کسی ہے



<p>وہ دوا تھی مرے دل کی یہ دوا کسکی ہے          تجھ میں اے غنچہ ابرستہ حیا کسکی ہے          جیسی صورت ہے تری ماد نقا کسکی ہے          دم نکلاتا ہے جسپر وہ ادا کسکی ہے          وہ تو الفت کی سزا تھی یہ سزا کسکی ہے          یہ لگائی ہوئی ہاتھوں میں خفا کسکی ہے          یہ قبا اُتری ہوئی باد صبا کسکی ہے          تیرے دل میں ہے محبت تو تبا کسکی ہے          تو سلامت رہے یہ تیرے سوا کسکی ہے</p>	<p>دیکھو بوسہ تو اب دینے ہو دشنام مجھے          شور بلبل پہ ذرا بھی تو نہ منہ سے پھوٹا          تنجگو چاہا تو خطا اس میں ہماری کیا ہے          تو بھی قاتل ترا خنجر بھی یہ کھلتا ہی نہیں          ستم و جور سے تم ہاتھ اٹھا بیٹھے کیوں          خون میرا جو بہا یا تھا تمہیں یاد نہیں          دامن گل کی ہے بو باس عجب روح فزا          اپنی تعریف وہ سننے کو یہ فرماتے ہیں          جان کیا چیز ہے جسکو میں کروں تجھ سے عزیز</p>
---	--

آنکھ دلبر سے لڑی دل ہر مصیبت میں جلیل  
 کسکو ملتی ہے سزا اور خطا کسکی ہے

ہاے کیا شے لذت دیدار ہے  
 کہہ چکے ہم آگے تو منت رہے  
 چلبلا اک بُت مجھے درکار ہے  
 حور ہے قاتل پرمی تلوار ہے  
 اک حسین ایسا مجھے درکار ہے  
 جسجگہ اب حسرت دیدار ہے  
 اس نزاکت پر بھی کیا تیار ہے  
 اُن کے آگے در ہے جو دیوار ہے

وقت دید آنکھوں میں جان زار ہے  
 عشق ایدل جانتان آزار ہے  
 یا خدا تیری بڑی سرکار ہے  
 دیکھئے کسکی ادا کرتی ہے کام  
 اُن سے کہتا ہوں دکھا کر اُمنہ  
 تنہی کوئی صورت ان آنکھوں میں  
 جب پڑا پورا پڑا قاتل کا ہاتھ  
 اُن کے گھر میں آنا دیکھئے

اہو اک تار گر بیان بھی نہیں  
 چرخ ہم سے لاگ رکھے یا لگاؤ  
 آنکھ میں وہ سرمہ دنبالہ دار  
 ایر کی صورت رُلانا ہے ہمیں  
 ہو کے بسل کچھ تو آنسو پچھکے  
 تیغ ہی کے گھاٹ اُترنا ہو ہمیں  
 جان دینے کا ہواُن پر کیا اثر  
 کو کہن پتھر اگر کاٹے تو کیسا  
 کاش تم بھی اپنی جوتن دیکھتے  
 دیکھنے والوں کو سکتہ ہو گیا  
 وصل ہی کا نام جب ٹھہرا وصال  
 میں نے باہن ڈال دین یہ کچھ رات  
 رند سب سن لینگے واعظ کی مگر  
 چال کر کے مجھے کہتا ہے وہ شوخ  
 جسکا جتنا حوصلہ اتنی تلاش  
 تیشہ فراد کی سرِ یاد تھی  
 اب تو وحشت بھی وہ اگلی سی نہیں  
 ان کیون عاشقی ہیں مگر اندرے میں  
 تیرا رسم اسکو کہیں کیا دیکھ کر

دستِ وحشت کیون گلے کا ہار ہے  
 بھر غنیمت ہے پڑانا ہار ہے  
 میان سے اُگلی ہوئی تلوار ہے  
 چاند کا ہالہ گلے کا ہار ہے  
 زخم جو کھا یا ہے دامن دار ہے  
 جب لگا دو ہاتھ بیڑا پار ہے  
 جانتے ہیں جان سے بیزار ہے  
 ہجر کے دن کاٹنا دشوار ہے  
 بیو فانی کا جسے اقرار ہے  
 آج وان پردہ سر بازار ہے  
 آرزوے مرگ بھی بیکار ہے  
 اس گلے کے واسطے یہ ہار ہے  
 سُنکے پی جانا ذرا دشوار ہے  
 اب زمانے کی یہی رفتار ہے  
 تجھ کو عالم مجھ کو تو درکار ہے  
 عاشقی کا ہے کوئے بیکار ہے  
 طوق کیون میرے گلے کا ہار ہے  
 میرے ہی دل پر نگاہ پار ہے  
 ہم سے تو شیرِ مٹی نگاہ پار ہے



تو ہی تو ہر سو نظر آئے لگا دیکھے جنبش اُس نے ابرو کو کہا	لنترانی اب تری بیکار ہے لے یہ میرے نیچے کا وار ہے
---	--

شعر گوئی کی کس فرصت جلیل یہ تو اپنے درد کا اظہار ہے
--

پھول سے نازک سوار خسار ہے سُکراتے ہیں ادھر وہ اور ادھر آپسے آئے تھے نگو دیکھنے دل کو اپنے کیا کیا گھر کہوں ہمنے بھر پایا ترا مٹھ چوم کر سر چڑھاتے ہیں مرے دلو جین دیکھ کر دنیا کی رونق رنگ ہوں جانے بھی وہ نہیں بازار کو	بوسہ لینا بھی مجھے دشوار ہے پانی پانی موتیوں کا ہار ہے آپ میں آنا بھی اب دشوار ہے آج خلوت خانہ کل بازار ہے گالیوں کی رات دن بھر رہے اب یہی گل طرہ دستار ہے کون سے یوسف کا یہ بازار ہے جن کی ساری گری بازار ہے
---	--

آج کل جس حال میں ہم ہیں جلیل کیا کہیں کہیں بھی تو دشوار ہے
---

کیا لطف ہے اُس داغ کا جو دل میں نہیں ہے مشکل ہے ترے ساتھ رفیقو نگو بھی چاہوں کچھتا بھی ہے رکتا بھی ہے تنہا بھی ہے لیکن الفت کا دیا غم بھی ہے حسرت بھی قلق بھی آئینے میں کیوں عکس سے ہوتی ہے یہ تکرار	بیکار ہے وہ شمع جو محفل میں نہیں ہے عالم کی سمائی تو مرے دل میں نہیں ہے قاتل کی ادا خنجر قاتل میں نہیں ہے سب کچھ ہے مگر صبرِ مکر دل میں نہیں ہے جانے بھی دو کچھ جان متقابل میں نہیں ہے
--	--

ہر وار پہ اک جان سی آجاتی ہے تن میں  
 خالی جو مکان تھا تو بلاؤں سے بھرا تھا  
 اندر سے تجلی کہ رخ یار کے آگے  
 زخم جگر گل پہ کبھی ہونک افشان  
 خوشبو ہی خوش رنگ ہی پھول چمن کے  
 کیا دیکھ لیا قیس نے کہتا ہے جو سب سے  
 وابستہ گیسو کا ہوا راز نہ افش  
 قاتل کو نزاکت پہ بہت ناز تھا لیکن  
 کیا پھوٹ پڑی ہے ترے اک تیر کے ہاتھوں  
 بیخود ہے مے حسن کی مستی سے وہ مغرور  
 ناتقے میں تو وحشت تھی نہ ایسی دم رفتا  
 اغیار پھر اغیار میں باتوں پہ نہ جاؤ  
 قاتل کا ادب مد نظر ہے دم دیدار  
 پیاری ہے مزے کی ہے نکیلی تری مرگ  
 نازان ہوں کہ ہوں یار ترا چاہنے والا  
 ایمان شہادت کا کہیں خون نہ ہو جاے  
 موت آ کے کسی روز ہو لیجاے تو لیجاے  
 فرماتے ہیں زخموں سے مرے چو کو وہ ظہن  
 کھینچے ہوئے تلواریں وہ بالین پہ کھڑے ہیں

عیسیٰ میں ہے کیا جو مرے قاتل میں نہیں ہے  
 تم جیسے ہوا رمان کوئی دلمین نہیں ہے  
 یوں شمع ہے محفل میں کہ محفل میں نہیں ہے  
 اتنا بھی اثر مشورہ عنادل میں نہیں ہے  
 کیا بات ہے ایسی جو مرے دل میں نہیں ہے  
 میلی مری آنکھوں میں ہے محفل میں نہیں ہے  
 صد شکر کہ آواز سلاسل میں نہیں ہے  
 اک زخم بھی ہلکا تن بسمل میں نہیں ہے  
 اب کوئی علاقہ جگر و دل میں نہیں ہے  
 جو رونق محفل ہے وہ محفل میں نہیں ہے  
 لیے کی جگہ قیس تو محل میں نہیں ہے  
 جوان کی زبانوں پہ ہے وہ دل میں نہیں ہے  
 کوئی حرکت دیدار بسمل میں نہیں ہے  
 لیکن یہ ستم ہے کہ مرے دل میں نہیں ہے  
 جو کچھ ہے مرے دل میں ترے دل میں نہیں ہے  
 سنا ہوں کہ غصہ مرے قاتل میں نہیں ہے  
 تنہا تو گزر کو چہ قاتل میں نہیں ہے  
 لب بر ہے ہنسی کیوں جو خوشی لین نہیں ہے  
 یہ دیکھتے ہیں جان تو بسمل میں نہیں ہے



اقرار بھی کرتے ہیں وہ انکار بھی ہم سے  
 تیغ نگہ یاس نے کیا کام کیا ہے  
 کیا نقص جو بوسون کے نشان پڑ گئے رخ پر

بات کسی مرشدِ کامل میں نہیں  
 باتیں جلیل آپ تو کر لیتے ہیں نسخہ

میری طرف سے یہ بیخیالی سب نے اُنکو خیال کیا ہے  
 مبارک اغیار سے تعلق نئی ہے چاہت نیا عشق  
 تجھی کو جانا تجھی کو مانا تجھی پر دی جان عائبانہ  
 وصال ہو یا رہو میرا ہی اے جان جیسی مری  
 نظر اٹھائیں جو آری سوتوں سو پوچھوں میں نہیں  
 در محبت کا اک گدا ہوں پری کا طالب نہ حور کا  
 کہنا تک ایو و اعطو یہ جگر کی مری اٹھانے دو بخود کی

بس اب محبت سے ہاتھ اٹھاؤ بھلے کو کہتے ہیں مان جاؤ  
 نہ آکھو اس طرح مٹاؤ جلیل دیکھو تو حال کیا ہے

رات دل سے مرے اس درد کے نالے نکلے  
 عکس کو پیار سے جب دیکھتے دیکھا تو کہا  
 میری حسرت وہ نہیں میری مصیبت وہ نہیں  
 بادل اڑتے ہوئے دیکھے تو کہا مستون نے  
 آگے آنکھ میں اب خیر نہیں اشکون کی  
 ناز و انداز نے تنہا نہیں چلنے نہ دیا

گھر سے اپنے وہ کلیجے کو سنبھالے نکلے  
 لیجیے یہ بھی مرے چاہنے والے نکلے  
 میرے ٹالے جو ٹلے تیرے نکالے نکلے  
 لو ہو اُکھانے حسین گیسوؤں والے نکلے  
 ہاے کیون دل سے مرے نازوں کے پانچلے  
 ساتھ سب گوشہ دار میں کو سنبھالے نکلے

جو نہ مشتاق تھے وہ بھی ہوئے مشتاق چال  
 ہے رخصت کی وہ ساعت وہ اُداسی گھر کی  
 پھول لالے کے کھلے پہنے یہ جانا ساقی  
 دل کا پہلو سے نکلنا تھا کہ اُس کے ہمراہ  
 کاش نکلے جو مرے دل سے تمہارا ناک  
 میری اک جان ہر اقدارے یورش مرگانی  
 جان من خیر تو ہے آج کہ مر شام کو آپ  
 بات مطلب کی نہیں کوئی نقطہ باتین ہیں  
 بیوفا ہوئے ہیں مستوق پر اتنے بھی نہیں

منہ پر آشیل وہ اس انداز سے ڈالے نکلے  
 ہم بنگالے اُنہیں وہ ہلکے سنبھالے نکلے  
 رند ہاتھوں پر لیے مے کے پیالے نکلے  
 میرے آنسو مری آہیں مرے نالے نکلے  
 ساتھ اپنے کوئی ارمان بھی مرا لے نکلے  
 غول کے غول رسالے کے رسالے نکلے  
 زلفین سلجھائے ہوئے مانگ نکالے نکلے  
 نامہ یار بھی منطق کے رسالے نکلے  
 اک تہین سارے زمانے سے نرالے نکلے

اب کے صوفی بھی نہیں صاف دل افسوس جلیل  
 مسجد میں جن کو میں سمجھا تھا شوالے نکلے

اپنے رہنے کا ٹھکانا اور ہے  
 دیون ہی بجلی ہے سمندر حسن یار  
 موت کا آنا بھی دیکھا بار بار  
 ناز اٹھانے کو اٹھاتے ہیں سبھی  
 سنکے جسکو دل پہل جائے مرا  
 درد دل سنکر تہین نیند آچکی  
 رات بھر میں شمع محفل جل کجی  
 دل کو تڑپا کر جو وہ جانے لگے

یہ نفس ہے آشیانا اور ہے  
 اسپہ شوخی تاز یا تا اور ہے  
 پر کسی ہر دل کا آنا اور ہے  
 اپنے دل کا ناز اٹھانا اور ہے  
 داستان گو وہ فسانا اور ہے  
 بندہ پروریہ فسانا اور ہے  
 عاشقوں کا دل جلانا اور ہے  
 جان بولی اک نشاننا اور ہے



<p>سبے وفا بھلے زمانے کے حسین مست تیرے چوکنے والے نہیں چرخ نے رکھا نہ کچھ نام و نشان جان دینا ہے حیات جاودان ہم کہان بھر باغبان گلشن کہان پھوڑوں کیونکر در پیہر بخان بھولی بھولی اُن کی باتیں ہو چکیں</p>	<p>اک تجھی کو آزمانا اور ہے جان من جادو جگانا اور ہے اک مری تربت مٹانا اور ہے عشق ! تیرا کارخانہ اور ہے ایک دودن آب و دانہ اور ہے کوئی ایسا آستانہ اور ہے اب خدار گئے زمانہ اور ہے</p>
---	--

یار صادق ڈھونڈتے ہو تم جلیل

مشفق من یہ زمانہ اور ہے

<p>فیض آصف سو دکن میں وہ بہار آئی ہے کیا مزے کی سر پہ خانہ گھٹا جھائی ہے دل کے دشمن بھی دل آزار بھی یہ بت ہیں مگر زلف میں دل جو نہیں ہے تو اُلجھنا کیسا صف عشاق ادھر مجمع اغیار ادھر ہو گئی خواب شب وصل پر بات کا ہے وہ یاد کھجکے آنکھوں میں چُبی جاتی ہے دہین ظالم سب کی آنکھوں میں ہمیشہ اسے پھرتے دیکھا کنگھی بالوں میں جو کی کھنگھی چوری دل کی کہیں ملتا نہیں سسر امین پتا بسنوں کا</p>	<p>بڑھتی دولت کی گھٹا چار طرف چھائی ہے بال کھولے ہوئے گویا یہ پری آئی ہے کوئی تو بات ہے جو دل میں جگہ پائی ہے آج یہ پھر کسی وحشی کو لگا لائی ہے حشر کا ہے کو یہ ہے انجمن آرائی ہے اُنکا کہنا کہ نہ چھیڑو ہمیں نیند آئی ہے تیری تصویر نے کیا نوک پلاک پائی ہے تو تو پردے میں ہے صورت تری ہر جگہ کیسی الجھی ہوئی بات اپنے سنبھائی ہے روح لیٹے اُسے ہر سمت بکار آئی ہے</p>
---	---

اک نذا و حیان بٹا اور قیامت آئی ہر کلی کرتی ہے یوں بار و صبا کا شکوہ عشق کا دم بھی عجب دم ہے کہ اک مہنون کیا	پھر وہی عالم وحشت وہی تنہائی ہے اسی کبخت نے چولی مری مشکائی ہے خاک کتوں سے مرے پار نے چھوائی ہے
--	---

کیسے یحییٰ ہوئے دیکھے وہ حال جلیل

بولے ہے ہے یہ ہمارا وہی سودائی ہے

بہانا تھا نہ آنسو چشم تر سے کر و گے قتل کس کس کو نظر سے بھڑباتے تو ابھی ہو دل کو سر پر تلے ہو قتل پر کس بیگنہ کے خوشی سے جان دینے کو ہوں حاضر لگی ہے آگ بجلی سے گھٹا میں وہ اکثر چھوڑ کر دونوں میں اک تیر پلکنے کی ادا تلوار شہر سہری جو بیٹھا ہے کوئی پہلو دبا سے وہ اس پہلو میں آ بیٹھے ہیں جسم پڑی ہے حشر کو اٹھنے کی اٹھے	کہ میں رو رو دیا وہ ایسی برے نزاکت ہو چکی لو اب کمر سے گر او گے اسے کس دن نظر سے وہ دیکھو کھل پڑا خنجر کمر سے وہ دیکھیں تو محبت کی نظر سے الہی آتش تر آج برے لڑایا کرتے ہیں دل کو جگر سے لگا رکھا ہے اسکو بھی کمر سے اٹھا جاتا نہیں در در جگر سے تڑپ کر جا ملا ہے دل جگر سے ہم اٹھیں گے نہ تیری رہگزر سے
---	--

ہنسی ہوگی جو کوئی دیکھ لے گا

جلیل آنسو تو پلو پنجو چشم تر سے

وہ ہسم کو ہسم اُن کو اگر دیکھتے	عجب سیر اہل نظر دیکھتے
---------------------------------	------------------------



اگر وہ مری چشم تر دیکھتے  
 چھلک اُن کے رخ کی جدھر دیکھتے  
 ترسے آنسوؤں میں جو ہوتا آنسو  
 پڑھائی تھی ہٹی اُنہیں غیر نے  
 کمر باندھنا تھا نہ بیدار اور  
 مزہ تھا سماتے جو آنکھوں میں تم  
 اُنہیں اپنے ہنسنے سے فرصت کہاں  
 پھلاوا تھا بجلی تھا سیلاب تھا  
 رہی آرزو اسکی اے شامِ غم  
 نہ تم بیٹھ رہتے جو چھپ کر کہیں  
 اُسے دیکھ لیتا جو تو آنکھ سے  
 مجھے حال پر اپنے کیا ہو نظر  
 ترا حسن سکر تو یہ حال ہے  
 بہت رہ چکے حضرت غم یہاں

نہ آئینہ دود و پیر دیکھتے  
 اُسی رخ کو اہم عمر بھر دیکھتے  
 یہ دن کہوں ہم اے چشم تر دیکھتے  
 مرا خط وہ کیوں نامہ بر دیکھتے  
 ذرا اپنی نازک کمر دیکھتے  
 تہین دیکھتے ہم جدھر دیکھتے  
 وہ کیوں میرے زخمِ بگڑ دیکھتے  
 اُسے کس طرح بھر نظر دیکھتے  
 کبھی ہم بھی روئے سحر دیکھتے  
 ہمیں لوگ کیوں در بدر دیکھتے  
 تجھی کو ہم اے نامہ بر دیکھتے  
 گزرتی ہے اُن کی نظر دیکھتے  
 قیامت ہی ہوتی اگر دیکھتے  
 کرم کرتے اب اور گھر دیکھتے

مزے میں گزرتی اگر ہم جلیل  
 رخِ زلف و شامِ دسہر دیکھتے

لطفِ صحبت مے و معشوق سو دن رات رہے  
 میری الفت میری صورت سے وہ پہچان گئے  
 میں نے مانا کہ میری یاد نے سونے نہ دیا  
 سالہا سال گویا ہن برسات رہے  
 اب خدا ہے جو ہے اُن کے ملاقات رہے  
 خیر اب یہ تو ہوا ارشاد کہاں رات رہے

تیرے افسانے رہے میرے حکایات رہے  
 آئے وہ رات گئے چلے گئے کچھ رات رہے  
 اُن کو اس بات کی ضد ہے کہ مری بات رہے  
 مسجد وں میں رہے یا دُفعہ خرابات رہے  
 ہمنے چاہا تھا کہ تا حشر یہی رات رہے  
 ہاے وہ دل جو تری یا دین دنرات رہے  
 گالیاں کچھ انی پڑ جائیں تو کیا بات رہے  
 ایسے مغرور سے کیا رسم ملاقات رہے  
 ایک دل اور ہزار وں ہی خیالات رہے  
 بات وہ کر کہ زمانے میں تری بات رہے

شمس و پر و اندہ ہوں یا بھل و گل ان سب میں  
 ہم نے جانا شب و وصل کا آہ جانا  
 جان جاتی ہے کسی کی تو بلا سے جاے  
 جب ترے مست ہی ٹھہرے تو ہمیں یکساں ہے  
 وہ دم صبح گئے کر کے قیامت برپا  
 حاصل عمر ہے دم بھر ہو اگر دل یک سو  
 کہتے ہیں وصل میں تم چھیرے ہی جاتی ہو مجھے  
 جب وہ ملتے ہیں تو گھڑیوں نہیں ملتا ہوتا  
 انجمن کا تھا مزہ گوشہ تنہائی میں  
 حضرت عشق پہ سمجھاتے ہیں نا صبح بنگر

اُٹھکے ہم دیر سے جاتے ہیں جو کہنے کو جلیل  
 سب یہ کہتے ہیں کہاں قبلہ ماجات رہے

درود پوار سے آئین کی صدا آئی ہے  
 یاد کیا کیا تری ستانہ ادا آئی ہے  
 آگ میں آگ لگانے پہ جوا آئی ہے  
 آئیے سو رہیں اب رات سو آئی ہے  
 کوچہ زخم سے جنت کی ہوا آئی ہے  
 جان لینے کی قضا کو جو ادا آئی ہے  
 شمع کے ساتھ ہی تربت پہ ہوا آئی ہے

پہر آصف مرے لب پر جو دعا آئی ہے  
 جھوٹا آج جو ستوالی گھٹا آئی ہے  
 بولے گل لیکے نفس میں جو صبا آئی ہے  
 ہاے وہ کھولکے جوڑا یہ کسی کا کہنا  
 تو بھی ٹھنڈا رہے قاتل جو کیا دل ٹھنڈا  
 جانے یہ بھی تصدق کسی معشوق کا ہو  
 دل جلا نامرے ماتم میں کچھ آسان نہیں



شامِ غربت وہ بہاری تھی جو سیلے بنگر  
 مدتوں تیج رہی ہے کمرِ قاتل میں  
 دیکھتا یہ ہوں کہ ان نازِ بھری آنکھوں میں  
 ایسے نازک کہین پا بسندِ خنا ہوتے ہیں  
 تم بھی رخسار پہ زلفوں کو ذرا بکھرا دو  
 خشک پھولوں کا مری قبر پہ اب تک ہر پہر  
 نہیں معلوم کہ صبر آج گری برقی جمال  
 تو یہ کرنا ہی تھا نئے سے کہ فلک ٹوٹ پڑا  
 کچھ جوانی کا پتا دیتی ہیں کچھ سپین کا  
 دیکھو بیل کوئی گلشن میں شاگوف نہ کھلے  
 مجھ میں یہ جان کہاں تھی کہ میں نالہ کرتا  
 اہلو کیا بیل و گل میں ہے کوئی بات اگر  
 کس کا دل خون نہیں ہے چہن عالم میں  
 حسنِ اخلاق بھی ہے حسنِ جوانی کی طرح  
 جیسے بھنوں سے گلے ملنے چلی ہو سیلے

ایک برچی سی لگی ہے جگر و دل پہ جلیل  
 کبھی غربت میں وطن کی جو ہوا آئی ہے

نجد میں قیس کو دیوانہ بنا آئی ہے  
 جب کہین اسکو چکنے کی ادا آئی ہے  
 راہِ پائی ہے کہاں سے جو حیا آئی ہے  
 ہاتھ دھو ڈالے ہیں رنگت جو ذرا آئی ہے  
 کالی کالی سو گزار گھٹا آئی ہے  
 جسے سو گھا ہے انہیں بوئے وفا آئی ہے  
 ہاے دل ہاے کیلجے کی صدا آئی ہے  
 کیا برستی ہوئی رمدون پہ گھٹا آئی ہے  
 ساتھ شوخی کے جن آنکھوں میں حیا آئی ہے  
 بات کیا ہے جو دبے پاؤں صبا آئی ہے  
 تھے توڑا ہے جو دل اسکی صدا آئی ہے  
 یہ صبا تھی جو زمانے میں اڑا آئی ہے  
 پتی پتی سے ہیں بوئے خنا آئی ہے  
 جھمک گئی ہیں تری آنکھیں جو حیا آئی ہے  
 اس طرح تا بکر زکعت رسا آئی ہے

میں سمجھا ہوں مرے دل کی دوا آئی ہے  
 زلف کے حقے میں چوئی کی ادا آئی ہے

تیرا یہ ہے یہ کہتا کہ قضا آئی ہے  
 آنکھ میں اُن کی قیامت کی میا آئی ہے

قیس کی خاک بھی کیا اپنے محل پہنچی  
 دل کے ہوتے ہوئے کیوں اور کو پامال کرو  
 سچ ہے تم نے تو لگا یا نہیں منہ غنچوں کو  
 طور و موسے کا بھی قصہ ہے زمانے سے جدا  
 لاشیں جنہوں نے رہی گور و کفن کی محتاج  
 رات بھر گر پڑے شبنم سے جو غنچے تھے اُداس  
 پائو سی ہو پستیر یہ کچھ آسان نہیں  
 بزمِ ماتم میں کوئی کچھ بیچ رہا ہے دم سرد  
 بھونکے دیتی ہے بجے یا درے ساتی کی  
 جیسے جی وہ نہیں ملتے کبھی مشتاقوں سے  
 دونوں میں دشمن جان آگ ہو یا پانی ہو  
 کیوں نہ فرما دو شیرین کی خبر کا ہولین  
 دامنِ شامِ جدائی میں ہو وسعت کسی  
 اک سوا اپنے زمانے سے وہ بیگانہ ہیں  
 اک ذرا تر چھی نظر کی کہ پڑی دل پہ چھری  
 یہی برسات تو ہے نشو و نما کا موسم  
 ہم تو اس بات کے ہین دیکھنے والے شیخ

قبر لیٹے پہ صبا اُسکو چڑھا آئی ہے  
 میرے تلوون سے لگی ہے جو خاکی ہے  
 ان میں پھر کس کے تبسم کی ادا آئی ہے  
 بعد کو برق گری پہلے صدا آئی ہے  
 خاک اڑاتی ہوئی صحرا کی ہوا آئی ہے  
 صبح ہوتے ہی ہنسانے کو صبا آئی ہے  
 اُن کے قدموں میں تو پس پس کر خاکی ہے  
 اللہ اتر سرے پھولوں میں صبا آئی ہے  
 آگ برساتی دھواں ہار گشت آئی ہے  
 آدمی زاد میں حوروں کی ادا آئی ہے  
 غصہ اُترا ہے تو اب اُن کو حیا آئی ہے  
 کوہ سے بھی وہی کجنت صدا آئی ہے  
 یہین آئی ہے فلک کے جو بلا آئی ہے  
 دل بھی آیا ہے کسی کا تو حیا آئی ہے  
 ایسی ہی آئی ہے جو اُسکو ادا آئی ہے  
 دل بڑھاتی ہوئی مستوں کا گھٹا آئی ہے  
 کہ حسینوں میں کہاں سے یہ ادا آئی ہے

شعر خوانی پر تری سب کو گمان ہے یہ طویل  
 بزمِ بین روح امیر الشعرا آئی ہے



بھانے نیند اڑی کس کی فغان  
 کہوں کیا اضطرابِ دل زبان سے  
 بھوین میں کس لئے قاتل کشیدہ  
 مری جو بات ہے وحشت بھر رہی ہے  
 نگاہیں کہہ رہی ہیں رازِ دل کا  
 انہیں چمکا رہا ہوں چاند کہہ سکر  
 کسی کا راز ہے برسوں سے دل میں  
 وہ نازک ہاتھ رکھے ہیں جو دل پہ  
 زمین شعر ہم کرتے ہیں آباد  
 ہم ایسے ناتوان وہ ایسے نازک  
 شمیم گل نے بڑھ کر جال مارا  
 تڑپ سیر رہی ترقی کر رہی ہے  
 مردہ پر تختِ دل قدرتِ خدا کی  
 یہ رنگت ان کی باتوں میں نہ کیوں ہو  
 خدا رکھے چمن کا پھول ہو تم  
 عروج اپنا ہے وجہِ خاکساری  
 وہ باتوں میں دیا کرتے ہیں تسکین  
 زبان تو دیکھتے ہیں دشمنوں کو  
 بڑا سنگرتھا شعر و شاعری کا

خفا میں آج اپنے پاسبان سے  
 رہے جاتے ہیں سب پہلو بیان سے  
 کچھ ہیں نیچے کیوں نیچان سے  
 کہ آئی دل میں اور نکلی زبان سے  
 ادھر مجھے ادھر اُس بدگمان سے  
 عوض لینا ہے مجھ کو آسمان سے  
 اب اُس کو ہم نکالیں کیا زبان سے  
 اٹھا جاتا نہیں در و نہان سے  
 چلے آتے ہیں مضمون آسمان سے  
 اٹھائے کون پردہ درمیان سے  
 قدم باہر جو رکھا آشیان سے  
 زمین ٹکرا بھائے آسمان سے  
 مرے کانٹوں میں پھول آؤ کہاں سے  
 جگر میں چٹکیاں لی ہیں زبان سے  
 ہنسو کھیلو نسیم بوستان سے  
 زمین ہم نے نکالی آسمان سے  
 ٹھہر جاتا ہے دل چلتی زبان سے  
 کرین اقرار اب وہ کس زبان سے  
 اٹھا کیونکر جلیل ناتوان سے

چمکتا ہے یہ تیغ خونچکان سے  
 گرے جس طرح تنکا آشیان سے  
 اسے پوچھو کسی جادو بیان سے  
 مرے نالے جو گزرے آسمان سے  
 کہ وہ کچھ کہے اُٹھیں جلکر زبان سے  
 لگا رکھا ہے سنگِ آستان سے  
 کہو تم لاکھ سخت اپنی زبان سے  
 نکالا ہم نے یوسف کاروان سے  
 گری پڑتی ہے بھلی آسمان سے  
 اُٹھایا اک مجھی کو آستان سے  
 وہ کچھ کہتے نہیں اپنی زبان سے  
 بتوں میں شوخیان آئین کہان سے  
 یہیں سر پھوڑ میں سنگِ آستان سے  
 اُڑی جاتی ہے بلبلِ آشیان سے  
 ادا ہوتا ہے تمہا مطلب زبان سے

کر لگی سرخ و آج امتحان سے  
 نگاہِ گل سے بیل یون گری ہے  
 تمہاری چشمِ جادو میں ہے کیا وصف  
 کھلین کچھ اور بھی راہیں ستم کی  
 کہا محفل میں اُن کو شمعِ محفل  
 تمہاری نذر کو بھنے سر اپنا  
 جھڑینگے پھول ہی منہ سے تمہارا  
 ہزاروں میں انہیں چُنکر دیا دل  
 نگاہِ شوخ اُٹھا کر کس نے دیکھا  
 پڑے تھے درپہ پردے وہ نہ لٹے  
 ادا اک یہ بھی ہے دل مانگنے کی  
 خدا سے پوچھ دے لے شیخ اتنا  
 کہان اب پھوٹی قسمت لیکے جائیں  
 کلی سے بُو کلی کی پھوٹ نکلی  
 لگا کر تیرا دل پر وہ بولے

یہ باتیں آگئیں تم کو کہان سے

جلیل ایسا نہ سمجھے تھے تہین ہم

آزاد ہر خیال سے مست خیال ہے  
 بلبلِ شکستہ بال ہے گلِ خستہ حال ہے  
 اپنا نہیں خیال تمہارا خیال ہے

دیدار کی ہوس ہے نہ شوقِ وصال ہے  
 دستِ فلک سے بارِ جہان پائمال ہے  
 بدنامیوں کے خوف سے جینا و بال ہے



جائے کبھی نہ دل سے وہ تیرا خیال ہے  
 تم خود نہ ہو اسیر کہین مجھ کو پھانس کر  
 فتویٰ دیا ہے مفتی اب رہا رہا نے  
 کہہ دو یہ کو کہن سے کہ مرنا نہیں کمال  
 آنکھیں بتا رہی ہیں کہ جاگے ہو رات کو  
 کیونکر نباہ تجھ سے ہوا سے دشمن آشنا  
 یہ اشکِ خون نہیں جو ٹپکتے ہیں آنکھ سے  
 رحمت کا جس نے حشر میں دریا بہا دیا  
 ان گھرِ خون سے مل کے ہوا کون سرخرو  
 زینت سے دعا ہے کہ آنکھوں میں گھر کرین  
 برساؤ تیرے مگر اتنا جان لو  
 تنکواٹھا کے رکھ لوں کلیجے میں آنکھ میں  
 اس سادگی پہ لاکھ تکلف نثار ہوں  
 آنکھیں لڑا کے اُن سے ہم آفت میں پڑ گئے  
 یہ کہ کے ہائے شمع بھی خاموش ہو گئی  
 پھندوں میں وہ پھنسا گئے دیکر زبانِ صل  
 نقشِ قدم پکارتے ہیں کوئے یار میں  
 بنتے ہیں اپنے منہ سے سیکا بنا کرین  
 پانی میں جیسے پھول کنول کا کھلا ہوا

آئے کبھی نہ دل میں وہ تیری مثال ہے  
 دل میں سما کے دل سے نکلنا محال ہے  
 تو بہ کا خون بادہ کشون کو حلال ہے  
 مر مر کے ہجر یار میں جینا کمال ہے  
 ان ساغرون میں پوئے شربِ محال ہے  
 تیرا خیال کچھ ہے مرا کچھ خیال ہے  
 کچھ ماجرا جگر کا ہے کچھ دل کا مال ہے  
 وہ ایک قطرہ عرقِ انفعال ہے  
 ہم ہاتھ مل رہے ہیں حنا پا کمال ہے  
 رخسار پر جو خال ہے کاجل کا خال ہے  
 پہلو میں دل ہے دل میں تہا خیال ہے  
 لیکن تمہارے ناز اٹھانا محال ہے  
 منہدی نہیں لگائی مگر ہاتھ لال ہے  
 پلکوں کی ہر زبان پہ دل کا سوال ہے  
 دل کی لگی زبان پہ لانا محال ہے  
 اک دل ہے اور لاکھ طرح کا خیال ہے  
 بیٹھا جو اس جگہ اُسے اٹھنا محال ہے  
 روشن ہے خلقِ بد جو مریضو کا مال ہے  
 یوں دیدہ پُر آب میں وہ نونہال ہے

وہ تھا تراکمال یہ میرا کمال ہے  
کوئی اُٹھا کے دیکھ لے اُٹھنا کمال ہے  
اتنی سی بات کا تمہیں اتنا ملال ہے  
اتنا نہیں خیال کہ کس کا خیال ہے  
پایا تجھے تو آپ کو پانا کمال ہے

جب بدر ہو کے چاند گھٹایا رنے کہا  
مین دامن نیاز میں اشکِ چکیدہ ہون  
بہت کہد یا جو میں نے تو اب بولتے نہیں  
کیا بخود ہی ہے عشق میں قربان جائے  
دریا سے دور رہنے میں قطر کا ہے وجود

پوچھا جو اُن سے جانتے ہو تم جلیل کو  
بولے کہ ہاں وہ شاعر نازک خیال ہے

ہو نہیں سکتی دوا بیمار سے بیمار کی  
دلین رہ کر سیر کرتا ہے کوئی گلزار کی  
آج ان چھریوں نے رکھ لی آبرو تلوار کی  
کیا گری ہو ٹوٹ کر تو بہ ترے بخوار کی  
شکل پہچانی نہیں جاتی ترے بیمار کی  
آج دیکھیں تو رسائی گیسو خمدار کی  
جاؤ بھی چہ منے صفائی دیکھ لی تلوار کی  
ایک اک خم پر لگی ہے آنکھ ہر بخوار کی  
نبض بھی دیکھی نہیں جاتی ترے بیمار کی  
لون میں آنکھوں سے بلائیں گیسو خمدار کی  
آنکھ پر آج پڑتی ہیں نگاہیں بیمار کی  
برجھپیوں کے سامنے چلتی نہیں تلوار کی

اور اُن آنکھوں نے میری دلی حالت زار کی  
زخمِ دل میں گل کی رنگت داغِ دل میں گل کی بو  
قتل کر ڈالا دم بسمل اداؤں نے مجھے  
دیکھا ہے ہر مہمان جامِ سے گل رنگ پر  
تیرے آنکھوں کے بدلنے سے مسیحا یہ ہوا  
پاؤں پر ہم دل کو رکھ دین تم بھی جو رکھو  
سہیل ابرو پر نہ آتا قتل کا جب لطف تھا  
مہر کی ان پر ضرورت کیا ہے اور چہ نہان  
ہاتھ کیا عیسیٰ لگائیں گے کہ صورت کی طرح  
بینچہ مڑگان سے اور اُن کے سنور جائیگے بال  
خیر ہو یا رب کہیں وہ خود نہ بن جائیں قریب  
جُنُبش ابرو سے پہلے قتل مڑگان نے کیا



خون کر کے وہ ہمارا بھر گئی وہ ست آنکھ قتل کرتی ہے ہین کن جینون کی اٹھان شوخیوں سے اُسکی بچینی کا عالم دیکھیے دید کے طالب تھے موسیٰ طور کو تھی کیا خبر	ایک ہی چل دین نیت بھر گئی مینوار کی ان نئے پودھوں میں گویا بارہ ہر تلوار کی میری آنکھوں میں پھر کرتی ہر صورت یار کی بھونک کر رکھ دیگی بجلی جلوہ دیدار کی
--	---

یار کو دیا بین الزام جفت کیونکر جلیل  
میرے سب شکوے اور اسکی ایک چتون پیا کی

دیکھنے پر اُن کے اب تسکین ہے بیمار کی کیا بھون شوخی سے چلتی ہین ٹھہرتی ہی نہیں سامنے زلف آپڑی ہے آنکھ کیونکر اٹھ سکے لوٹ جانے سے ہین مطلب نظارہ ہونہو جلوہ محبوب سے خالی نہ دیکھا دل کوئی اپنے منہ سے کر چکے انکار وہ کیا کیجئے اب سوال قتل پر ملنے لگا سوکھا جواب سیری وحشت ہو گئی گردِ ست قاتل کی شریک دخترِ رز نے دیے چھینٹے کچھ ایسے سابقا آنسوؤں سے اپنی آنکھوں میں جگہ تل نہرتی پی نہو جس نے کبھی کیا جانے وہ موکا مڑ اپچی بنکر نکلتے ہین خدا کی شان ہے ڈھونڈتی ہے آرزو دل سے نکلیا نیکیا	چاٹ سی کچھ پڑ گئی ہے شربت دیدار کی جوا داسے چلتی پھرتی چھاؤں ہے تلوار کی سج کہا ہے رات بھاری ہوتی ہے بیمار کی تم ہی کہدو مجھے طاقت ہین دیدار کی آئینے ہن سیکڑون اور ایک صورت یار کی اب وہاں قسمت سی گنبا کش نہیں اقرار کی آبداری کیا ہوئی قاتل تری تلوار کی دھجیان اڑتی پھر سینگ زخم دامنہ کی پانی پانی ہو گئی توبہ ہر اک مینوار کی ہو گئی کیونکر سائی حسرت دیدار کی دیدہ موسیٰ سے لذت پوچھیے دیدار کی اس کمر پر چھونک اٹھا لیتے ہین تلوار کی پار ہو جاے کوئی برجھی نثار کی
---	---

چاہتی ہے خون پی لے عاشق جان باز کا چشمِ دل میں بحث تھی بوسے کا موقع مل گیا ہو سبک رفتار کتنی ہی نسیم صبح دم رکے اُس نازک کمر میں جوڑ اُس کا ہو گئی ناوک نازک ذرا دیکھے ہوئے سنبھلے ہوئے جیسے شرمیلی دھن گرون جھکالے شرم سے	آبداری پر بھی ایسی پیاس ہے تلوار کی مرگ دھیسلی میں جو گزری بن پڑی بیمار کی آنکھ کھلتی ہے پھر بھی نرگس بیمار کی کیا مزہ دیتی ہے چلتے میں لپک تلوار کی دل سے جو لپٹی ہوئی ہے آرزو ہے یار کی وہ ادا ہے خون میں ڈوبی ہوئی تلوار کی
---	---

کچھ پھلے پھولے نہ یہ نازک خنائین لے حلیل  
بے کھلے مہجائیں کلیان مرے گلزار کی

نگہ سے قتل کر دین یہ ادا نہیں آتی ہمارے رنگ پریدہ کا صبر پڑھ ہی گیا دل مریض کی یارب ہو خیر سینے میں ہماری آنکھ پھر ہی نزع میں وہ کہتے ہیں مزار والے قیامت کی نیند سوتے ہیں یہ کیا بلا ہے کہ دل پر تو چھائی جاتی ہے جھک کے آتی ہے کیا سر پہ ناز میں تلوار وہ اتھ بھی نہیں اُسکو لگاتے ہیں جب تک خدا کی شان میں تیسرہ لگائیں گے نکل ہی آئیگا پہلو مرے تڑپنے کا گلی تک آجکی جانا صبا کو دھبہ ہے	لگائیں تیغ وہ کیونکر لگا نہیں آتی خدا وہ ملتے ہیں رنگت ذرا نہیں آتی شکستِ دل کی بھی اتھو صدائیں آتی یہ روٹھ جانے کی ہم کو ادا نہیں آتی پُکارتا ہوں میں کب سے صدائیں آتی ہمارے ہاتھ وہ زلفِ رسائیں آتی قضا بھی آتی ہے پر یہ ادا نہیں آتی کسی کے خون میں پسکر سنائیں آتی کسی سے آنکھ بھی جن کو لگا نہیں آتی ادا سے کہہ دو کہہ کو ادا نہیں آتی یہ مُشتِ خاک ٹھکانے لگا نہیں آتی
--	--



بھڑک ہی جائے گی جو آگ ہے دبی لہین	جگر کے چاکے کس دن ہوا نہیں آتی
عدو سے مل کے مجھے خاک میں ملا دیتے	ہزار شکر کہ اُن کو دفن نہیں آتی
حلال کرتے ہو وہ بھولے پن کی باتوں سے	پھر اس پر کہتے ہیں مجھ کو جفا نہیں آتی

جلیل یون تو وہ باتیں بہت بنائے ہیں  
کسی غریب کی بگڑی بسا نہیں آتی

ہمارے درد کی اُن کو دوا نہیں آتی	جفا تو آتی ہے لیکن دفا نہیں آتی
دل و جگر کے دھڑکنے سے خاک تسکین ہو	لگے ہیں سینے میں پنکھے ہوا نہیں آتی
پیا سبرچہ ہمارے بنجانے کی گزری	مرے جیسے کی اُدھر سے صدا نہیں آتی
یہ ایک کھیل تھا دل میں جو چٹکیاں لالین	بہت ہی بھولے ہیں اُن کو جفا نہیں آتی
وہ دیکھو آئینہ میں کوئی گھورتا ہے نہیں	حیا کی لیتے ہو اب کیون جیسا نہیں آتی
بہت نہ شوخ مزاجی کرو یہ محشر ہے	بُتو خدا سے بھی ٹکھو جیسا نہیں آتی
میں جانتا ہوں ہوا دشمنوں نے ہانڈھی	ادھر جو تیری گلی کی ہوا نہیں آتی
نگاہیں پردے ہی پردے میں کام کرتی ہیں	یہ تیر چلتے ہیں لیکن صدا نہیں آتی
بسبحی کو خوف ہے میری شبِ جدائی کا	پکارتا ہوں قضا کو قضا نہیں آتی
بلا کی زلف ہی آنکھیں بلا نگاہ بلا	مرے سران میں سے کوئی بلا نہیں آتی
شبِ فراق کو آسمان نکل جائے	ہمارے گھر کوئی ایسی بلا نہیں آتی
مرے تو ہوش ہی اڑتے ہیں دیکھ کر ساقی	پری یہ آتی ہے اڑ کر گھٹا نہیں آتی
اداے یار سے ہشیار اے دلِ نادان	کہیں پکار کے ظالم قضا نہیں آتی
فراقِ آتشِ تریں وہ کونسا دن ہے	کہ دل میں آگ لگانے گھٹا نہیں آتی

<p>ہوا ہوں کون سے پردہ نشین کا مین بہا اداکے ہوتے قضا کی دعا میں کرتا ہوں اب آپ غیر کا دل لیکے سو گھٹتے کیس ہیں کلی کی طرح جو وہ منہ پھلاے رہتے ہیں</p>	<p>ٹھکے دل سے زبان تک دعا نہیں آتی یہ دیکھتا ہوں کہ آتی ہے یا نہیں آتی ہر ایک مچھول میں بولے دعا نہیں آتی کچھ اُن سے بار صبا تو لگا نہیں آتی</p>
---	--

شگفتہ خاک ہو غربت میں غنچہ خاطر  
جلیل اپنے چمن کی ہوا نہیں آتی

<p>انہیں عادت ہیں لذت ستم کی کہوں کیا در و دل کبے بڑھا ہر قدم جو بیگے تیرے ہو کے پامال مری آنکھوں سے آنسو کیون نہ برہین سرون پر چلتی پھرتی اُس کی تلو شبہ اُس مست کی لیتا ہے مانی جو چلنے میں کرنے جھونک کائی ہوے جو سرخرو اُن کی دعا ہے الہی سر دشمن مجھ کو ملجا ہے جو خطا میں نام محبوب آگیا ہے یہاں تک اُن کے وعدے جھوٹ لگو وہ زکف مشکبو بکھری ہوئی تھی یہاں تک اُن کو رازِ خط کا تھا پاس</p>	<p>اُدھر شیراد و حرقہ دیر چکی نکاہِ لطف تم نے جبے کم کی چلین گے چال ہم نقش قدم کی گھٹا چھائی ہوئی ہے دلپہ غم کی نظر آتی ہے چھان ابر کرم کی مزدہ دیجاے گی نغزِ ش قسم کی بلا میں زلف نے لے لین قدم کی کہ دونی باڑھ ہو تیخ و دم کی مصیبت جھیلنی ہے شامِ غم کی زبان چوسی ہے کاغذ نے قلم کی قسم کو بھی ہوئی حاجت قسم کی کھلی چوری نسیم صدم کی کہ خانے کی زبان پہلے قلم کی</p>
--	--



بھر آنے در و سے گو دل ہمارا  
کہ درت دل میں ہے نبھتے ملیں کیا  
شباب آیا غضب ڈھاؤ گے اباور

جگہ پھر بھی نکل آئی ہے غم کی  
انکھی ہے بیچ میں رہو غم کی  
وہ چھوٹیں کو اپن نکل ستم کی

جلیل اُس زلف شکون کی جھپے یا و  
درازی بڑھ گئی ہے شام غم کی

پہلی جاتی ہے مشق اُن کے ستم کی  
کیا وعدہ لیا اخفا کا وعدہ  
بچا ہے تلو درد دل سے کیسا کام  
اندھیرے میں وہ جانکلی کہیں او  
زمین پر اس ادا سے پاؤں رکھا  
شبہ اسکی نہ بول اُٹھی تو بہزاد  
ہیشہ قول تیرا جھوٹ نکلا  
ازل سے آسمان چکرا رہا ہے  
مرا خط دیکھ کر وہ ہنس رہے ہیں  
یہ خوشی ہو کہ دل پس پس کے ہوں خاک  
تمہاری تیج سہر سہا رہی ہے  
انہوں نے راہ لی اور گرد اٹھ کر  
جگر کے زخم کیا کیا ہنس رہے ہیں  
لکھا ہر چند حال گر یہ لیکن

بڑھی جاتی ہے آبادی غم کی  
زبان دیکر زبان میری قلم کی  
نین دشمن تمہارے بات غم کی  
سحر گم ہو گئی ہے شام غم کی  
کہ آنکھیں کھل گئیں نقش قدم کی  
زبان مانی نہ جاے گی قلم کی  
قسم کھائی ہے کیا سچی قسم کی  
یہ پہلی مشق ہے اُن کے ستم کی  
نئے گل شاخ لائی ہے قلم کی  
نہ سیلی آنکھ ہو نقش قدم کی  
مزے کی ہے جھڑی ابر کرم کی  
بلا میں لیتی ہے نقش قدم کی  
مرے گھر میں خوشی پھیلی ہے غم کی  
زبان سوکھی کی سوکھی ہے قلم کی

<p>زبان کو ہے چسراغ صبح کی چمک دونوں میں ہے تیغ دو دم کی</p>	<p>کہان پیری مین دور روشن بانی نہ پوچھو در و دل در و جگر گوا</p>
<p>کہان ہم اور کہان بخشش ہماری جلیل اک موت تھی ابر کرم کی</p>	
<p>اوشوخ چشم چھو نکدے برق نگاہ سے وہ بھی پناہ مانگتی ہیں میری آہ سے فتنے پکارتے ہیں ذرا ہٹ کے راہ سے کاٹنا نکل گیا مرے پائے نگاہ سے اٹھ اٹھ کے فتنے دیکھئے نیچی نگاہ سے سنبھلا نہ کوئی گر کے تہا ری نگاہ سے اٹھ اٹھ کے گر در راہ لپٹی ہے راہ سے دیکھو تم اپنے حسن کو میری نگاہ سے بجلی گری ہے کوند کے ابر سیاہ سے نکلے ہیں ہوش کھو کے تری جلوہ گاہ سے رحمت کا ہے مقابلہ میرے گناہ سے کیون خاک میں ملاتے ہو نیچی نگاہ سے آئی ہے حور آٹھ کے ابھی خواہ گاہ سے تو بہ ہے آج دست و گریبان گناہ سے مستی ٹپک رہی ہے جو ابر سیاہ سے</p>	<p>اب کون پھر کے جاے تری جلوہ گاہ سے جو بکلیان لڑی ہیں تہا ری نگاہ سے کس شان سے چلا ہے مرا شہسوار حسن اچھا ہوا کہ دور ہوا آنکھ سے رقیب عشر ترے حجاب سے محشر نہیں ہا جھپکی پاک تو برق نلکے زمین پہ پختی دلچسپ ہو گئی ترے چلنے سے رہزور آئینے آرسی تو فقط دیکھنے کے ہیں نکلا ہے کیا تڑپ کے ترے گیسو کوں دل ہم کیا کہیں کسی سے کہ دیکھا ہے کیا وہاں آئین گے آج ہار میں بھی حبت کے مزے دیکھو پھر ایسے دیکھنے والے نہ پاؤ گے ہم اور کیا کہیں تری غم سوراٹکھ کو کیا قہر ہے اس ابر میں بجلی کا کونڈا کس چشم مست کا ہے پیالہ پیہ ہوے</p>



تاثر بھاگتی ہے مرے اشکِ ناہ سے  
چلتا ہے ساتھ ساتھ مگر بچکے راہ سے

آپ و ہوا بہان کی موافق نہیں اُسے  
ڈرتا ہے اُس کی مست خرامی سے حشر بھی

پایہ بلند کیون نہ ہمارا ہوا ہے جلیل  
پایا ہے فیضِ امیرِ سخن دستگاہ سے

کیون بھاگتا ہے سایہ زلفِ سیاہ سے  
واقف یہ اب ہوئی مرے حالِ تباہ سے  
برجھی لگائی جاتی ہے ترجھی نگاہ سے  
کیون مگر نکلتی جان نہ آنکھوں کی راہ سے  
ٹٹھکراتے جاؤ لاش کو پائے نگاہ سے  
گلشنِ مین آگ لگ گئی بلبلی کی آہ سے  
افشان چھڑا رہے ہیں وہ زلفِ سیاہ سے  
فوٹو حیا کا ایسے ہیں نیچے نگاہ سے  
اٹھا کبھی دھوان نہ تری جلوہ گاہ سے  
جار و بھی ہے بندھا ہوا تارِ نگاہ سے  
بچھے چلے تو چال مگر راہ راہ سے  
ہم آپ پانی پانی ہیں شرمِ گناہ سے  
دیکھو تو دیکھتے ہیں تمہیں کس نگاہ سے  
اچھی یہ درگزر ہوئی میرے گناہ سے  
میری نگاہ ملگئی تیری نگاہ سے

اے دل پڑے نہ کام کہیں دو وہ آہ سے  
تاثرِ درد ہی ہے گلے ملکے آہ سے  
کیا بات کہیں کی مشق ہے قربان جانیے  
نظروں میں پھر رہا تھا کوئی وقتِ جوانی  
جاتے ہو قتل کر کے ذرا مڑ کے دیکھو  
نو آتش گلی اور ہوا سے بھڑک اٹھی  
تاروں کے ٹوٹنے کا سامان رات ہی کو ہی  
بیٹھے ہیں کیسے چھپے ہوئے پیش آئند  
جل جل کے کتنے خاک ہوئے طالبِ حال  
تسخیر سے اُس آنکھ کی چھوٹا نہیں کوئی  
ہو کر مری گلی سے گئے وہ عدو کے گھر  
ہکو ڈراے آتشِ دوزخ نہ اس قدر  
حسرت ہماری لے کے نہ جاؤ تو بات ہی  
ڈالا مجھے عذاب میں شرمِ نجات نے  
بھیدی نے گھر کے دل کا پتا دیدیا اُسے

ہم پر زمانہ تنگ نہوتا اگر جلیں  
آتے نہ سوے میکرہ ہم خانقاہ کر

جھڑٹ میں بجلیوں کے ہے دل آہ آہ  
دل لوٹتا ہے اُسے جو دیکھا ہے چاہ سے  
چشمِ سید میں شوخ نگاہی بلا کی ہے  
کیونکر کہوں کہ تم نہیں مجھ سے بھرے ہو  
کثرت سے مے جو پی ہے نظر ہے آل پر  
مارا سے اشارے میں اُسکو چلا دیا  
دل ہو کہ آنکھ جان کو دو نون عذاب میں  
اگر مری لحد پر جو آتے ہیں بات پر  
ہوتی ہے واہ واہ تمہاری جہان میں  
پڑ جائے خاک میری خطا پر عجب نہیں  
روزن سے مجھ تک آنو میں رکتی ہے کیونکہ  
زمین عرش پر بھی آنکھ کا تارا بنے ہوئے  
میزان کھڑی ہوئی مرے آگے نہ روزِ حشر  
کیونکر ملائیں آنکھ نزاکت کا عذر ہے  
چُن چُن کے غیر قتل ہوئے مٹ گئی غلش  
یہ زلف کیا نکالے گی کجراہ دل کے بل  
اُٹھی چاک وہ درد کی دل تھام کر پھرے

کیا ہو گیا یہ گر کے تمہاری نگاہ سے  
خالم نے تیر مارے ہیں سیدھی نگاہ سے  
بجلی کہیں گرے نہ اس ابرسیاہ سے  
دیکھو ٹپک رہا ہے تمہاری نگاہ سے  
عیشہ نہیں ہے کانپ رہا ہوں گناہ سے  
دو دو وہ کام لیتے ہیں اک اک نگاہ سے  
جھگڑے میں کس نے ڈال دیا اک نگاہ سے  
سب کچھ وہ کھ گزرتے ہیں نیچی نگاہ سے  
اوپنچا ہوا ہے نام مری آہ آہ سے  
میں گر گیا زمین میں شرم گناہ سے  
واقف ابھی نہیں ہے محبت کی راہ سے  
جاتے وہ کیا بلند ہمارے نگاہ سے  
دبنا پڑا اُسے مرے بار گناہ سے  
کہتے ہیں وہ اُٹھانہیں جاتا نگاہ سے  
کانٹے ہٹا سے تم نے محبت کی راہ سے  
سیدھا بناؤ تم اسے ٹیڑھی نگاہ سے  
آئے نہ خالی ہاتھ تری جلوہ گاہ سے



دیتے ہیں وہ دعا کجے ٹھنڈا رہے جلیل  
محفل ہے اُن کی گرم مری سرد آہ سے

دل کی حالت کہی نہیں جاتی  
اُن کو سینے سے بھی لگا دیکھا  
غصہ رکتا نہیں تو کہتے ہیں  
خوب چھوٹے وہ یہ سنا کے مجھے  
طنز ہے میری سخت جانی پر  
بات کرتے وہ قتل کرتا ہے  
دل لگانے کے ذکر پر بولے  
کبھی ہم بھی تڑپ میں بجلی تھے  
ہیں وہی مجھے کا دشین دل کی  
ہائے وہ جلوہ اُس کا ہو شرابا  
ہاں نہ آئے زبان پر نہ ہی  
غیر کا منہ ہے یہ دم وعدہ  
بوسہ دینے میں سوچ ہو یہ نہیں  
دراغ دیتے ہیں زخم دیتے ہیں  
تو کبھی بھول کر تہین آتا

کوئی امید کی نہیں جاتی  
ہائے دل کی لگی نہیں جاتی  
یہ کڑی ہے پی نہیں جاتی  
میری حالت سنی نہیں جاتی  
جان پیار ری ہے دی نہیں جاتی  
بات بھی جس سے کی نہیں جاتی  
آپ کی دل لگی نہیں جاتی  
اب تو کروٹ بھی لی نہیں جاتی  
دوست کی دشمنی نہیں جاتی  
آج تک بنو دی نہیں جاتی  
کاش یہ آپ کی نہیں جاتی  
کہ زبان اُن سے دی نہیں جاتی  
دیکھے پھر چپیر لی نہیں جاتی  
دل کو تسکین دی نہیں جاتی  
یا دوسری کبھی نہیں جاتی

بار بار ہو چکے جلیل ذلیل

عشق سے تو یہ کی نہیں جاتی

<p>دل گیا دل لگی نہیں جاتی آنکھیں سانی کی جیسے دیکھی ہیں آہ لیتی تھی آسمان کی خبر اک جفا ہے کہ وہ بے کہے وہ کڑا آپ میں آئے بھی تو کیا آئے پوچھنا آئے سے وصفِ جمال؟ کس کی ٹیڑھی نگاہ دیکھی ہے وصل ممکن نہیں تو قتل ہی عرب اُن کی حیا کا چھایا ہے جان جاتی ہے جاے آپ کو کیا ہاتھ اٹھاؤں مثنون سے کیوں <sup>عظ</sup> سُن لیا جان نے یہ کیا دم نزع لب نازک کی آپ کے کیا بات ہو گئے پھول زخمِ دل کھل کر</p>	<p>روتے روتے ہنسی نہیں جاتی ہم سے دو گھونٹ پی نہیں جاتی سانس بھی اہتولی نہیں جاتی اک وفا ہے جو کی نہیں جاتی لذتِ بخود ہی نہیں جاتی آپ کی سادگی نہیں جاتی پرخ کی کجسرو ہی نہیں جاتی اب مصیبت سہی نہیں جاتی بات دل کی کہی نہیں جاتی بات تو آپ کی نہیں جاتی حور ابھی تو ملی نہیں جاتی کہتی ہے میں ابھی نہیں جاتی دل میں جنگی بھی لی نہیں جاتی نہیں جاتی ہنسی میں جاتی</p>
<p>بات کوئی کہو مزے کی جلیل ایسی ویسی سنی نہیں جاتی</p>	
<p>پھر نگاہ آپ کی بجلی نہ گراے کوئی غش میں ہوں لہجہ زلف سنگھار کوئی آئے بھی ہیں تو کچھ بیٹھے ہیں خنجر کی طرح</p>	<p>دیکھئے دیکھئے پھر لوٹ نہ جاے کوئی گم ہوا ہوں کہ مجھے ڈھونڈ کے لے کوئی مدعا ہے کہ گلے سے نہ لگاے کوئی</p>



آکے بیٹھے ہیں وہ پہلو میں کہ ملجا بیگا دل  
 نازنین تو ہے تجھے دل میں اٹھا کر کھلے  
 اچھے اچھون کو یہ دیوانہ بنا دیتی ہے  
 اپنا پروانہ بنا کر ہمیں اب کہتے ہیں  
 دل سے بگڑی ہے تو اب بیٹھے ہیں دُکھڑا لیکر  
 تدرائی ترے ناولک کی تو ہم کرتے ہیں  
 خود فراموش ہوئے ہم تو ہوا کیا حاصل  
 میری تربت پہ کھڑے حشر سے دم کھینچتے ہیں  
 یوں نہ آنے میں نزاکت کا بہانہ چل جا  
 زندگی بھر کے ہیں جاگے ہوئے دم بھرتوں  
 سنتے ہیں حشر پہ دیدار اٹھا رکھا ہے  
 حال تم سن لو مرادیکھ لو صورت میری  
 طور و موسیٰ کا جو انجام ہوا ظاہر ہے  
 بے مروت ہو جو دلبر تو وہ دلبر کیا ہے  
 عشق چھوڑا ہے نہ چھوڑینگے پر نیرادو کا

کیا عجب وصل کا پہلو نکل آئے کوئی  
 کیا پڑی ہے جو ترے ناز اٹھائے کوئی  
 دخت رز کو تو کبھی منہ نہ لگائے کوئی  
 بے بلا سے مری محفل میں نہ آئے کوئی  
 چاہتے ہیں مرے رونگھے کو منائے کوئی  
 جیسے معشوق کو پہلو میں بٹھائے کوئی  
 بات جب ہے کہ ہمیں یاد نہ آئے کوئی  
 سوتے نقتے کو ہمارے نہ جگاے کوئی  
 جب میں جانوں کہ تصویر میں نہ آئی کوئی  
 آکے تربت پہ قیامت نہ اٹھائے کوئی  
 ہم بھی راضی ہیں اگر بھول نہ جائے کوئی  
 وروہ چیز نہیں ہے کہ دکھائے کوئی  
 ہکو پردے سے نہ آواز سنائے کوئی  
 دل چرا لے مگر آنکھیں نہ چرائے کوئی  
 اس میں چاہے ہمیں دیوانہ بنائے کوئی

شاہِ آصف کا دکن میں جے ہی حکم جلیل

آکے اس ملک سے محروم نہ جائے کوئی

خاک سے اٹھ نہ سکون لاکھ اٹھائے کوئی  
 پھول اس میں کوئی آئے نہ پھل آئے کوئی

صورتِ اشکِ نظر سے جو گرائے کوئی  
 کیا مزہ نخلِ محبت سے اٹھائے کوئی

<p>یون جو بے پردہ حیا مانعِ نظارہ ہے          مینِ دعارون تجھے قاتل مجھے تو قتل کرے          یا خدا تیر وہ جس وقت نکالین دل سے          اپنے آئینے سے ہو کر وہ خفا کہتے ہیں          دیکھو نرگس بھی محبت سے تہنیں دیکھتی ہے          جان و دل دونوں تیر تیغِ ادا ہیں ہر          دل مین پیدا ہو جلن آنکھ سے آنسو ہوتا          راحت و عیشِ طرب سب مین تہا روم سے          کاش آ باد کسی روز ہو پہلو میرا</p>	<p>خواب ہی مین مجھے دیدار دکھائے کوئی          ہاتھ اٹھائے کوئی تلوار اٹھائے کوئی          ساتھ ارمان بھی دل کا نکل آئے کوئی          میری تصویر نہ سینے سے لگائے کوئی          سیر گلزارِ شگوفہ نہ کھلائے کوئی          حکمِ قاتل ہے کہ دم لینے نہ پائے کوئی          پانی برسائے کوئی آگ لگائے کوئی          تم مرے گھر مین نہ آؤ تو نہ آئے کوئی          تو نہ آئے تو تیرا تیر ہی آئے کوئی</p>
--	---

پھیر لیتے ہیں نظر وہ تو زمانہ کی طرح  
 کس لئے اُن سے جلیل آنکھ لگاؤ کوئی

<p>قابلِ دربارِ غم ہم ہو چکے          عشق مین رور و گے رسوا ہو چکے          ہے یہی بیچینِ دل تو بعدِ مرگ          کینِ حسینون نے ہزاروں کاوشیں          اُن سے بوسون پر رہے جھگڑا بہت          ہائے وہ کہنا کسی کا وصل مین          جان مین آنکھ مین سلامت آپکی          اب ہے اُن کی گر دشتِ حشیم اور ہم</p>	<p>رو چکے مُنہ آنسوؤں سے دھو چکے          آبرو سے ہاتھ ہم تو دھو چکے          قبر کی آغوش مین ہم سو چکے          پھول میرے حق مین کانٹے بو چکے          ہوتے ہوتے ایک دل کے دو چکے          اب گلے مل لو گئے تو ہو چکے          آپ کے بیمار اچھے ہو چکے          جامِ جم کے دور دورے ہو چکے</p>
---	---



عاشقی میں دو کی گنجائش کہاں  
آپ اب آئے ہیں آنسو پونچھنے  
صبح محشر چار سو ہے یہ پتھر  
جب نگاہیں پھر گئیں تیوری پڑھی

اُن کو پایا آپ کو جب کھوپکے  
جان ہارے جان کو جب دھکے  
رات گزری سو نیوالے سوچکے  
کچھ گئیں تینین جو ناک ہوچکے

دل میں کیا ہے جس کا لایج ہو جلیں  
دیتے ہو دے ڈالو جھگڑا تو چکے

کریم کے جو کرم کا ظہور ہوتا ہے  
اکیلے آپ تو خلوت میں بھی نہیں ہوتے  
شب فراق ہماری ہے ایسی وحشت ناک  
پسٹ کے لے بھی لو دو ایک بوسہ حضرت دل  
وہ چھپکے آئے ہیں اسطرح شب کے پردہ میں  
ہمارے اُن کے برابر کی چوٹ رہتی ہے  
وہ بے نقاب اگر ہو تو کون دیکھ سکے  
کسی کا وصل گوارا نہیں ہے قاتل کو  
کوئی بھی جال بچھاؤں وہ دل بھنسانے کو  
خدا نے حُسن کچھ ایسا دیا ہے اُس بُت کو  
مجھے بہت دل صد پارہ یاد آتا ہے  
ابھی سے حُسن پہ نازان ہو تم خدا سے ڈرو  
چھپا کے وہ رُخ روشن نقاب کہتی ہے

خط سے پہلے ہی عفو قصور ہوتا ہے  
ادا میں ناز نگہ میں غم دور ہوتا ہے  
کہ شام ہوتے ہی سایہ بھی دور ہوتا ہے  
وہ جانتے ہیں بشر سے قصور ہوتا ہے  
کہ جیسے آنکھ کی پُستلی میں نور ہوتا ہے  
رادھر سے عجز اُدھر سے غرور ہوتا ہے  
نقاب سے بھی سوار خپہ نور ہوتا ہے  
کمان سے تیر بھی ملتے ہی دور ہوتا ہے  
شریک زلف کا پھندا ضرور ہوتا ہے  
کہ اُس کو حور بھی کہنا قصور ہوتا ہے  
جو گر کے شیشہ کوئی چور چور ہوتا ہے  
یہی ہے ناز جو بڑھ کر غرور ہوتا ہے  
کہ یوں ہی آنکھ کے پردہ میں نور ہوتا ہے

تری شبیہ کی ہو تمکنت بیان کیجو  
ہزار صلح ہو لیکن جہان سے دودل

کھچا ہوا ترانہ ناز و غرور ہوتا ہے  
نیاز و ناز میں جھگڑا ضرور ہوتا ہے

جلیل شان کرم جس نے دیکھ لی اکبار  
وہ جان و دل سے فدائے حضور ہوتا ہے

سما کے دل میں جوتون کو غرور ہوتا ہے  
ترقیان تو مرے دو و آہ کی دیکھو  
مجھے نہ گھور کے دیکھو کہ مثل شیشہ و سنگ  
ترستے رہتے ہیں لئے کو جیسے جی عشاق  
عد و سمجھ کے لگا لیتے ہیں گلے مجھ کو  
تم اپنے دل کو تور و شکن کر و ذرا مٹو  
خیال زلف کو کیونکر بلا سے جان نہ کہو  
کمال شکر کی جا ہے کہ بے کمال ہوں میں  
رخ اُسکا اور چمکتا ہے جس قدر دیکھو  
کلیم ہوش کو اپنے ذرا سنبھالے ہوئے  
وہ اپنے منہ سے جو بتاتے ہیں کسں اچھا ہے  
غم و خوشی تو ہیں تو ام مگر مزے ملین  
ملین وہ یا نہ ملین یہ تو دیکھ اے ناصح  
شکستِ دل کی مرے کیا خبر ہو ساقی کو  
فراقِ یار تو ہر وقت ہے ستم لیکن

جسے قریب سمجھتا ہوں دور ہوتا ہے  
جو بڑھ چلا تو یہی زلف حور ہوتا ہے  
کڑی نگاہ سے دل چور چور ہوتا ہے  
حسین ہو کے یہ انسان حور ہوتا ہے  
بڑے مزے کا یہ اُن سے قصو ہوتا ہے  
یہی چاکے ابھی برقی طور ہوتا ہے  
ہزار کچھ نہ ہو سودا ضرور ہوتا ہے  
کمال مایہ ناز و غرور ہوتا ہے  
شریک اُس میں نگاہوں کا نور ہوتا ہے  
کلام کس سے یہ بالائے طور ہوتا ہے  
شباب کے لئے لازم غرور ہوتا ہے  
سُرور ہو کہ نہ غم ضرور ہوتا ہے  
خیال وصل بھی کیا دل سے دور ہوتا ہے  
وہ اپنے حُسن کے نشے سے چور ہوتا ہے  
میں کیا کہوں جو کبھی مل کے دور ہوتا ہے



<p>انہیں بھی آنکھ دکھانا ضرور ہوتا ہے غفور جان کے تجھ کو قصور ہوتا ہے یہی خیال پس مرگ حور ہوتا ہے وہ کیا سمجھ کے ان آنکھوں سے دور ہوتا ہے</p>	<p>جو گھورتی ہے بہت آرسی تو شرما کر جز اس سزا کا تجھے اختیار ہے یارب لگاؤ دل کا حسینون سے خوب ہے او شیخ ہلٹ کے آئینکا دم بھر میں پھر نظر کی طرح</p>
---	---

کچھ اہل درد جہان ملے بیٹھ جاتے ہیں  
وہاں جلیل کا چرچا ضرور ہوتا ہے

<p>ستم ہے چھوڑ گئے وہ حلال کر کے مجھے کوئی گیا ہے ابھی پائمال کر کے مجھے بنے ہیں وہ یہ کامل حلال کر کے مجھے کہ سرفراز کرو پائمال کر کے مجھے شکستہ بال کیا خستہ حال کر کے مجھے بڑا ثواب کمایا نہال کر کے مجھے ہوئی ہے کیسی خجالت سوال کر کے مجھے گئے نشانہ تیر ملال کر کے مجھے عدو کو دیکھئے لیکن حلال کر کے مجھے وہ خوش ہیں مست شراب وصال کر کے مجھے غریب جان کے بکس خیال کر کے مجھے</p>	<p>نگاہ پھیر لی جو جمال کر کے مجھے دکھا کے نقش قدم کہہ رہی ہے قبر می گھٹا کے منکبو بڑھایا فروغ حسن اپنا اس آسرسے پیر رہنڈ رہا ہوں میں بھلا خدا ان کا ہو پرواز کی ہوس نہ رہی ہزاروں داغ دے تم نے لاکھوں زخم دے دیے نہ تھا خیال کہ دیتا ہے بے طلب کریم وہ خوش رہیں جو ذرا دیر کے لئے اگر مزے اٹھائے وہ تیغ نظر کے میں دیکھوں کسی سے ملنے کے قابل میں اب رہا نہیں جلیل درد مجھت بہت ستاتا ہے</p>
--	---

جلیل شفقت استاد ہاے کیا کیئے  
گئے تو شاعر نازک خیال کر کے مجھے

عاشقی کیا ہر بشر کا کام ہے  
 ہو ہری شاخ تہمتا یا نہ ہو  
 بڑھ چلے پیکِ تصور کے قدم  
 دل مرا لیجانے والا کون تھا  
 جسے کیا ہو وصفِ قاتل کا بیٹا  
 موت جب آئے تو راہی جان ہو  
 فیصلہ ہونے میں دشواری ہے کیا  
 آج آنسو تم نے پونچھے بھی تو کیا  
 گل رکھاتے ہیں مہین کیا زخم تن  
 دل سے لائے لب پہ ہم آہ و فغا  
 در بدر پھرتے ہی گزری چرخ کو  
 آنکھوں آنکھوں میں اڑا لیتے ہیں دل  
 تیغ کیون چنے میں بل کھانے لگی  
 سینے سے کچھ ہٹ کے پہل کی جگہ  
 بے چلے ہی پاؤں دیتے ہیں جواب  
 قدسیوں سے کون بازی لے لیا

میرے دل میرے جگر کا کام ہے  
 سینچ دینا چشم تر کا کام ہے  
 اب یہاں کیا نامہ بر کا کام ہے  
 یہ کسی جادو نظر کا کام ہے  
 یہ لب زخیم جگر کا کام ہے  
 اس سفر میں راہبر کا کام ہے  
 تیرے خنجر میرے سر کا کام ہے  
 یہ تو اپنا عسکر بھر کا کام ہے  
 دل پہ کھانا کوئی چہر کا کام ہے  
 اب تجھے لانا اثر کا کام ہے  
 یہ اُسی بیدار گر کا کام ہے  
 دلربائی بھی نظر کا کام ہے  
 یہ تری نازک کمر کا کام ہے  
 اس جگہ ترجیحی نظر کا کام ہے  
 منزلِ اُلفت میں سر کا کام ہے  
 یہ بشر ہے یہ بشر کا کام ہے

موتیوں سے منہ ترا بھرنا جلیل

آصفِ عالی گہر کا کام ہے

مرض میں خیالِ سیحا تو ہے

پڑا ہوں جو بیمار اچھا تو ہے



کرو کون ویرانی دل کا غم  
 بھرا یا دل اُس کا مری آہ سے  
 تیرے تیر آنے سے کیوں رگ ہے  
 خدا جانے وہ ہیں کہ اُن کا خیال  
 وہ جھوٹے ہی وعدہ کریں خوش ہونیں  
 اب آنکھوں کو جو چاہو دے لوسرا  
 نہیں دیتے مجھ کو وہ بوسہ دین  
 مرے دل پہ ظالم نے رکھا جو ہاتھ  
 غنیمت ہے پھر اپنا بھیجیں دل  
 غلط ہے کوئی دل نہیں با وفا  
 بُرا کیا جو بد نام ہم تم چھوٹے  
 کبھی آنکھتے ہیں وہ خواب میں

نہیں کچھ بلا سے تمنا تو ہے  
 غنیمت ہے پتھر بیجا تو ہے  
 اگر دل نہیں ہے کلیجا تو ہے  
 کوئی دل کو چٹکی سے ملتا تو ہے  
 کہ اک زندگی کا سہارا تو ہے  
 نہیں اک نظر میں نے دیکھا تو ہے  
 ہمیشہ مرے کا تقاضا تو ہے  
 یہ کہنا پڑا ہاں و صرطکتا تو ہے  
 کہ آٹھون پہراک تماشا تو ہے  
 تمہارا ہنو گا ہمارا تو ہے  
 زمانے میں اسے جان چہ چاہو ہے  
 ہمارا خیال اُن کو اتنا تو ہے

چھپانے سے کیا فائدہ اسے جلیل  
 کہیں اپنے دل لگایا تو ہے

مجھ کو پتہ نہ میں کہیں اپنی خبر ہوتی ہے  
 صبح ہوتی ہے کہ صر شام کہ صر ہوتی ہے  
 یون ہی ہوتی ہے مرا کیے اگر ہوتی ہے  
 اک نظر ہم ابھی دیکھیں تو نظر ہوتی ہے  
 ہرے ملنے کیلئے شام و سحر ہوتی ہے

کتنی گہری مرے ساقی کی نظر ہوتی ہے  
 زلف و رخ دیکھ کے پھر کس کو خبر ہوتی ہے  
 اُس طرف آنکھ لڑی لڑ گئی تقدیر ادھر  
 اُنہ آپ کو تکتا ہے نظر اس پہ نہیں  
 چاند سورج کی طرح پھرتے ہیں یون تو گھر گھر

بس بس آواز سناؤ نہ مجھے پردے سے  
 اس طرح بھیس میں عاشق کو چھپا ہر عشق  
 حشر کیا ہوش میں لایکا ترے مستونکو  
 آنکھ غصے کی دکھاتے ہیں وہ اندر کے نصیب  
 جامِ مے شیشہ لبریز کا دیتا ہے پتا  
 لطف بھی قہر سے خالی نہیں محشوق کا  
 طرزِ رفتار میں ہونے لگی جدت پیدا  
 فکرِ دنیا سے غرض ہے نہ خیرِ عقبی کی  
 دیکھنے کی اک ادا ہے اُسے جو کچھ کہو  
 آہ سنکر وہ ترس کھاتے ہیں کٹو میں  
 شام ہوتے ہی کبھی جان سے آجاتی تھی  
 دل میں کس پیار سے تیر ستم آ بیٹھا ہے  
 قتلگاہ میں کوئی قاتل کا تماشا دیکھے  
 شوقِ زینت نہ خدادے کبھی محشوق کو  
 بیو خانی کا ہوشکوہ کس ستم کی فریاد  
 سامنے اُن کے میرا نام کوئی لے دیکھے

دیدہ شوق میں بے چین نظر ہوتی ہے  
 جس طرح آنکھ کے پردے میں نظر ہوتی ہے  
 چھٹک چکا صورتِ مگر کسکو خبر ہوتی ہے  
 حال پر میرے یہ پردہ نظر ہوتی ہے  
 دل بھرتا ہے جی بھی آنکھ بھی تر ہوتی ہے  
 تیر ہوتی ہے جو سیدھی سی نظر ہوتی ہے  
 روزِ تلوار نئی زیب کمر ہوتی ہے  
 زندگی تو ترے مستون کی بسر ہوتی ہے  
 تیر ہوتی ہے نہ تلوار نظر ہوتی ہے  
 یہی تلوار یہی میری سپر ہوتی ہے  
 اب وہی شے ہے کہ مر کے بسر ہوتی ہے  
 یون ہی ہوتی ہے جو چاہت کی نظر ہوتی ہے  
 شیر کی آنکھ تو چیتے کی کمر ہوتی ہے  
 مزارِ آئینہ محبت کی نظر ہوتی ہے  
 سب کا توڑ ایک لگاؤ کی نظر ہوتی ہے  
 قابلِ دید وہ شریلی نظر ہوتی ہے

خیر ہم شامِ غریبی کی مانتے ہیں جلیل

جس کے سائے میں غریبوں کی بسر ہوتی ہے

زبان کچھ اور کہتی ہے نظر کچھ اور کہتی ہے

تری چتون تو ابید اگر کچھ اور کہتی ہے



یہ مانا آج باندھی ہے کمر تاج آزمائی پر  
 صبا نے بیل و گل میں شگوفہ چھوڑ رکھا ہے  
 کوئی خوشیدر دکھتا ہے کوئی ماہر و جگو  
 جوان ہونے پہ دیکھا چاہیے کیا حشر مریا ہو  
 ہوئی بفاست بزم عیش تو عبرت پکارا ٹھی  
 خبر گیری جسے سمجھا ہے تو اپنے اسیروں کی  
 جواب نامہ لایا ہو مجھے باور نہیں آتا  
 وہ کوئی اور ہوگا جسکو دشمن سے تعلق ہی  
 مسیحائی کو اپنی آپ رکھ چھوڑین میں باز آیا  
 ترے اہواز سے ظاہر ہے فرق اعجاز و جادو کا  
 رہے کیا پردہ داری جب یہاں آپس کی ضد ٹھی

مگر ظالم تری نازک کمر کچھ اور کہتی ہے  
 ادھر کچھ اور کہتی ہے ادھر کچھ اور کہتی ہے  
 مرے یوسف لقامیری نظر کچھ اور کہتی ہے  
 ابھی سے آنکھ تیری فتنہ گر کچھ اور کہتی ہے  
 ذرا ٹھہرو ابھی شمع سحر کچھ اور کہتی ہے  
 اُسے خلق خدا سے بیکھر کچھ اور کہتی ہے  
 یہ صورت تو تری اے نامہ بر کچھ اور کہتی ہے  
 یہ تم کہتے ہو پر اڑتی خبر کچھ اور کہتی ہے  
 یہاں اب شدت درد جگر کچھ اور کہتی ہے  
 کہ لب کچھ اور کہتے ہیں نظر کچھ اور کہتی ہے  
 چھپاؤن درد دل تو چشم تر کچھ اور کہتی ہے

جلیل اغیار نے غمازیان کین فتنہ سازی کی

یہ سب تیج ہے تری قسمت مگر کچھ اور کہتی ہے

سیکڑوں پر درخانی سنے وقف پیکان ہو گئے  
 مرے حق میں کیا بلا گیسوئے جانان ہو گئے  
 یان نگاہیں تاک ہی میں تھیں کہ ڈوے ڈالنے  
 چٹکیوں کے نیل تھے دل میں مرے چھپتے وہا  
 بسمل لذت طلب کی کم نصیبی ہاؤ لائے  
 غنچہ ہائے گل کا گل ہونا غضب اے نسیم

ایک غنچے پر فدا کتنے گلستان ہو گئے  
 ولیم الجمن آنکھ میں خواب پریشان ہو گئے  
 واسے قسمت رنجہ وان گیسو پریشان ہو گئے  
 خال بنکر ان کے چہرے پر نمایاں ہو گئے  
 زخم بھرتے ہی رہے خالی ٹکد ان ہو گئے  
 جگھٹے پریوں کے دم بھر میں پریشان ہو گئے

بال زلفون کے جو کچھ رکھل پڑے چورنگی دل  
 دل جگر میں خون تھا جو کچھ ہوا پلکوں کے نذر  
 تجھے اسے آشفۃ حالی مر کے بھی پایا نہ  
 تیرے ارمان بھی ہیں آسناک کیا چھتے ہوئے  
 کر رہی ہے اُن کے غصے کی ادا بجو حلال  
 ایک سی حالت تصور میں ہے یاں کس کو خبر  
 ہنس رہے تھے وہ مری صورت جو دیکھی رو پرکا  
 خوب رویوں نے بگاڑا ہے ہمارا بھی مزاج  
 اک جنون کے سر چڑھانے سے ہو کیا کیا نہ کچھ  
 لے فلک اک چاند کے چھینے سے ہے تیرا یہ حال  
 یہ تو نا بال اُلجھے تھے صبا کے ہاتھ سے  
 ہارے بچپن کہ خالی ہو گیا سارا جہان  
 ایسے وحشی دلوں رکھنا ساتھ کچھ آسان نہ تھا

شام کو ڈوبے ہوئے تارے نمایاں ہو گئے  
 پُھول کاٹا ہو گئی کانٹے گلستان ہو گئے  
 دیدہ تربت میں ہم خواب پریشان ہو گئے  
 چار دن دل میں یہ ٹھہرے اور پہچان ہو گئے  
 ہو کر جاے سحر وہ باہر تیغ عریان ہو گئے  
 کب نظر آئے وہ کب نظروں سے پہچان ہو گئے  
 گلشنِ ثانی کرتے کرتے گو ہر نشان ہو گئے  
 چار پر یوں میں جہان بیٹھے سلیمان ہو گئے  
 پا برہنہ پا بزدان پا بسجوان ہو گئے  
 ایسے کتنے چاند زیرِ خاک پہچان ہو گئے  
 دشمنوں کو کیا ہوا تھا جو پریشان ہو گئے  
 یہ خبر اُن کو نہیں کب پہ قسربان ہو گئے  
 آخر اُن کے گیسو پہچان پریشان ہو گئے

شاعری اپنی جنون میں رنگ لائی لے جلیل  
 شعر کے مصرع بہم دست و گریبان ہو گئے

مذاپنا چھپاتے ہوئے دامان سحر سے  
 ہم دادِ تمہیں دینگے لب زخمِ جگر سے  
 اے چرخِ خسرو اگر گریبان سحر سے  
 سر جکو چڑھاتے ہو گراتے ہو نظر سے

جاتے ہی شب وصل چلے وہ مرے گھر سے  
 ان تیر لگاؤ تو کوئی سیدھی نظر سے  
 ہے شام سے زور و نہ پہچان بچے وحشت  
 کہتے ہیں ستم جسکو تہہ را وہ کرم ہے



اے شمع مری طرح تجھے چاہئے جلنا  
 دامن کی ہوا دو تو شگفتہ ہو مراد دل  
 بجلی جو گرمی چرخ سے پھر پہونچی سرچرخ  
 سین شکر عنایات سے غافل نہیں قاتل  
 بے لاگ لگاؤٹ کے مجرت کا مزہ کیا  
 دیوار نئی گرد و کدورت نے اٹھائی  
 جب سوئے چمن کو چہ محبوب سے آئی  
 ہلکا ہونچین ضعف سے غیبت سے ہون بھار  
 تو اے دل صد چاک رہے شانہ دلدار  
 بے ہر درخشان نظر آتے نہیں دُورے  
 اے ضعف تڑپنے کے مزے کھو دئے تو نے  
 تم مجھ سے ہو بیزار مگر یہ تو بہتادو  
 مین آہ سے گلزار مین کیون آگ لگاتا  
 حسرت مری تربت پہ جلاتی ہے دل اپنا  
 مین یہ نہیں کہتا کہ تم آئیں نہ دیکھو

اور آگ لگائیگا جلیل آپ کا رونا  
 بجھتی ہے کہین دکی لگی دیدہ ترے

ہو جائیں گے آگاہ میرے در و جگر سے  
 تم نے جو کبھی تیر لگائے تھے نظر سے  
 اتنا ہو کہ مجھ سے نظر ان کی نظر سے  
 بن بن کے وہی آہ نکلتے ہیں جگر سے

ایسا تجھے لازم تھا نہ اسے بخودی وصل  
مشکل ہے کہ ہو محسن و محبت میں جدائی  
یاں دیکھ کے تیور ہی ہوا خاتمہ اپنا  
دیتا ہے مرہ آپ کے بسل کا فسانہ  
در بار محبت کے ہیں آداب نرالے  
تعلیم ادا کی انہیں حاجت تہین ہوتی  
آتے ہیں وہ جس بزم میں کہتی ہو یہ جتنوں  
کچھ اور تو یان نذر کے قابل نہیں لیکن  
شاعر کے لئے در و محبت بھی ہے در کا  
افسردہ ہوا دل مگر ارمان ہیں باقی  
اے چرخ رُلائیگی کہان تک شبِ ہجران  
اے شمع لحد اور ذرا دیر ٹھہر جا  
رات اپنی عجب رات ہے دن اپنی جہنم  
جب آتے ہیں سن جاتے ہیں الفت کا  
اے چرخ قیامت تو اٹھی ہاتھ کو تیرے  
پھر تیغ تبسم سے اگر آپ نے چھیڑا  
وہ زندہ ہون پابند نہیں دستِ رزکا

وہ گھر میں جو آئے تو نکالا مجھے گھر سے  
وہ دل سے ہیں نزدیک جو ہیں دور نظر سے  
اب آپ نکالا کر میں تلوار کمر سے  
سنیئے تو کسی روز لب زخم جگر سے  
آتے ہیں یہاں لوگ کفن باز کو کرتے  
بت آتے ہیں سیکھے ہوئے اللہ کو گھر سے  
ہشیار ہو دل سے خبر دار جگر سے  
کچھ سجدے ترے در کے لگا رکھے ہیں سر سے  
وہ شعر ہے کیا شعر جو خالی ہوا ترے  
پر وانے ہیں کچھ پلٹے ہوئے شمع سحر سے  
اب پونچھ دے آنسو مرے دامان سحر سے  
ہونا نہ پڑے مجھ کو جمل بادِ سحر سے  
یہ شام سے مایوس وہ مسرور دم سحر سے  
کچھ میرے لب خشک کچھ دیدہ ترے  
برقع شبِ غم کا نہ اٹھا روئے سحر سے  
ہو گی نہ ہنسی ضبط مرے زخم جگر سے  
اک یہ بھی ہے وابستہ مرے دہن ترے

کہند دن تو جلیل اور بھی طوفان بپا ہو  
جوابات ٹپکتی ہے ترے دیدہ ترے



دل اگر تڑپے تو یارب کچھ مزا پیدا کرے  
 پٹھول سے موتی صدف سے موتیا پیدا کرے  
 ہے وہی جلنے کا اک مضمون زبانِ شمع پر  
 اک ذرا چٹکی سے ملکر دیکھئے دل کی بہار  
 کب سجا جان سکتا ہے کسی کے دل کا حال  
 بن نہیں پڑتی شب و عہد بہت عیار سے  
 گلِ جہان کھلتے تھے وان ہمنے دل اپنا رکھڈ  
 کوئی کیونکر جان دیدے اُسکو ہنستے بولتے  
 بات جو تیر مرثہ میں ہے وہ ہو کس تیر میں  
 ہے دل پر خون سے ہمرنگی کا دعویٰ اے حنا  
 جس کا غارہ عہدِ طفلی میں ہو خونِ عاشقان  
 موسمِ گلِ رازِ مستی کا ہے دشمنِ ساقیا  
 حُسنِ کیتا کے خدا وحدت میں کثرت دیکھئے  
 آفرینش سے مراد اُسکی تمہاری ذات تھی

نعتیہ

درود سے ایسا کہ تاثیر دوا پیدا کرے  
 ہے وہ قادر جس سے جو چاہے خدا پیدا کرے  
 بات کرنا جو نہ جانے بات کیا پیدا کرے  
 بڑے گل دینے لگے رنگِ حنا پیدا کرے  
 درود دل کہنا ہو تو دردا آشنا پیدا کرے  
 دے چکا ہے وہ زبان اب بات کیا پیدا کرے  
 آج دیکھیں کیا اثر بادِ صبا پیدا کرے  
 چاہیے پہلے قصا تیسری ادا پیدا کرے  
 ہو غلش جتنی سوا لذت سوا پیدا کرے  
 جب میں جانوں پکے تو بولے وفا پیدا کرے  
 دیکھئے اُسکی جوانی رنگ کیا پیدا کرے  
 کیا عجب ہے ٹوٹ کر توبہ صدا پیدا کرے  
 ایک صورت اور لاکھوں زمین جا پیدا کرے  
 تلمو پیدا کر چکا اب اور کیا پیدا کرے

قدر دان جبکوشہ آصف سامبائے جلیل

نام پھر کیوں کر نہ وہ نامِ خدا پیدا کرے

سُرخ و نی بے پے کیونکر حنا پیدا کرے  
 کہتے ہو دل آرزوئے دلربا پیدا کرے  
 جان جس کے ہاتھ میں ہے کاش وہ تیر مجھے

خون ہو جب دل تو رنگِ مدعا پیدا کرے  
 آرزو جب خون ہو جائے تو کیا پیدا کرے  
 بار بار صدقے کرے اور بار بار پیدا کرے

اے وہ ہر روز اک گاہک نیا پیدا کرے  
 غم ہوا کہنہ کوئی مضمون نیا پیدا کرے  
 بات جو ہم سے نہ پیدا ہو خنا پیدا کرے  
 دیکھے اب خوبی تقدیر کیا پیدا کرے  
 یاد کر لے مج کو جب کوئی ادا پیدا کرے  
 بھڑخیال غیر کیونکر دل میں جا پیدا کرے  
 چاہیے ہر پھول رنگ و بو جدا پیدا کرے  
 بات جب ہے کوئی صورت آشنا پیدا کرے  
 وہ سوا پیارا ہے جو آفت سوا پیدا کرے  
 بات اتنی تو لبِ معجز نہا پیدا کرے  
 میں جو پہچان ہوں تو مج کو نقشِ پا پیدا کرے  
 ادراکِ عالم دو عالم کے سوا پیدا کرے

کہہ چکے ہم جس کو یوسف کہ گئے ہم جس کے آ  
 چرخ کے کہد و طبیعت ہو مری جدت پسند  
 ہو رسائی تیرے قدموں تک خدا کی شان  
 وصل کی امید تو پیدا ہوئی تدبیر سے  
 روزِ نظارہ نہ ہو لیکن رہے ہٹا خیا  
 اُس کا جلوہ دینِ رخ دشین خود دشین  
 صورت و سیرت میں کیساں ہوں جن تو لطف کیا  
 آئندہ بننے کو دل بن جاے اسپہ ناز کیا  
 یوں تو ہر غم سے پہ اپنے ناز ہے انگو مگر  
 بٹ بنو تو یوں بنو ترسین عدو بھی بات  
 غیر پر ہو کیا بھروسا جب ہو اپنا خیا  
 میری وحشت کا تقاضا ہو کہ خلاقِ جہا

دل کسی کے ہجر میں افسردہ رہتا ہے حلیل  
 ایسی حالت میں کوئی مضمون کیا پیدا کرے

مان مری جان پھر اُسی انداز سے  
 یہ نہو گا آپ کے جان باز سے  
 چونک چونک اٹھے تھیں خوابِ ناز  
 جس طرف دیکھا نگاہِ ناز سے  
 تنگ آکر حسرت پر واز سے

مار ڈالا سکر اگر ناز سے  
 ہجر کی شب راہ دیکھے موت کی  
 کس نے کہدی اُن سے میری دستا  
 بے بھر وہی وہ تھے وہاں اور کچھ نہ تھا  
 نوح ڈالے خود نفس میں بال و ہر



<p>ڈھونڈتا ہوں اُسکو جس بیدار دے لاکھ فتنوں کا ہے گویا جاگتا ورودل پہلے تو وہ سکتے نہ تھے</p>	<p>تیرا سے ہین نگا و ناز سے ایک اٹھنا اُن کا خوابِ ناز سے اب یہ کہتے ہین ذرا آواز سے</p>
<p>شکے شکوے جب اُس نے اے جلیل ڈال دین با نہیں گلے میں ناز سے</p>	
<p>شب بھر جو آپ زلفِ معنبر بنائیں گے آنے تو و عروج پہ حُسنِ شباب کو انہی مرثہ سے حضرتِ دل کا یہ قول ہے حیران کرین گے حُسن سے آئینے کی طرح آنکھوں سے یوں نہ جائیگی دیدار کی ہوس داغون کی ہین اگر بھی آتشِ فروزیان دل میں رہے تھے آکے وہ دور و ز کے لئے زینت کا ہے یہ شوق تو نطفہ رہ ہو چکا بچپن ہی سے یہ کہتے ہین اندازِ آکے آسان نہیں ہے منزلِ مقصود تک گزر</p>	<p>بگڑی کسی غریب کی کیونکر بنائیں گے عارضِ تہارے چاند کو اختر بنائیں گے چھالائیں گے ہم تجھے نشتر بنائیں گے انسان سے یہ بت ہین تجھ بنائیں گے ہم ان کو آنے کا ترے گھر بنائیں گے دل کو پسند سیسے کو بھر بنائیں گے کیا جانتے تھے ہم کہ اُسے گھر بنائیں گے آئینے کو وہ سد سکند رہ بنائیں گے جواہلِ دل ہین وہ ہمین دلبر بنائیں گے دل کو رفیقِ شوق کو رہبر بنائیں گے</p>
<p>دل میں جاگتی ہے اُسے کہد و اے جلیل بگڑا دین گے بھی تو کیا وہ بگڑ کر بنائیں گے</p>	
<p>چاہیے دنیا نہ عقبے چاہیے میں کہوں دل دیکے اب کیا چاہیے</p>	<p>جو تجھے چاہے اُسے کیا چاہیے تم کہو تیرا کیلجا چاہیے</p>

سامنا پہلے پہل ہے پار کا  
 زندگی کیا جو بسر ہو چین سے  
 آج تک سنتے ہیں دشتِ نجد میں  
 رات بھر میں شمعِ محفل جل بجھی  
 مجھ کو اسے وسعت دو فرشِ زمین  
 تابِ نظارہ ان آنکھوں کو کہاں  
 لو گلہ ہونے لگا مسر یا دکا  
 غیر نے چاہا اگر چاہا کرے  
 مار ڈالا اسے جس امید نے  
 روئے لیٹے بہرِ بھنون ہر طرف  
 یہ جگر اور آئے دن کی سختیاں  
 خواب میں آنے کو یوسف سیکڑو  
 وہ جنوں زاموسم گل جا چکا  
 حضرت دل سا کوئی قانع کہاں  
 کہتی ہے ساتی بہارِ سر و گل  
 مجھ کو دیکھو اور میری آرزو

آج کیا ہوتا ہے دیکھا چاہیے  
 دل میں تھوڑی سی تمنا چاہیے  
 کوئی کہتا ہے کہ لیٹے چاہیے  
 چاہیے اُسکو تو ایسا چاہیے  
 بیٹھ رہنے کو ٹھکانا چاہیے  
 دیکھنے والوں سے پردا چاہیے  
 دل دکھانے کو کلیجہ چاہیے  
 مہربان تلو نہ ایسا چاہیے  
 کہتی ہے کچھ اور جیسا چاہیے  
 چشمِ بھنون بہرِ لیٹے چاہیے  
 ایک پتھر کا کلیجہ چاہیے  
 خواب کو چشمِ زلیخا چاہیے  
 اس بات میں غاشق سے پردا چاہیے  
 صرف ان کو دین و دنیا چاہیے  
 ارتباطِ جسام و مینا چاہیے  
 اک حسین اچھے سے ابھجایا چاہیے

وہ بہت دیر آشنا ہے اسے جلیل

آشنائی کو زمانا چاہیے

نکلنے دے خدا جسرتِ پدار تھوڑی سی

ہٹائے اپنے چہرے سے نقاب اسے یا تھوڑی سی



ہوا پورا نہ یہ ارمان بھی قاتل کی نزاکت سے  
اثر ہوا یا نہ ہو حالت مری اُن سے بیان کرتا  
تنتنا ہے کہ تیرے ہاتھ سے پیسنے کو ملجائے  
کوئی برسے کا طالب ہے کوئی ہر وصل کا خواہان  
بڑی تہمت جو اُن کی جو پڑے میں آپ کے دربار  
کہا تھا میں نے گورے گال پر کیا خوشنماں ہے  
لحد والے بہت مشتاق ہیں شور قیامت کے  
ترجی جیبتی ہوئی مرگ کان کا پورا لطف تو بہت  
خطا میری نہ تھی کچھ وہ رقیبوں پر ہستے تھے

گلے پر میرے چکر لگئی تلوار تھوڑی سی  
کر بن تکلیف میرے ہدم غنچا تھوڑی سی  
نہیں پروا بہت سی ہو کہ ہو یا تھوڑی سی  
نگاہ لطف ہے تیری امین درکار تھوڑی سی  
جگہ ہکا بھی ملجائے پس دیوار تھوڑی سی  
اسی پر میرے آنکے ہو گئی تکرار تھوڑی سی  
سنا دو چلکے تم بازیم کی جھٹکار تھوڑی سی  
کہ تھوڑی سی ہو دلین اور دل کی پار تھوڑی سی  
اور میری آگئی تقدیر سے بوجھار تھوڑی سی

ہزاروں کی ترنا آپ کے ہاتھوں ہوئی بوری  
جلیل زار کی بھی عرض ہو سرکار تھوڑی سی

مرتبہ الے خوب چھوٹے گردشیں آیام سے  
اور تو مطلب نہیں کچھ ہم کو دور جام سے  
گرچہ ترک آسنائی کو زمانہ ہو گیا  
اشتیاق میکشی کچھ میکشی سے کم نہیں  
ہر طرح اپنے دل مضطر کو ٹھہراتا ہوں میں  
سیکڑے کاراز پردے ہی میں رہنا خوب تھا  
بال و پرنے ساتھ چھوڑا مصفیہ و کی طرح  
ہم مسافر تھے اگر قاتل کی مرضی دیکھتے

سور ہے میں پاؤں پہلایے چو آسام سے  
ان عوض لینا ہے ساتی گردشیں آیام سے  
لیکن ابناک چونک اٹھتے ہیں وہ سیر نام سے  
ہم تو ساتی ست ہر جاتے ہیں خالی جام سے  
علاء ہے کہ تم دل میں رہو آرام سے  
دیکھ ساتی شیشے کچھ کہتا ہے جھگ جام سے  
اب میں کیساں جو جھوٹا میں پتہ چھوٹاں آسام  
تیج کے سائے میں دم بھر بیٹھے آسام سے

<p>صحیح نمائے فیصلہ رونے جو بیٹھوں شام سے          شیشہ ہو جاتا ہے خالی ملتے ملتے جام سے          آپ پہلو میں جے بیٹھے رہیں آرام سے          تو بہ ٹوٹی تھی مری جس ٹوٹے بھوڑ جام سے          درد دل رہنے نہیں دیتا مجھے آرام سے          باغ میں کوئی جگہ خالی نہ دیکھی دام سے          اب ہماری بھی گزرتی ہے بڑے آرام سے          بے وہی کافی چھلک جاتی ہو جتنی دام سے          یہ یہ مشکل ہے کہ میں وقف ہوں سیر نام کو          تھی بڑی ہی ہم کو گر و دشمن ایام سے</p>	<p>شمع حسرت ہوں یہاں کیا ہے بجز سوز و گداز          دل کو لٹا رفتہ رفتہ چشم سب یار نے          دل تڑپتا ہے مارتھپے خوشی کی بات ہے          آج تک مینوش آنکھوں سے لگاتے ہیں آگ          بادشاہ حسن ہو تم کچھ تدارک چاہیے          جزلِ سنبیل کہتے گل موج سبزہ موج آب          آفتیں ساری جی بھی تاک تھیں کہ تھی تم سوا یہ          ہم فقیر مسکدہ ساتی ہمیں کیا چاہیے          بے نشان بھگو سمجھ کر صبر آ جاتا مجھے          کیا بلا ہے اسے فلک ان اپنی پھرتی نہیں</p>
--	--

کیا خدا کی شان ہے جنگ و ظیفہ تھا طلیل  
 آج وہ کہتے ہیں میں واقف نہیں اس نام سے

<p>ہم نے بھی گردن تسلیم جھکا رکھی ہے          قابل دید تھی جو چیز چھپا رکھی ہے          کھینچ اس کو بھی کر سے جو لگا رکھی ہے          تو نے کس دن کو یہ اُفتاد اٹھا رکھی ہے          وہ سمجھتے ہیں کہ ہر دل میں دفن رکھی ہے          اپنے چار طرف آگ لگا رکھی ہے          یہ قیامت بھی قیامت پہ اُٹھا رکھی ہے</p>	<p>سان پر تم نے اگر تیغ جفا رکھی ہے          دیکھنے والوں سے آنکھ اُسے چھپا رکھی ہے          تیرے پھنسنے سے تو جھگڑا نہیں چکنا قاتل          قدم پار پہ گرنے کی ہوس ہے لے چرخ          روسی کی تو ہے اغیار سے بچھڑا دیکھیں گے          حسن یوسف کے نقطہ مصر کا بازار تھا گرم          سامنا اُس کا زمانے میں کہاں ہوتا ہے</p>
---	---



سنت جان بھی کوئی جانبا ز نخل آتا ہے  
 اور تو خاک نہیں کچھ دل ویران میں مگر  
 ہستو بیتاب ہیں دل تھامے ہوئے بیٹھے ہیں  
 باشتی پھرتی ہے سب میں اسے چشم ہوسلی  
 بات کرتی نہیں تصویر تہا ری ہم سے  
 کیا نہ تھا کوئی گلے اس کو لگانے والا  
 غیر کیوں ہوتے ہیں شامل مری رسوائی میں  
 شوق کا خون شب وعدہ ہوا جاتا ہے  
 قطع اسید جو ہو جائے تو میں کیوں تڑپوں  
 خور و یون کی ادا بھی اک ادا ہے لیکن  
 ہو چکے ہوتے ہم اسے جان تصدق کے  
 تجھ سے اسے ساقی بے بہرہ اسید نہ تھی  
 بیکیسی دیکھ کے اجباب کا دل جلتا ہے  
 اسکی قدرت کا میں ہوں دیکھنے والا جس نے  
 سرت دید ہے کیا شے کوئی ہم سے پوچھے  
 کیا قیامت ہے وہ دل توڑ رہے ہیں پیر  
 دین و ایمان دل و جان عشق میں کھو بیٹھے ہم  
 تم لئے بیٹھے رہو باز مجتہد دل میں  
 تیغ خورشید اب کی تعریف وہ یوں کرتا ہیں

ایسے موقع کے لئے تیغ ادا رکھی ہے  
 ہمنے تھوڑی سی تری آس لگا رکھی ہے  
 آپ کہتے ہیں کوئی چیز چھپا رکھی ہے  
 تو نے دولت جو قیامت پہ اٹھا رکھی ہے  
 ساتھ صورت کے یہ سیرت بھی اڑا رکھی ہے  
 تم نے تلوار کھرے جو لگا رکھی ہے  
 کون سی بات مرے دل نے اٹھا رکھی ہے  
 تھمنے سفیدی کی بڑی شاخ لگا رکھی ہے  
 اک یہی رگ مرے قاتل نے لگا رکھی ہے  
 شوخی و ناز نے تلوار بنار رکھی ہے  
 آس کجنت نے اک سانس لگا رکھی ہے  
 ایک ساغر کے لئے آنکھ چڑا رکھی ہے  
 میری شہرت پہ نئی شمع جلا رکھی ہے  
 تیری جادو بھری آنکھوں میں جیا رکھی ہے  
 یہ لگی وہ ہے کہ آنکھوں سے لگا رکھی ہے  
 اس گمان پر کہ کوئی بات چھپا رکھی ہے  
 سکورونے کے لئے آنکھ بچا رکھی ہے  
 چشم چرخون نے یہاں آگ لگا رکھی ہے  
 یہ دوا حلق سے اتری کہ شفا رکھی ہے

<p>سوجھتا ہی نہیں کچھ جو شش جوانی میں ہیں برگمان ہے خدا کے لئے کیوں ہوتا ہے میں ترستا ہوں وہاں بے خبری ہے اللہ</p>	<p>کس قدر خاک اس آمدی نے اُٹا رکھی ہے آرزو ہے تری جو دل سے لگا رکھی ہے ایسی کس نے مرے ساتی کو پلا رکھی ہے</p>
<p>کچھ مرے گوہر مضمون تو تھے ایسے جلیل آبر و حضرت آصف نے بڑھا رکھی ہے</p>	
<p>بنی ہے جان پہ جانے کی تم نے خوب کہی لگا دیتا نہیں جن سے آنکھ لڑتی ہے سنا میں وہ تہین جس نے کوئی خطا کی ہو یہاں تو خواب کا آنا خیال میں بھی نہیں مجھے زمانہ بُرا کہہ رہا ہے کہنے دو جسے ہوئے ہیں قدم اُن کے ناصحو دل میں جمال ہو شر با خط و خال ہو شر با کہا تھا درود دل اس واسطے کہ داد ملے کہا جو تیر لگانے کو دل پہ منرا لیا کہیں یہ سوزِ جگر بھی مٹا ہے رونے سے</p>	<p>مرا یہ حال پھر آنے کی تم نے خوب کہی مجھے نشانہ بنانے کی تم نے خوب کہی بگڑ کے مجھ سے منانے کی تم نے خوب کہی ہمارے خواب میں آنے کی تم نے خوب کہی غرض ہے تم سے زمانے کی تم نے خوب کہی ہتوں سوا تھ اٹھانے کی تم نے خوب کہی یہ مجھ سے ہوش میں آنے کی تم نے خوب کہی مرے بیان پہ فسانے کی تم نے خوب کہی یہ ایک بات ٹھکانے کی تم نے خوب کہی لگا کے آگ بجھانے کی تم نے خوب کہی</p>
<p>رکن میں آج بھی قدرِ کمال ہوتی ہے جلیل اگلے زمانے کی تم نے خوب کہی</p>	
<p>جاننا ہوا ہے صبا جو مدینے نصیب سے نم دریا ہو تم سے کہوں آرزو کے دل</p>	<p>کہنا مرا سلام خدا کے حبیب سے اچھا نہیں مرض کا چھپانا طبیب سے</p>



اک پھول بھی بہاڑ ہے عاشق کے کیڑے اسٹے  
 غفلت سے اپنی پوچھ دو یہ بات تم مجھے  
 عشاق سے ہے شہرہ معشوق خلق میں  
 حسرت نے بڑھ کے سینے پہ برچی رسید کی  
 قاصد سے کچھ نہ ہو مگر اپنا یہ حال ہے  
 انجام یہ ہو کہ قفس توڑنا ہرزا  
 کھینچا تھادل سے تیر جو قاتل نے یاد ہے  
 ہم کیا کھلاؤں گے غم جانان کو تختِ ل  
 قسرت نے خوش کیا نہ کسی بات سے ہین  
 اہل زبان کہیں بھی ہوں رہتے ہین گلشن  
 لے اڑ کے میری خاک نہ دامن ج بھی سہی  
 پرزے اڑا کے رکھ لیے دامان حبیب کے  
 تنے تو اپنے چلتے کمی کی نہیں کوئی  
 اے شمع جان لے کے بھی ٹھنڈی نہ تو ہوئی  
 کہتے نہ تھے یہ ہم کہ چمن ہے بہشت کا  
 ہو رشک تو اُسے جو تہین جانتا نہ ہو  
 غم تھا جو اپنے حقے میں اُس سے بھی یاس  
 جس نے مرض دیا ہے وہی چارہ ساز ہے  
 اک دور کی جھلک نے تو ہس کو لٹا دیا

داقِ فراقِ گل نہ اٹھا عندلیب سے  
 کیا اب کوئی امید نہ رکھوں نصیب سے  
 اڑتے ہین پھول بال و پر عندلیب سے  
 ناکِ نخل گیا جو ہمارے قریب سے  
 جیسے مریض کو ہوسلی طیب سے  
 یو چھا جو ماجراے چمن عندلیب سے  
 یارب جدا نہ ہو کوئی اپنے حبیب سے  
 کھاتے ہین سب جہان میں اپنے نصیب سے  
 وصلِ حبیب سے نہ وصالِ قریب سے  
 گلزار ہو رہا ہے قفسِ عندلیب سے  
 تم دیکھ لو نخل کے لحد کے قریب سے  
 کیا ایسی بات گل نے سنی عندلیب سے  
 جیتا رہا میں آج تک اپنے نصیب سے  
 کیا اور چاہتی ہے پتنگے غریب سے  
 آیا کوئی پلٹ کے نہ کوئے حبیب سے  
 مجھے نہیں بھی تو نبھے گی قریب سے  
 غمخوار کتنے ہو گئے پیدا نصیب سے  
 کیوں اپنے دل کا درد کہوں میں طیب سے  
 اندر سے آنکھ جو تجھے دیکھے قریب سے

راتے اگر نصیب تو ان ایک بات تھی | مجھ کو کہاں دماغ کہ جھگڑوں قریب سے

خامی ترے خیال کی ہو ورنہ اے جلیل  
تجھ کو ترا یہ درد ہے کیا کم طبیعت

غیبت ہے جو پہلو میں دل ناشاد باقی ہے  
خم اتنا اپنے ٹٹنے کا نہیں جتنا ہے غم اس کا  
کبھی سرمایہ وارِ شوق ہم بھی تھے مگر اب تو  
ترا دام و قفس آنکھوں پہ لیکن عرض ہوتی  
مٹے جھگڑا کہیں یہ بھی نصیب پاس ہو جائے  
ترے صدقے ہزاروں کو تو اپنا کر لیا تو نے  
بہارِ رمل و لالہ کہہ رہی ہے کوہِ سارون میں  
اڑا کر بال و برکیوں ہاتھ کھینچا ہم سیر و سگ  
مسکد رکھ دیا مایوسیوں نے دلوں خربت میں  
تپ غم سے شفا کب دیکھئے اللہ دیتا ہے

ابھی اس میں خدار کئے کسی کی یاد باقی ہو  
کہ اُس بیدار کو حسرت بیدار باقی ہو  
کچھ آنسو چشمِ تر میں لب کچھ فریاد باقی ہو  
بہارِ گل ابھی کچھ کچھ مرے صیاد باقی ہے  
جو تھوڑی سی تمنا کے دلِ ناشاد باقی ہے  
مری قسمت کا بھی پھندا کوئی صیاد باقی ہے  
کہ اب تک گرمیِ خونِ سرِ فریاد باقی ہے  
ابھی تو حسرت پرواز اے صیاد باقی ہے  
کہیں نہ سے یہ نکلا تھا وطن کی یاد باقی ہے  
سیخا کر چکے میری دو اجساد باقی ہے

جنون آباد الفت میں ہزاروں قیس و وامق تھے  
اب اُن سب میں جلیل اک خانانِ برباد باقی ہے

میرے قاتل کا زمانے سے جدا انداز ہے  
ایک شوخی کیا ادا ہے عشوہ ہے انداز ہے  
دل کے حق میں ایک آفت وہ نگاہِ ناز ہے  
آنکھوں آنکھوں میں کہا ساقی زہِ بخوار ہے آج

تیر برچی تیج جو سمجھو نگاہِ ناز ہے  
سب میں لیکن ناز ہے چہرہ انہیں وہ ناز ہے  
شلِ رگِ ناگہانی تیرے آواز ہے  
دو پیالوں میں ہے جو کچھ سیکدے کا راز ہے



نازنین معشوق کو جلا دینا ہے گناہ  
 رہ چکے قیدی ترے دیوانہ نازک مزاج  
 بیوفا کہہ چکے مجھ کو مسکراتے جائے  
 جیسے بوجھنے سے پھوٹے وہ ہے موت آنجل  
 ناز اٹھاتے ہی اٹھاتے عمر آخر ہو گئی  
 گفتگو کرتے تو ہو موسیٰ ذرا سنبھلے ہو  
 دامین ہوں یا قفس میں خرب تنہا کی نہیں  
 خور و کیا کیا چھپاتے ہیں مگر چھپتا نہیں  
 کہہ دیا میں نے کوئی لیتا ہے دلمین چٹکیان  
 تو ہی پہچان لون تنہا کو ہجوم شرمین  
 آنکھ لڑتے ہی جو نکلی آ رہ دل سمجھایہ میں  
 چلتے ہیں انکھیلیوں سے وہ تو ان کو سنا سنا  
 گوش و لب کو آشنا کیوں کیجئے کیا فائدہ  
 مرغ دل کو سوز و الفت نے بنایا ہے سپند  
 نکو اسے ذوق اسیری تاب ہٹنے کی نہیں  
 زخم دل کے توڑ کر ٹانگے یہ ظالم نے کہا  
 پھول اڑتے آگے رکھیا تو ہو گا باغبان  
 حسن جانان کی ترقی کا تقاضا ہے یہی  
 نامے شکوے سب اِلٰخستہ سوسن لو چھپر کر

جو گلے پر پھیر دیتا ہے چھری وہ ناز ہے  
 یان گران زنجیر سے زنجیر کی آواز ہے  
 بان مری جان جان لینے کا یہی انداز ہے  
 شق ہوا جاتا ہے دل کھلنے پر اپنا راز ہے  
 ہم نہ سمجھے تھے کہ ظالم تو سراپا ناز ہے  
 ہوش پر بجلی گرا تی ہے یہ وہ آواز ہے  
 میں جہان ہوں ساتھ میرے حسرت پر دار ہے  
 ہائے جو بن بھی کسی بیچین دل کا راز ہے  
 اب یہ تو جانے ترا انداز ہے یا ناز ہے  
 شکل گو دیکھی نہیں گوش آشنا آواز ہے  
 تیر تھی اُن کی نظر یہ تیر کی آواز ہے  
 کہتی جاتی ہے قیامت ہائے کیا انداز ہے  
 میرے تیرے دلمین جو ہے ایک ہی راز ہے  
 اس کے حق میں شعلہ آتش پر پرواز ہے  
 لوگ سمجھے ہیں مری زنجیر بے آواز ہے  
 ایک یہ بھی مسکرانے کا مرے انداز ہے  
 یہ حقیقت ہے مری اتنی مری پرواز ہے  
 کہئے ہر انداز پر یہ اور ہی انداز ہے  
 ٹوٹے پھوٹے ساز میں سو طرح کی آواز ہے

ہو رہا تھا تذکرہ شہر کا اُن کے سامنے وہ ہوئے چلتے یہ کہہ کر یہ بھی اک انداز ہے

حُسنِ والونِ مین کوئی پوچھے نہ پوچھے اچھو جلیل  
عشقا زونِ مین تو آج اپنا بڑا اعزاز ہے

اے کیا چیز نے ہو شر باہوتی ہے  
شعشع کہتی ہے مری روح ہوا ہوتی ہے  
کو نسا جرم ہے جسکی یہ سن رہوتی ہے  
کچھ عجب حالتِ ارباب فنا ہوتی ہے  
آہ ٹوٹے ہی ہوئے دلکی رسا ہوتی ہے  
لاکھ پردوں کا جو اک پردہ جیسا ہوتی ہے  
لذتِ دردِ تڑپنے سے سوا ہوتی ہے  
پردے پردے مین بیانِ یاد خدا ہوتی ہے  
جیسا ہوتا ہے مرضِ دیسی دوا ہوتی ہے  
باتِ دل کی کہیں آنکھوں سے ادا ہوتی ہے  
نامِ تاثیر سے بیزار دوا ہوتی ہے  
جسم سے جان اسی طرح جدا ہوتی ہے  
تب کہیں دخترِ رز ہو شر باہوتی ہے  
کو چہ عشقِ مین کیا تیر نہ ہوا ہوتی ہے  
مٹکے لاکھوں ابھی مشقِ جفا ہوتی ہے  
کچھ جو ہوتی ہے ہوا خواہ صبا ہوتی ہے

توبہ جب توڑیے پیدا یہ صدا ہوتی ہے  
قبرِ عاشق کی اُدا سی بھی بلا ہوتی ہے  
ہم ترستے ہیں رقیبوں پہ جفا ہوتی ہے  
عالمِ قیدِ مین بھی روح رہا ہوتی ہے  
اے فلکِ دشکنی کی تو ہے یہ یاد رہے  
روئے معشوق سے اُس کا ہے اُٹھا ناڈو  
آپ زخموں پہ نمک یون ہی چھڑکتے جان  
کبھی اس بُت کا نظارہ ہے کبھی اُس بت کا  
تلخ کامی کا مجتہد مین ہے شکوہ بیکار  
ہین رہا مین مرثیہ ترکی فقط کہنے کو  
کیا اثرِ در و جب الی کا ہے اللہ اللہ  
دل سے پیکان جو کھچا ساتھ ہی آئی آوا  
دارِ بانی مرے ساتھی کی جو ہوتی ہو شریک  
رنگِ چہرے اُڑا خواب اُڑا آنکھوں سے  
خوب اُستادِ ملاحسنِ سنگر تجھ کو  
پونہ پختہ کون ہے یاں شعشع لحد کے آنسو



زور چسکی مین نہیں خاک چلے تیرا پنا چاٹ دی خوب ہی خون شہدا کی تم نے عشق مین آدے گل کھلتے ہیں یا اشکون کے رنگ لیے ہاتھ مرا خون تمنا ملکر	منفعل ہونو نہ آ آ کے دعا ہوتی ہے اب کہاں ہاتھ سے تلوار جدا ہوتی ہے اس گلستان کی عجب آب دہا ہوتی ہے اب بلا آپ کی پاس نہ حنا ہوتی ہے
---	---

خاک مین چرخ ملاتا ہے ملائے دو جلیل  
اور بھی آئینہ دل کی جلا ہوتی ہے

یون تو اسکی ہر ادا ہوش رہا ہوتی ہو گلر خون مین وہی مقبول حنا ہوتی ہے پھر سنا ہے کہ وہاں مشق جفا ہوتی ہے درد دل سن کے علم تیغ جفا ہوتی ہے کچھ سمجھ مین نہیں آ آ کہ نظر قاتل کی دور و چھریان لیے رہتا ہے حسیں و نکا شباب بیچ مین تم نہ اگر ہو تو فلک سے پوچھو روایت حسن جوانی ہو بہار ک تم کو باغ مین شوخی رفتار کا موقع کیا ہو لنترانی جو سنی دل مین کہا مہی نے اب کہاں آپ مین عشاق چلی بار بہار دل جو لیسنا ہو کسی کا تو نگہ ہو کہ ادا فائدہ نامہ وہ پیغام سے کچھ خاک نہیں	جو ذرا شوخ نکلتی ہے قضا ہوتی ہے جس مین آمیزش خون شہدا ہوتی ہے آج کل پھر مرے جینے کی دعا ہوتی ہے کچھ جو کہیے تو یہ کہتے ہیں روا ہوتی ہے جانستان ہوتی ہے یا روح فر ہوتی ہے شان ہوتی ہے جدا آن جدا ہوتی ہے نار سا ہوتی ہے یا آد رسا ہوتی ہے کہو خیرات بھی کچھ راہ خدا ہوتی ہے دیکھئے دیکھئے پامال حنا ہوتی ہے حسن کی شان بھی کیا شان خدا ہوتی ہے ہوش اڑانے مین تو آدمی یہ پہل ہوتی ہے ایک سے ایک لگاؤ مین سوا ہوتی ہے ہاں یہ ہوتا ہے کہ تسکین ذرا ہوتی ہے
--	--

<p>ملکے جب آنکھ سے وہ آنکھ جدا ہوتی ہے میں سمجھتا ہوں مری عمر سوا ہوتی ہے اُن کی ہر بات زمانے سے جدا ہوتی ہے یاں گنہگار کو ایسی ہی سزا ہوتی ہے ایسے موقع پہ وہ شوخی تری کیا ہوتی ہے ایسے دل سے بھی کہیں یاد خدا ہوتی ہے آتشِ دل کی بھدک اور سوا ہوتی ہے</p>	<p>ناوک اندازی مرثگان کوئی اُسدم دیکھو کوستا ہے لبِ جان بخش سے کوئی مجھ کو بات ہی کیا ہے کسی سے جو نہیں وہ ملتے چٹکیان لے کے مرے دل میں کہا ظالم نے وصل میں شرم و حیا دیکھ کے حیرت ہو مجھے آرزوِ خلد کی خورون کی متنس زاہد ٹھنڈے ٹھنڈے مرے سینے پہ نہ رکھو کوئی ہاتھ</p>
---	--

ملک کی شاہ کے قدموں میں جگہ مجھ کو جلیل

اس طرح ہوتی ہے قسمت جو رسا ہوتی ہے

<p>بہل شگفتہ ہو گا نہ بسمل کے سامنے محل میں جو نہیں وہ ہے محل کے سامنے نام بہا ریلے عناد دل کے سامنے پر وہ اُسٹے تو قیس ہو محل کے سامنے منزل کی جستجو میں ہوں منزل کے سامنے تو وار رکھ دوں کھینچے قاتل کے سامنے کس نے بھری یہ آہ مرے دل کے سامنے دل کو نہ توڑ بھر خدا دل کے سامنے گردن رہے جھکی ہوئی قاتل کے سامنے نشر کا ذکر آبلہ دل کے سامنے</p>	<p>رکھیں نہ آپ گل کو مرے دل کے سامنے مجنون ذرا نظر تو جمال کے سامنے صیبا کو تلاش چھری کی ہے کس لئے ناقہ چلا ہے سجدہ کو لیلے کی ہے دعا کیا بیخودی شوق ہے الفت کی راہ میں اب قسمت آزمانے کی صورت ہے اک یہی یاں مثل شمع سینے سے اُٹھنے لگا دھوان جو چاہے عاشقوں پر ستم کر لے سنگدل آداب قتل گاہ سکھاتی ہے سب کو تیغ ایسا تجھے تصور مرثگان نہ چاہیے</p>
--	---



<p>تختِ زنج دیکے ہوں کس درجہ مفلس          اُن کا بھی اب جو فضلِ خدا سے شباب ہو          آئینہ جوشِ گریہ سے بیتا سب ہو گیا          یہ کہکے چاندنی میں کیا اُن کو بے نقاب          پایا ہے زیرِ تیجِ عجب لعلِ زندگی          بڑ کی طرح ہوا سے بہت دور جسا پڑا          سب چاہتے ہیں سینے میں چپکان رہے ترا          رنگِ وفا حنائیکسا موقع یہی تو ہے          تھا ذوقِ دیرِ شوقِ شہادت کے ساتھ</p>	<p>خبر کی پشت ہر مرے قاتل کے سامنے          کیا کیا وہ تفتے ہیں مہِ کامل کے سامنے          مثلِ مہاب بھوٹ بہاؤں کے سامنے          جھپٹا نہیں ہے حق کبھی باطل کے سامنے          سر پیٹ لے جو کہہ دوں یہ قاتل کے سامنے          میں نے لیا دم آ کے جو منزل کے سامنے          اُس دل کی قدر لگئی اس دل کے سامنے          رہنے دو میری لاش کو قاتل کے سامنے          جھپکی نہ آکھِ خنجرِ قاتل کے سامنے</p>
--	--

<p>چلتا ہوں سیرِ باغ کو اس شرط پر جلیل          لایا نصیبِ ناوکِ قاتل کے سامنے          دعویٰ تھا اضطراب کا سیلاب و برق کو          اس انفعال پر کوئی کس طرح مر نہ جاوے          جن کو دلِ شگفتہ ملا اُن کا قول ہے          اتنا تو اسے فلک ہو کہ وہ ہاتھ ٹوٹ جائیں          کیا ہوا ابھی جو کوند کے بھلی گریے کوئی          گل ہوں کہ غنچے سب یہ سا فرجین میں ہیں          کیا محبت نے شیشے سے پرستہ کیا          کہتا ہے نہ چہر کا جہنم کہ نقاب ہے</p>	<p>سو گئے نہ کوئی بھول مر ہو دل کے سامنے          آٹا ہمارے دل کا کیا دل کے سامنے          کوئی ٹھہر سکا نہ مرے دل کے سامنے          بیٹھے ہیں سر جھکائے وہ بیل کے سامنے          جنت کی کچھ بساط نہیں دل کے سامنے          جو بھول توڑتے ہیں خدا دل کے سامنے          بیٹھے تو ہو تڑپتے ہوئے دل کے سامنے          کوئی ہے دور کوئی ہے منزل کے سامنے          یہ تذکرہ کر دو مرے دل کے سامنے          ہکا سا ابر ہے میرا کامل کے سامنے</p>
--	--

<p>بید رویوں کا تجھے عوض لے اگے جانے کو یوں تو جان گئی سر گیا مگر آئینے میں وہ جھیر کے کہتے ہیں عکس سے پر واز کہکے دیکھ لے وہ شمع و مجھے اے لذتِ نظارہ یہ کیوں کر سمجھ سکوں ہے مدعا کہ شوق میں باہر نکل پڑے نکلے تھے سیر گل کو یہ دیکھا جن میں آج یار رب بنا دے آئینہ رُو سے یار اے تلوار چل کے مانعِ رفتار ہو گئی</p>	<p>کیا بات ہے یہ درد بھرے دل کے سامنے صد شکر بات رکھنی قاتل کے سامنے چسپ لگ گئی ہے کیسی مقابل کے سامنے ہو گی جلی کٹی بھری محفل کے سامنے آنکھوں کے سامنے ہے کہ وہ دل کو سنا بیٹھے ہیں تیر جوڑے مرے دل کے سامنے مکڑے ہیں کچھ جگر کے عناد دل کے سامنے دل اُس کے سامنے رہے وہ دل کے سامنے کشتوں کے پشتے بند کئے قاتل کے سامنے</p>
--	---

چمکین ریاض و مضطر و آہ اب کہیں جلیل  
رنگے ہیں مین نے پھول عناد دل کے سامنے

<p>اُس نے تاکا تھا جگر تیر نظر سے پہلے شمع دم بھر ہوئی ٹھنڈی نہ سحر سے پہلے جیسے جیسے در محبوب قریب آتا ہے تیری منزل بھی ہے منزل کوئی اور شمعِ مزا دل پھرانے کی ادا خاص ہوا کرتی ہے یار سے پردہ اٹھانے کو ابھی کیا کہیے دونوں مظلوم ہیں کچھ بن نہیں پڑتی دمِ حشر خوب ہو وصل کی شب میں جو وصال اپنا ہو</p>	<p>دل تڑپ کر یہ پکارا کہ ادھر سے پہلے روتے گزری ہے مسافر کو سفر سے پہلے دل یہ کہتا ہے کہ پہونچوں میں نظر سے پہلے شام کے بعد چلی پہونچی سحر سے پہلے دیکھ لیتے ہیں وہ دزدیدہ نظر سے پہلے ہولے دامن تو حیدر دیدہ تر سے پہلے دل سے فریاد ہو پہلے کہ جگر سے پہلے آپ خصت ہوں سحر کو میں سحر سے پہلے</p>
---	---



موت کی یاد نے بنجو وہین کر رکھا ہے  
 پھر سنگر تری ناک فگنی دیکھو ن گا  
 راہ لین گے عدم آباد کی مرنے والے  
 دونوں مٹنے میں برابر ہیں مگر سنا ہوں  
 رُخ سے کیسو جو ہٹے دل کو شگفتہ پایا  
 ہے حسینوں میں اسی پر مجھے دعویٰ دل کا  
 میں تو کہتا ہوں لگانے دو گلے خنجر کو  
 پھر مرہ آئیکا آئیکا اگر دیکھو گے  
 اجنبی بن کے کوئی یار سے اتنا پوچھ آے  
 بجابی جو یہی ہے تری شوخ آنکھوں کی  
 شامِ غربت کا فسانہ ابھی چھیڑا ایدل  
 بے جھوڑو ساتھ ہی دونوں کو ترپنے کیلئے  
 وہ ادھر تیغ بکت ہیں میں ادھر آہ بلب

گھر کو چھوڑے ہو بیٹھے ہیں سفر سے پہلے  
 دیکھو ن میں تجھے حسرت کی نظر سے پہلے  
 آپ تلوار تو لین اپنی کمر سے پہلے  
 خاتمہ دل کا ہوا میرے جگر سے پہلے  
 کوئی غنچہ نہ ہوا پھول سحر سے پہلے  
 جس نے دیکھا تھا لگا وٹ کی نظر سے پہلے  
 وہ یہ کہتے ہیں لگا لون میں کمر سے پہلے  
 دیکھ لو آپ کو تم میری نظر سے پہلے  
 آپ مٹتے تھے کسی خستہ جگر سے پہلے  
 رسم پردے کی اٹھے گی اسی گھر سے پہلے  
 پوچھو ن حال وطن بادِ سحر سے پہلے  
 دل سے تم ہاتھ اٹھاؤ نہ جگر سے پہلے  
 دیکھنا یہ ہے کہ چلتی ہے کہ دھر سے پہلے

کہ گیا آج وہ بیدار دگلے ملے جلیل  
 ہم نہ واقف تھے ترے دردِ جگر سے پہلے

دیکھنا آگ لگی پھر اسی گھر سے پہلے  
 لگیا زادِ سفر مجھ کو سفر سے پہلے  
 نامہ ہر کو تو لگا لون میں جگر سے پہلے  
 دیکھئے کون لپٹتا ہے کمر سے پہلے

یوں نہ ٹپکا تھا لہو دیدہ ترے پہلے  
 آنکھ قاتل کی پڑی تیغ دوسرے پہلے  
 نامہ یار پڑھو ن گا ابھی جلدی کیا ہے  
 بڑھتی جاتی ہیں یہ کہتی ہوئی رضین اُنکی

<p>ہم پہونچتے تھے کبھی بارِ سحر سے پہلے غیر ممکن ہے پڑے تیرِ نظر سے پہلے دید کہ تر ہے یہاں دامنِ تر سے پہلے کوئی لینے کو بڑے باپِ اثر سے پہلے کس نے یہ بار اٹھایا تھا بشر سے پہلے وہ یہی نیچہ لیتے ہیں کر سے پہلے جی میں ہے دست و گریبان ہوں سحر سے پہلے سج تو یہ ہے کہ ہوئی چوکِ نظر سے پہلے کھینچ ناوک کو مرے یارِ جگر سے پہلے شام آتی ہے مرے گھر میں سحر سے پہلے وہ ٹپکتا ہے مرے دید کہ تر سے پہلے ہے تماشا کہ سفر میں ہوں سفر سے پہلے بات ہی کیا ہے جو پھول آؤثر سے پہلے تھا یہی زخمِ جگر داغِ جگر سے پہلے سب کے سب ٹھنڈے ہوئے شمعِ سحر سے</p>	<p>بال و پر کھو کے ترستے ہیں چمن کو اب آ وہ کماندار مری شکل سے سزا رہی ڈرتے ڈرتے جو پئے اُسکو ضرر کیا غلط یوں تو نالے دلِ عاشق سے نکلنے کے نہیں مدعیِ عشق کی اب چاہے خدا کی ہو جائے قتل کرنی ہے لچکنے کی ادا عاشق کو وصل کی شب گئی دیوانہ بنا کر مجھ کو دل تو نادانِ سدا کا ہے اُسے کیا جھینکوں خلشِ دل کا ذرا دیر مزہ رہنے دے وصل کا دن جو دکھاتی بھی ہے تقدیر کبھی آہ کی کیا ہے خطا دل میں جو کچھ ہوتا ہے جیتے جی اپنے کہیں عمر روانہ کرتی ہے انبیا میں تمہیں اے ختمِ رسلِ فضل ہو نصیب چارہ گر آج نیا عشق کا آزار نہیں لاگ نے آگ لگا ئی تھی وہ پروانوں میں</p>
--	--

اے جلیلِ آپ بھی کس عیان میں ہیں خیر تو ہے  
خواہشِ قدر بہتر کسبِ بہتر سے پہلے

<p>دل تڑپ جائے وہ چنگی لونِ لبِ فریاد سے ہے ستمِ ایجاد کا شکوہ ستمِ ایجاد سے</p>	<p>بچھیر دیکھو تم سیدنِ خنجرِ بیداد سے رو رہا ہوں اُس کے آگے چرخ کی بیداد سے</p>
--	--



نیند تو ان کی اڑی کیا جانے کسکی یاد سے  
 آئی بیل کی اجل مقتل میں یہ کہتی ہوئی  
 یاد جاتے جاتے جا بگی جن کی ہر صغیر  
 آدمی تو آدمی تھیں سبھی پانی ہو گئے  
 دیکھتا ہوں انکی آنکھیں ڈھونڈتا ہوں وہ نکلا  
 لے گیا بیل پکڑ کر سب کھڑے دیکھا گئے  
 سرخ تنہائی ہی لیکن بہل جاتا ہے دل  
 ایسی کیا تدبیر ہو جس سے کٹیں دن بھر کے  
 میں یہ کیوں کہتا کہ تم بیدار سے توجہ کرو  
 جال کی صورت جو دیکھی مر گئی بیل غریب  
 رات دن فکر عدو شام و سحر ذکر عدو  
 فصل گل میں آدمی کے ہوش کیا رہتے بجا  
 سنگدل شیرین کو جو شیر کی حاجت تھی کیا  
 اب تو جیتے جی نفس سے چھوٹنا ممکن نہیں  
 شیشہ بھرے ستون نے سیکھی ہے یہ بات  
 یہ تو ممکن ہے کہ بیل آشیان میں چھپ رہے  
 چاہتا ہے دل کہ سر ہو جائے گردن سے جدا

مجھے ہر دم میں اُجھتے ہیں مری فریاد سے  
 ہو گئے ملنا مبارک خنجر جلا دے  
 اُنس ہوتے ہوتے ہو گا خانہ صیاد سے  
 روئی جب شیر میں لپٹ کر تربت فرا دے  
 جس نے صبر چھینا ہے دل ناشاد سے  
 کوئی کانٹا بھی نہ اُلجھا دامن صیاد سے  
 کچھ تمہاری یاد سے کچھ نالہ و فریاد سے  
 جی میں آتا ہے یہ پوچھوں خنجر جلا دے  
 خوتہ میں بیدار کی راحت مجھ بیدار سے  
 پھنس گئی دم اجل میں بگلی صیاد سے  
 کیا غرض تھو کسی بھولے ہوئے کی یاد سے  
 تینکے چنوائے جنون نے بیل ناشاد سے  
 خون کی تندی بہانی تھی سر فریاد سے  
 بلبلو ناخوش رہو یا خوش رہو صیاد سے  
 ایک دم بھی دل نہ خالی ہو کسی کی یاد سے  
 آشیان کیونکر چھپائے دیدہ صیاد سے  
 ہو جدا اگر دن نہ لیکن خنجر جلا دے

بے خاش چنے بسر کی زیست گلشن میں جلیل  
 ربط گلچین سے تو یار نہ رہا صیاد سے

تم اگر بچپن ہوتے ہو مری سراپا دے  
 چین کس کہنت نے پایا دلِ ناشادے  
 اپنے دل سو پوچھنی تھی مرگ شیرین کی خبر  
 گلِ ادھر پھولے ہوئے غنچے ادھر روٹھے چوکے  
 کہہ رہی ہے سانسِ بیل کی غنیمت ہوہوم  
 یہ نفس ہے بلبلو من مانی گھر جانی نہیں  
 چل رہا تھا بے ستونِ پاک ذرا ہکا جو ہاتھ  
 قطع ہو جاتی مری امید بھی گردن کے ساتھ  
 بوجہ ان غنچے سے نکلے ماتھے آتی ہو کہان  
 زہر کیا ہے خواب شیرین اپنی آنکھوں کے لیے  
 اس کے دل سے پوچھئے داغِ اسیری کی بہا  
 داغِ دہلی یہ ایسے دن کی چمن آرائیاں  
 دے رہا تھا بازہ اک شیرین ادا کا اشتیاق  
 بھر رہا کرنے نہ کرنے کا ہے حیاتِ اختیاء  
 سیرِ گل تو کر چکے ہنس ہنس کے یارِ ان چمن  
 تیری اس ششادگی پر اسے جنونِ پتھر پڑین  
 نغمہ بیل سے غنچے مسکرائے بھی تو کیسا  
 ہنس رہے تھے یا تو گل یا چٹائی افسردگی  
 بارغ سے لایا مقدر خانہ صیادِ دین

چٹکیاں دلِ مین نہ لے کہہ دو یہ اپنی یاد سے  
 میرے کہنے کو نہ مانو پوچھو فریاد سے  
 کیا کہیں سرِ باد کو ہم رہ گئی استاد سے  
 بات کیا ایسی ہوئی ہے بیلِ ناشاد سے  
 سیکھوں مرگِ مرگ کے چلنا خنجرِ جلا دے  
 نالہ کرنا ہے تو لو پیرِ وانگی صیتا دے  
 کنگے دنِ زندگی کے تیشہ سرِ باد سے  
 رہ گیا یہ ایک تسخیرِ جلا دے  
 جیسے طائرِ چھوٹ جائے پہنچے صیاد سے  
 خون یہ ہے دل نہ غافل ہو تہاری یاد سے  
 لائی ہے یہ بھول بھل خانہ صیتا دے  
 جزِ گلِ حسرت ملا کیا پوچھے شہاد دے  
 در نہ پتھر خاک کشتا تیشہ سرِ باد سے  
 ایک دوئلے تو سن لے بیلِ ناشاد سے  
 آؤ اب کچھ رولین ملے بیلِ ناشاد سے  
 مانگ شیرین کی بھری خونِ سرِ فراد سے  
 گلِ فشانِ کر کے ہم نے داد لی میا دے  
 کچھ پتے کی کہہ گئی بیلِ لبِ فریاد سے  
 دیکھیں اب جانا کہان ہو خانہ صیتا دے



استرا کر کیا توجہ ہے کہ ہم اب تک جلیل  
فیض پاتے ہیں مزار حضرت اُستاد سے

میں وہ جلیل ہوں قفس سے جو رہائی ہوتی  
سخت جان آپ کا یوں ذبح نہیں ہونے کا  
تم سے دیکھا نہیں جاتا جو تڑپت دل کا  
ہو گئی جب ترے گیسو سے رسا کا حصہ  
شرم نے اور بھی جھکڑے کو بڑھا رکھا ہو  
پھر کہاں جلوہ ماناں کی بہار سے بوسلی  
چاہتا ہوں کوئی ایسا نہ رکھوں ان  
راحت وصل جو ملتی بھی تو کئے ان کیلئے  
سیر ہوتی مرے دل سے جو بگڑتی مجھ سے  
تیری آنکھوں کو تو حار وہی جگہ تے گزی  
اور اثر میرے فسانے کا نہوتا نہ ہی  
بال و پر میں جو سلامت تو خوشی کیا ستیا  
عمر بھر راہ دکھائی ہے اجل نے ہکو  
حسن پر دے میں ہے اُس پر ہے یہ سنا اپنا  
مار ڈالا سیر فضل مجھے غمزدہ کر کے  
بیخود ہی خوب تھی با بنہ علائق کیلئے  
میں ادھر قتل ہوا کٹ گئے اخیار ادھر

برے گل دور سے لینے مجھے آئی ہوتی  
تنہ فولا دکی چھڑکی کھائی ہوتی  
نگاہ شوخ کی بھلی نہ گر، آئی ہوتی  
پھر کہاں سے مری قسمت میں سانی ہوتی  
نگہ ناز جو لڑتی تو صفت آئی ہوتی  
ایسے موقع پہ نہیں فیض نہ آئی ہوتی  
کاش سیری ہی ایسا ہوتا ہوتی  
پھر وہی صبح وہی شام جدا آئی ہوتی  
تم جدھر ہوتے ادھر ساری ضلّی ہوتی  
کوئی سوتی ہوئی نقشہ مجھ کی ہوتی  
ہے تو ہوتا کہ نہیں فیض نہ آئی ہوتی  
کہ نہ ہوتا مگر ایسا رہا آئی ہوتی  
اب بھی کہلاتے ہیں آئی نہ آئی ہوتی  
فیض تھا جو نقاب اُس نے اٹھائی ہوتی  
میں آیا نہ نہیں شرم تو آئی ہوتی  
ہو جو ہوتی تو ہیرا میں رہائی ہوتی  
اپنے دیکھ کے تلوار لگائی ہوتی

شکو آنے سے ہے انکار یہ مانا آم نے آپ کو دیکھ کے وہ اور بھی تن جاتے ہیں شوق دیدار میں اُفتاد جو پڑتی ہم پر	بات جب تھی کہ تری یاد نہ آئی ہوتی آئینہ سچ سے اٹھتا تو صفائی ہوتی دیکھتے آپ کہ آنکھوں سے اٹھائی ہوتی
---	--

محفل شعر و سخن سر دہری ہے کب سے  
تم نے کچھ پڑھ کے جلیل آگ لگائی ہوتی

طور کی آگ مرے دل میں لگائی ہوتی تم نے ہمسے جو کبھی آنکھیں ملائی ہوتی پہلے اس غم فرقت نہ سنا تھا ہمیں خواب میں بھی نہیں آنے سے حیا مانع ہے وعدہ دید ٹھہر تانا اگر مشر میں چاند سورج کی طرح آپ پھرا کرتے ہیں خواہش دید پر اب آنکھ دکھانا کیسا تھا جو تقدیر میں جلنا تو ہو کے کیوں نہ سنا کوئی جلوے کا اگر دیکھنے والا ہوتا بہی گئے اشک اُسے دیکھ کے ہم خیر ہوتی وہ بلا تیری محبت کا ہے پسندا اختیار اور کچھ دیشہیدان و فاسو لیتے شوق لایا تھا مرا تیرا دلدار مجھے لذت آپ خنک پیاس کا صد سمجھو	ایسی بجلی کوئی اسے چرخ گرائی ہوتی دشمنوں کو بخت آئینہ نہ آئی ہوتی وصل کے بعد اسے کاش جدائی ہوتی اسی پردے میں کبھی جسلو نہائی ہوتی مرنے والوں کو کبھی نہیں نہ آئی ہوتی میرے گھر میں بھی کبھی جسلو نہائی ہوتی تم نے پردے سے نہ آواز سنائی ہوتی شعخ ہوتے تری محفل میں رسائی ہوتی یار کو خود ہوس جسلو نہائی ہوتی چشم گریان نے ابھی آگ لگائی ہوتی گر رہا بھی مجھے کرتا نہ رہائی ہوتی آکے تربت پہ قیامت نہ اٹھائی ہوتی جذب تائید جو کرتا تو رسائی ہوتی وصل دیتا نہ مزہ گرنہ جدائی ہوتی
--	---



آفتاب اوس کے قطرون کو اڑا دیتا ہو	کون ہوتا جو تری جلوہ سنائی ہوتی
روح وقاب کی جدائی کا نہیں کچھ شکوہ	کاش دودل میں نہ لے چرخ جدائی ہوتی
گر اسے پردہ کثرت میں نہ چھپتا ہوتا	ڈرے ڈرے مین نہ یوں جلوہ سنائی ہوتی

شکر ہے حشر میں پریش نہ ہوئی اپنی حلیل  
ور نہ ہم سے نہ کوئی بات بن آئی ہوتی

آنکھیں نشلی دیکھیے اُس رشکِ حور کی	ہیں دو گلابیان یہ شرابِ طہور کی
کیا تکنت بیان ہو بُتِ رشکِ حور کی	تصویر ہے کچھی ہوئی ناز و غرور کی
صورت ہر اک حسین نے پائی ہے نور کی	صورت یہ تو نے خوب نکالی ظہور کی
سبقت غضب پہ یلگئی رحمتِ غفور کی	پریش نہ کچھ ہوئی مرے جرم و قصور کی
اُس آنکھ اور آنکھ کے سرے کو دیکھئے	دُنبال کہہ رہا ہے کہ چوٹی ہونِ حور کی
آخر کو اُس نے پاؤں سے گلِ دل کے کھدیا	سٹی لگی ٹھکانے دلِ نا صبور کی
موٹے کے اضطراب نے اچھا دیا جواب	دیکھی تڑپ تو لوٹ گئی برقِ طور کی
گرمی سے اُس کے رُخِ پے کا کل عرقِ نشا	بوتلِ دُھلاک رہی ہے شرابِ طہور کی
پھر کیون نہ ہو قصور کسی سے خطا مان	تم اپنے ہاتھ سے جو سزا دو قصور کی
دیوانے تیرے سمجھو نہیں پاتے عمر بھر	صورت تری پدی کی ہے سیرتِ حور کی
قائلِ توجب ترا ہوں میں اُضطرابِ شوق	پیدا ہو درِ دل میں چمکِ برقی طور کی
الشہرے اپنے چاہنے والوں کا امتحان	کس کس ادا سے ہوتی ہے تریفِ حور کی
آئی جواب سمجھ تو وہ آنکھیں نہیں رہیں	زنگس کے پھول دینے لگے بُوغزور کی
قصرِ بہشت جس سے ملا وہ یہ بات تھی	پروردگارِ حد نہیں میرے قصور کی

<p>دیکھو ن ہزار آنکھ سے جلوہ ترا مگر احسان آپکا ہے کہ ماہ بوس کر دیا کہتے ہیں سب انی جسے قاتل کی آن ہے کس باوہ کشش کی آنکھ کھلی پھیلی رات سے کیونکہ کلیم کو شب تاریک کوئی دیکھو ذرا سکوت تم اپنی شبیہ کا</p>	<p>جب دیکھنے بھی دے مجھے کثرت ظہور کی تسکین اب تو ہوگی دلِ ناصبور کی تیج کشیدہ ایک ادا ہے غرور کی رہ رو کے آ رہی ہے صدایا غفور کی اُن کو تو نکلے لگی ہوئی کوشش طور کی چھان دے رہی ہے یہ بھی تمہارے غرور کی</p>
--	--

شرم گنہ سے حشر میں رو پوش ہے جلیل  
پھرتی ہے ڈھونڈتی اُسے رحمت غفور کی

<p>جنت میں جا کے کھینچی ہے تصویرِ حور کی تیوری اتر چلی ہے بت رشکِ حور کی تکجو پڑی ہے کیوں مرے جرم و قصور کی اللہ کس کے روئے حسین کا خیال ہے کچھ اور آنکسار سے اپنی غرض نہیں تربت وہ کونسی ہے جو زندگی نہیں لگی آتش بیانیوں پہ مری کہتے ہیں کلیم رخسار سے الٹ دو ذرا گوشہ نقاب کس شان سے ہیں بیٹھے ہوئے پیش آنے الفاظ پیچدار ہیں نامے میں یار کے قدرت خدا کی دست نگارین ہے یار کا</p>	<p>صور تگر خیال کو سو جھی ہے دور کی رہتی چڑھی کمان کہان تک غرور کی واعظ بُرانہ ماسنے گی رحمت غفور کی آتی ہے روزِ خواب میں اک شکلِ حور کی منظور ہے شکست تمہارے غرور کی نکلے تھے آپ کرنے زیارتِ قسبور کی سُنہ میں ترے زبان ہے کہ کوشش طور کی بھروسہ دیکھو میرے دلِ ناصبور کی تصویر لے رہے ہیں وہ اپنے غرور کی جو سطر ہے گندھی ہوئی جوئی ہے حور کی یا قوت کا ہے پیر کلائی بلور کی</p>
--	--



<p>یہ کہے ہم سزا کے سزاوار ہو گئے شدت جو ہرگی پیاس کی میدانِ حشر میں بالا سے بام پہونچے وہ جوڑا جو باندھ کر پھوڑی نہ چاہ غیر کی اسرے تیری ضد طوفانِ نوح دیدہ تر نے بپا کیسا کیا بیکسی بیان ہو شامِ فراق کی مجنون کے سر پہ ان کو لئے پھرتی ہی ہوا</p>	<p>ملتی ہے عاشقون کو سزا کس تصور کی کر دیگی آبِ آبِ ندامت تصور کی چوٹی دکھائی دینے لگی کوہِ طور کی کرنی نہ تھی جو بات انہیں وہ ضرور کی ٹھنڈی ہوئی نہ آگ مگر اس تنور کی اک مین ہوں اک تڑپے دلِ صبر کی دامن کی دھجیاں ہن کہ ٹکڑی طبر کی</p>
<p>صحبۃ ہمیں پسند ہے اہل قبور کی</p>	<p>وہیہا کا ذکر یاں کبھی آتا نہیں جلیل</p>
<p>ان بھولوں سے نہ جائیگی بڑے وفا بھی ملتی تھی ہاتھ دیکھ کے اُنکو حنا بھی کچھ کہ اُسٹھے نہ منہ سے کوئی دجلا بھی وعدہ ہی کب رہا جو ہوا وہ وفا بھی کہتے ہیں وہ کہ جان نے کی ہے وفا بھی چھوٹے نہ تھے جو ہاتھ سے عطر حنا بھی بھولے سے گرجا کی جگہ ہو دف سبھی دبکر رہی کسی سے نہ اُن کی حیا بھی دل پر گراں ہوئی نہ تمہاری جفا بھی منہ سے نکل گیا تھا مرے بونا بھی سننے ہیں ہم جلیل بھی تھے پارسا بھی</p>	<p>مکن نہیں کہ داغ ہوں دل سے جد کبھی وہ دن بھی یاد ہیں کہ وہ سادہ مزاج تھے مخمل میں روز میٹھ کے بنتے ہوشیرو کہتے ہیں بات کے لئے لازم ثبات ہے کہتا ہوں میں کہ جہاں میں اب تو وفا کر قدرتِ خدا کی خون کو منہ دی سمجھتے ہیں جب ہو مجھے یقین کہ بھولے بہت ہو تم اُسٹھتے شباب میں بھی ہیں آنکھیں جھکی ہوئی کیا ناز کی کی شان ہے قربان جائے ہوتا ہے روزِ اب تو وفا وعدہ ستم تھا زاہدون کا ذکر وہاں بول اٹھا مٹھی</p>

یارب ہو خیر جو شش پہ سودا بھی سو ہے  
 بہ بھرنے لگا وہ دیر سفت ثانی نگاہ میں  
 ہم کیا کریں سوال یہ ٹھہرا نہیں ابھی  
 نکلیں وہ میرے دیدہ و دل سے محال ہے  
 کمن سہی وہ شوخ سہی تا بھہر سہی  
 بیل کا حشر دیکھے کیا ہو ہسار تک  
 عاشق کو تیرے ناز سے تاکا بھی تو نہیں  
 دیکھو ن گا اُس جہاں کو یارب کس آنکھ کو  
 کر دیگا بے حجاب یہ چہلن میں بٹھینا  
 لیلیٰ کو چاروں میں رہیگا نہ کچھ حجاب  
 جھگڑا جو کچھ پڑے تو ہو ثالث کی حقیقت  
 نامہ ابھی لکھا نہیں قاصد گیا نہیں  
 کیا مضطرب ہیں وعدہ فردا سے حیشم دل  
 پردا اٹھا نہیں کہ تماشا سے حسن ہو  
 تر دامن ڈبے نہ یارب کہیں مجھے  
 بنامیوں کا خوف رُلاتا ہے عش میں  
 گل بچاڑتے ہیں اپنا گریبان بہار میں  
 اُن کا تو قصد صبح کو نصت کا ہو مگر  
 جہنم تو دل بتوں کو دیا دیکھ بجال کر

باتھ اپنا اور دامن صحرا بھی سو ہے  
 میرا خیال خواب زلیخا بھی سے ہے  
 وہ کیا جواب دینگے یہ دھڑکا بھی سو ہے  
 بچپن میں یہ حیا ہے کہ پردا بھی سے ہے  
 ہے کچھ تو بات ہم سے جو پردا بھی کر ہے  
 سارے چمن کی آنکھ میں کانٹا بھی سے ہے  
 تھامے ہوئے غریب کیجا ابھی سے ہے  
 حیرت کا تو بڑا ہوا پردا بھی سے ہے  
 اے شوخ رخنے گر ترا پردا بھی سے ہے  
 محل میں چشم قیس کا پردا بھی سے ہے  
 کیون میرے اُن کبھیچ میں پردا بھی سو ہے  
 لیکن امید و یاس میں جھگڑا بھی سو ہے  
 قسمت تو کل لڑیگی بہ جھگڑا بھی سو ہے  
 مشتاق جو ترا ہے تماشا ابھی سے ہے  
 ایک ایک تار دامن دریا ابھی سے ہے  
 طوفان ہے دُور جوش پہ دریا ابھی سو ہے  
 یان حضرت جنوں کا تقاضا ابھی سو ہے  
 کہتی ہے جان میرا ارادہ ابھی سو ہے  
 زاہد کے سر میں حور کا سودا بھی سو ہے



تیکے میں چُن رہا ہوں ابھی فصل گل ہے دو  
 ہے یہ کمال حُسن کہ آیا نہیں شباب  
 دل میں یہ اُن کے ہو کہ نہ ہو ہم کو کیا خبر  
 تم ناسمجھ سہی مگر اتنا تو جان لو  
 بن ٹھن کے اُس نے شکل دکھائی نہیں ابھی  
 حضرت کرینگے یاد تو یثرب کو جاہنگ  
 کیا جانے کب بنے گی مسیحا نگاہ ناز  
 سُنتے ہیں آج ہونگے وہ گلشن میں جلوہ گر  
 جوش جنون میں زورِ سخافت تو دیکھئے  
 لطف و غضب کی شان نگاہوں میں آچلی  
 تیر و کمان کا شوق بہار کب ہو آپ کو

اب کے بہار پر مرا سودا ابھی سو سے  
 اُن پر مہ تمام کا دھوکا ابھی سے ہے  
 لیکن ہمارے قتل کا چرچا ابھی سے ہے  
 کوئی تمہارا چاہنے والا ابھی سو ہے  
 بگڑا ہوا ہر ایک کا نقشا ابھی سے ہے  
 اپنا خیال اپنا ارادہ ابھی سے ہے  
 دردِ جگر بیان مرے غیسی ابھی سے ہے  
 ایک ایک پھول دیدہ موسیٰ ابھی سے ہے  
 مجنون غبارِ دامنِ صحرا ابھی سے ہے  
 قاتل ابھی سے ہے وہ مسیحا ابھی سے ہے  
 ہکو تو اپنے خون کا دعویٰ ابھی سے ہے

انجام کار دیکھئے ہوتا ہے کیا جلیل

گھر گھر ہمارے عشق کا چرچا ابھی سو ہے

محبت رنگ دیکھاتی ہے دل جب ل سولتا ہے  
 دہان زخم سے ہر وار پر آواز آتی ہے  
 لٹاتے ہوں وہ دولت حُسن کی باور نہیں آتا  
 خدا کے واسطے پھر ایک بار ارشاد ہو جائے  
 ملین کیا اپنے مشاقون سے وہ اتنا سمجھتے ہیں  
 نگاہیں ملتی ہی اٹھ جائیں پردے دونوں جانب

مگر مشکل تو یہ ہے دل بڑی مشکل سے ملتا ہے  
 خدا رکھے مسیحا کا مزہ قاتل سے ملتا ہے  
 ہمیں تو ایک بوسہ بھی بڑی مشکل سے ملتا ہے  
 کہ ملے ہین سبھی ہم سے مگر تو دل سے ملتا ہے  
 کہ ہوتی ہے اُسی کی قدر جو مشکل سے ملتا ہے  
 یہ تب ہوتا ہے جب آنکھ آنکھ سے لال ہو ملتا ہے

<p>کبھی خنجر سے ملتا ہے کبھی قاتل سے ملتا ہے          تمہارا تیر سینے میں اتر کر دل سے ملتا ہے          کہ بڑھ کر موجہ دریا لب ساحل سے ملتا ہے          کہ بین پوچھیں تو وہ مجھ سے کہ تو کس دل سے ملتا ہے          کوئی آغوش کھولے پردہ محل سے ملتا ہے          غرض اس سے نہیں ہکو کہ وہ کس دل سے ملتا ہے          ادا کا دیکھنے والا ذرا مشکل سے ملتا ہے          اب اسکو یار تو جانے کہ تو کس دل سے ملتا ہے          ارے نادان قاتل کا پتا بسمل سے ملتا ہے          خبر دیتا ہے دل خود ہی جو کوئی دل سے ملتا ہے          نہ آسانی سے ملتا ہے نہ وہ مشکل سے ملتا ہے          یہ حالت ہو کہ بسمل جسطرح بسمل سے ملتا ہے          کوئی پروانہ جب شمع سے محفل سے ملتا ہے          کسی کو دیکھتے ہیں ہم کہ وہ بسمل سے ملتا ہے          کہ جنت کا موزہ ہکو کوئی منزل سے ملتا ہے</p>	<p>شہادت کی خوشی ایسی ہر شائق شہادت کو          تہین غیرت نہیں آتی کہ تنہا ہم سے کچھتے ہو          کشش سے کب ہو خالی تشنہ کا می تشنہ کا موٹی          تماشا ہوا اگر ٹوٹا ہوا دل سامنے رکھ دوں          خدا جانے غبارِ راہ ہے یا قیس ہے یا سیل          یہاں تو مایہ ناز اس شرہ خویان کا ملتا ہے          مری جان آنے میں سب یہ صورت دیکھو والے          ہمارا صاف دل ہے ہمتو ملے ہیں صفائی سے          تر پتا چھوڑ کر محکو کہیں تو چھپ نہیں سکتا          مجھے ہوتا مگر کیوں اگر تم صاف تھو مجھ سے          سب آسانی سے ملتا ہے ہر لیکن دل جو چاہے          گلے ملکر وہ رخصت ہو رہی ہیں ہاے کیا کہیے          وہ محکو دیکھ کر کچھ دل ہی دل میں جھپ جاتے ہیں          خدا جانے وہ قاتل ہے کہ اسان شہادت ہو          یہی کہتے سنا جمنے مرنے جانے والوں کو</p>
--	---

جلیل اسکی طلب سے باز رہنا سخت غفلت ہے  
 غفیرت جانیے اسکو کہ وہ مشکل سے ملتا ہے

<p>پردہ پوشی ہوئی جس سے تر و عریانوں کی          خاک اڑ جائیگی دودن میں بیا بانوں کی</p>	<p>یار بآباد رہے خاک بیا بانوں کی          یہی کثرت جو رہی چاک گر بیا بانوں کی</p>
--	--



جام نے اور کسی رند کو دے پیرِ مغان  
 سیکڑوں چاک نظر آنے لگے دامن میں  
 کیا ریان دیکھ کے پھولوں کی وہ فرماتے ہیں  
 چارہ ہی دن میں ہوا سوسکھ کے کاٹا اے قیس  
 وحشت آئی ترے دیوانوں میں اندھی کی طرح  
 بخیر گر چاک گریبان کو گویا رہنے دے  
 نذرِ صرصر جو ہوئی شمع مری آہوں سے  
 پاؤں چلبلی ہوئے کانٹوں سے چلو خوب ہوا  
 گھونٹ رکھا ہے گلا دیر سے دیوانوں کا  
 فرش گل پر نہ سلا قیس کو تو اسے لیلے  
 شیخ صاحب ہوئے میکش تو ہے مٹی برباد  
 بعدِ مدت تری وحشی کے جو آئے ہیں قدم  
 میرے سرکار کو اللہ سلامت رکھے  
 دشت گردی کو ترے برہنہ پائے ہیں  
 نہ رہے دشت میں وہ گور و کفن کے محتاج  
 تیرے وحشی کو نہیں سو جھتی گلشن کی بہار  
 شمع گل ہو کے فنا کر گئی بیروانوں کو  
 حال پوچھو جو ذرِ قیس کی بربادی کا  
 ہو گیا سیرِ گلستان سے توجی سیرِ حبل

گویا ہمیں مست کیے دیتی ہے میخانوں کی  
 لے جنوں کھل گئیں راہیں یہ بیا بانوں کی  
 ٹنگڑیاں ہیں یہ مرے چاک گریبانوں کی  
 اس آئی نہ ہوا تھکویا بیا بانوں کی  
 وصحیان اڑ گئیں دم بھر میں گریبانوں کی  
 آتی رہتی ہے ہوا اس سے بیا بانوں کی  
 پھر ہوا بندہ نہ سکی بزم میں پروانوں کی  
 خاک اب اور بھی چھانیں گے بیا بانوں کی  
 لے خبر دستِ جنوں بڑھ کے گریبانوں کی  
 ہو مکدر نہ کہیں خاک بیا بانوں کی  
 خاک تک چاٹ کے رکھ دینگے یہ میخانوں کی  
 گرد اٹھ اٹھ کے لپٹی ہے بیا بانوں کی  
 سچ تو یہ ہے کہ کوئی صہ نہیں احسانوں کی  
 خاک ہو جائے تیرے نہ بیا بانوں کی  
 آبرو خاک نے رکھ لی ترے دیوانوں کی  
 خاک آنکھوں میں بھری ہے جو بیا بانوں کی  
 دل کے ٹٹنے سے تباہی ہوئی ارمانوں کی  
 خاک اڑ اڑ کے بتاتی ہے بیا بانوں کی  
 آواں چل کے ہوا کھائیں بیا بانوں کی



تجھے ہے قیس یہ سودا کہ حسرت دل سے نکلے گی  
 کسی کی یادنا صبح یوں نہ میرے دل سے نکلے گی  
 خدا جانے ہماری آرزو کب دل سے نکلے گی  
 تم اپنے آنے کو خاک میں ناحق ملائے ہو  
 اسی کو سوچ کر اے درد دل میں ضبط کرتا ہوں  
 تمنا میں مری سنکر وہ کاش اتنا بتا دیتے  
 یہ مانا کھینچ لین گے آپ اپنے تیر کو دل سے  
 میں اُن کے سامنے جس آرزو کو عرض کرتا ہوں  
 جگر تھامے تھیں آنا پڑا کیوں ہم نہ کہتے تھے  
 تمہارے سامنے مرنے ہے اچھا ورنہ جان اپنی  
 نکلیاے تمنا وصل کی یہ بات ایسی ہے  
 بنگاہ مشوق کو مجنون جہا رکھ اپنے سینے پر  
 ذرا چھبھتی ہوئی کھدی تھی میں نے اُس پر ہم  
 جگ پاتے ہی میں رکھ دو گنا جلنے کے لئے دل کو

نہ نکلے ہے نہ لیلیٰ پردہ محفل سے نکلے گی  
 بڑی مشکل سوائی ہو بڑی مشکل سے نکلے گی  
 وہ کہتے ہیں کہ نکلے گی مگر مشکل سے نکلے گی  
 کہ ورت جبگی دل میں تو پھر مشکل سے نکلے گی  
 پڑے گی آہ وہ کس پر جو میرے دل سے نکلے گی  
 کہ یہ نکلے گی آسانی سے یہ مشکل سے نکلے گی  
 چھبی ہے پھانس جو دل میں وہ کیونکر دل سے نکلے گی  
 یہی ارشاد ہوتا ہے بڑی مشکل سے نکلے گی  
 کہ تیرے خطا ہوگی دعا جو دل سے نکلے گی  
 نکلے کو تو نکلے گی مگر مشکل سے نکلے گی  
 نہ اُن کے دل میں ایگی نہ میرے دل سے نکلے گی  
 اگر بیان پھاڑ کر لیلیٰ اسی محفل سے نکلے گی  
 یہ کہتے ہیں قیامت تک نہ میرے دل سے نکلے گی  
 جو کوئی شمع گل ہو کر تری محفل سے نکلے گی

جلیل اُن سے سوال وصل کرتے تو ہو لیکن  
 وہاں تنگ کہتا ہے کہ ہاں مشکل سے نکلے گی

جب اپنی جان نکلے گی تو وہ بھی دل سے نکلے گی  
 مرے مجنون ادھر آ یہ صدا محفل سے نکلے گی  
 زبان سے اُس کے آگے بات بھی نکلے گی

جسے کہتے ہیں غم کی پھانس وہ مشکل سے نکلے گی  
 جو آہ دردناک اے قیس سچے دل سے نکلے گی  
 کہیگا کون قصہ درد کا دعویٰ ہی دعویٰ ہے



نہیں ہونا پڑے گا مفت میں کیوں مانگے بوسہ  
 نکلتی ہے ابھی جانِ حزمینِ خنجر نکالو تو  
 تماشاً لوگ دیکھیں گے تمنا جب شہادت کی  
 جو سردینے کو آتے ہیں پلٹ کر وہ نہیں جاتے  
 مراد دل توڑتے تو ہو مگر اتنا سب کچھ رکھو  
 دلون کو شمع کی صورت جلانا چپ نہیں سکتا  
 نکال اب میان سے قاتل کہ شتا قون کا مجھ ہے  
 دلِ نالان مرا فریاد کرتا جائے گا یون ہی  
 دکھا دیگی تماشا تم کو آؤ آتشیں اپنی  
 اڑے رنگ اک طرف ہو فک طرف روح اک طرف اپنی  
 لگا و یاس کو قاتل تجھے بھی مانسنا ہوگا

ذرا سی چیز ہے لیکن نہ اُن کے دل سے نکلیگی  
 یہ کس نے کہہ دیا تم سے بڑی شکل سے نکلیگی  
 تمہارے ہاتھ سے نکلیگی میرے دل سے نکلیگی  
 ہماری لاش ہی اب کو چہ قاتل سوئے گی  
 عوض لے لے گی وہ تم سے فغان جو دل سے نکلیگی  
 خبر اسکی بزرگ بو تری محفل سے بچنے کی  
 ترے حق میں دعا سے خیر اکا دل سے نکلیگی  
 فغان جب تک نہ او بیدار دیر دل سے نکلیگی  
 وہ لو دیتی ہو وی جسم ہمارے دل سے نکلیگی  
 یہ حسرت تو ہو اسے دامن قاتل سے نکلیگی  
 وہ خنجر کھینچ کر جب دیدہ بسمل سے نکلیگی

جلیل اُس دریا کی یاد دم کے ساتھ ہے اپنے  
 دل اُس کا ہو رہا وہ دل کی اب کیا دل سے بچنے کی

ہم کو بھی انتظار کس کا ہے  
 نام آ مر زگار کس کا ہے  
 آپ کو اعتبار کس کا ہے  
 یمن روزگار کس کا ہے  
 تیرے سینے کے پار کس کا ہے  
 اے دلِ داغدار کس کا ہے

بے وفا یا ریا کس کا ہے  
 حشر میں ہم خدا سے پوچھیں گے  
 مدعی عشق کی خدا کی ہے  
 مدتیں ہو گئیں وہی ہے بہار  
 لوٹتا ہوں مگر خبر یہ نہیں  
 ہم نے مانا کہ تو چمن ہے مگر

جب تمہارا نہیں نہ میرا ہے  
 کچکے یوں زودے لحد پہ مری  
 نالہ کر لون تو یار سے پوچھوں  
 تو نگہبان ہے تو خوف مجھے  
 تو نے لیلے جھٹک دیا دامن  
 تیرے مڑگان ادھر ادھر خم زلف  
 تو کسی کو اگر نہیں ملتا  
 آگئی خیر سے جوانی بھی  
 ہاے اتنا بھی اب تو ہوش نہیں  
 مے تو نفرت کی چیز تھی و اعط  
 پھول لالے کا توڑ کر بولے  
 جان تمہرے تو میں ابھی دیدوں

بھروں بے قرار کس کا ہے  
 یہ شکستہ مزار کس کا ہے  
 آج دل بے قرار کس کا ہے  
 میرے پروردگار کس کا ہے  
 یہ نہ سمجھی غبار کس کا ہے  
 دیکھئے دل شکار کس کا ہے  
 دل پھر اُمید وار کس کا ہے  
 اب نہیں انتظار کس کا ہے  
 دھیان لیل و نہار کس کا ہے  
 ذکر یہ بار بار کس کا ہے  
 یہ دل داغدار کس کا ہے  
 موت پر اختیار کس کا ہے

کس کو اٹھ اٹھ کے دیکھتے ہو جلیل  
 سچ کہو انتظار کس کا ہے

یہی دانے کا ناز ہے یہی پانی کا پانی ہے  
 مگر ہم لطف اٹھا سکتے نہیں کیا ناتوانی ہے  
 یہی اک پھول ہے جو حاصل باغِ جوانی ہے  
 کوئی پوچھے کہ او مغرور کئے دن کی جوانی ہے  
 کہا شوخی سے جالیبا یہ پیغامِ زمانی ہے

ففس میں اشکِ حسرت پر مدارِ زندگانی ہے  
 بہت ہی قابلِ قدر اُسکے خنجر کی روانی ہے  
 ہمارا داغِ دل ناصحِ محبت کی نشانی ہے  
 کسی سے لستہ زانی ہے کسی سے چھیڑ خانی ہے  
 زبانِ قاصد کی کاٹی اور اسی کے ہاتھ میں دیکر



ہمیں عشاق سے ملنے کو مین کہتا نہیں لیکن  
جو واعظ آگ ہو کر سیکرے آتا ہے آنے دو  
ملے تھے آج برسوں میں مگر اللہ کی قدرت  
وہ بالین پر جو آئیٹھے مین مرتے بھی نہیں بنتی  
ہمیں وہ جان بھی لین گے مین پہچان بھی لینگے  
جلا دیتا ہے جو دل کو بچا دیتا ہے جو دل کو  
کلیجے سے لگا رکھوں نہ کیوں در و جدائی کو  
اُبھارا اُس نے سینے کو بڑھایا ہاتھ تب ہم نے  
لہو کی ندیاں چار و نظرف بہجا مین دم بھرن  
وہ اک بوسے پہ لیکر جان و دل مجھے یہ کہتے مین  
یہ سچ ہوا غلط ہم نے سنا ہے مرید الوں سے  
جلاتے گر نہیں ہاں سو نہیں سوا ہی ڈالین  
بتاتے جاتے مین اوصاف وہ اپنی اداؤں کے  
یہاں کیا جانتے کس کس طرح دیکھا تصوّر مین  
کہ مین تخیّر آؤ کلے ہم تم دونوں عالم کو  
رگ گردن تو قاتل ذبح ہونے پر بھی پھڑک لگی  
زمانہ آنے خانہ نظر آتا ہے اُس بت کا

یہ کہتا ہوں غنیمت ہو جو رو دیکھی جوانی ہے  
سلامت ہو جو دخت رز تو دو چھٹی ٹوٹیں پانی ہے  
وہی صورت وہی رنگت وہی جوشِ جلتی ہے  
اجل کو جان دون کیوں کر کہ خوفِ بدگمانی ہے  
اُتر جائیگا سب نشے ابھی چڑھتی جوانی ہے  
مرا سوز نہانی ہے مری آنکھوں کا پانی ہے  
یہی تو اک دلِ مرحوم کی باقی نشانی ہے  
خطا وارسمین ہم مین یا تری اٹھتی جوانی ہے  
یہ کام اُس تیغ کا ہو حسین دیا کی روانی ہے  
یہاں تک اصل قیمت تھی اب آگِ قدر دانی ہے  
ترے خیر مین قائلِ حشر تہ حیوان کا پانی ہے  
مرا یہ حال اور ان کو لحاظِ بیدہانی ہے  
یہ شانِ دلربائی ہے یہ طرزِ جانتانی ہے  
وہاں اب تک وہی پر دے کے اندر لٹرائی ہے  
اُدھر جادو نگاہی ہے اُدھر جادو بیانی ہے  
نہوگی پیاس کم جب تک تری خیر مین پانی ہے  
جو اپنا آپ ہمارے جو اپنا آپ ثانی ہے

جلیل اک شعر بھی خالی نہ پایا در دوحسرت سے  
غزل خوانی نہیں یہ در حقیقت نوحہ خوانی ہے



کون کہتا ہے نکالین گے وہ حسرت میری  
 وصل کی شب سے نہیں کم شبِ فرقت میری  
 نالتے کے لئے آنا تھا کسی رات نہیں  
 دیکھتا میں اُسے کیونکر کہ نقاب اُٹھتے ہی  
 کاش لمباے کہیں تیشہ فرما دیجھے  
 روز وہ خواب میں آتے ہیں گلے ملنے کو  
 نہ تعاقب پہ نظر کی نہ جفت کو دیکھا  
 ہوں وہ بیکس کہ مٹا مر کے غم تنہائی  
 لطف ہی لطف ہے تلوار اٹھا تو قاتل  
 سچ ہے احسان کا بھی بوجہ بہت ہوتا ہے  
 یہ ترے دل سے پلانے کا اثر ہے ساتھی  
 آپ ہندی سے نہ کیوں ہاتھ کو رنگین کرے  
 آج قاصد جو شب وصل کا مرادہ لا  
 آسمان مجھ کو ستاتا ہے تم اُس سے کہو  
 بنی گیا اشک جو میں اور سوا جو شش ہوا  
 حشر اب تک تو بڑے شوق سے اٹھا ہوتا  
 وصل میں خوب چھنے گی کہ برابر کا ہے جوڑ  
 دل میں رہنے کے لئے تم کو جگہ بہتری  
 جاتے جاتے وہ یہی کر گئے تاکید جلیل

نہ مروت انہیں میری نہ محبت میری  
 میرے پہلو سے لگی سوتی ہے حسرت میری  
 آج تک شمع کی محتاج ہے تربت میری  
 بن کے دیوار کھڑی ہو گئی حیرت میری  
 دیون تو کاٹے نہیں کشتی شبِ فرقت میری  
 میں جو سوتا ہوں تو جاگ اٹھی ہجرت میری  
 تجھ پر آہی گئی کینخت طبیعت میری  
 ہمنشین بن کے مری بیٹھی ہے تربت میری  
 تیری شہرت ہوئی جاتی ہے شہادت میری  
 چار بچھو لون سے دلی جاتی ہے تربت میری  
 جام تو نے جو بھرا بھر گئی نیت میری  
 آپ کے ہاتھ تو لکھی تھی شہادت میری  
 کرو میں لینے لگی نیند میں حسرت میری  
 یہ میں عاشق مرے ان پر ہے عنایت میری  
 میری آنکھوں سے ٹپکنے لگی حسرت میری  
 ڈھونڈتا ہے کہیں ملتی نہیں تربت میری  
 پیار ہے شوخ تو بے چین طبیعت میری  
 تم جو آؤ گے نخل جا بیگی حسرت میری  
 دل میں رکھنے کا حفاظت سے محبت میری



عکس ہے آئینہ دہر میں صورت میری  
 میں جو کہتا ہوں کہ سن لیجئے حالت میری  
 آئے سے انہیں کچھ اُنس نہیں بات یہ ہے  
 صبح ہوتے ہی جو آئے ہیں وہ گھبرائے ہوئے  
 وہ بچے فاتحہ آئے بھی تو قسمت دیکھو  
 رازِ الفت کو تو میں دل میں چھپا ہوں لیکن  
 چشمِ خونریز سلامت رہے تیری قاتل  
 کون آیا تھا سو گورِ غریبانِ یارب  
 خواب میں آنے سے بہتر تھا نہ آنا اُن کا  
 تنگ آ کر فلکِ پیر سے میں کہتا ہوں  
 تم دعا مجھ سے کرو ظلم کرو قتل کرو  
 دیکھنا عرصہِ محشر میں تماشاے جنوں  
 کیا اُنارِ یگارے ضعف کی مانی تصویر  
 کاٹ دی کہہ کے یہ ظالم نے زبانِ شکوہ  
 جان کو صبر نہ کر لین تو کرین کیا عشاق  
 لوٹتا ہوں مگر اس کی خبر اسے یا نہیں  
 پیار سے تم نے کسی دن نہ لگائی ٹھوکر  
 دے گئیں صلح کا پیغام نگاہیں اُن کی  
 وصل کی شام جو دیکھی تو کہا دل نے جلیل

کچھ حقیقت نہیں اتنی ہے حقیقت میری  
 وہ یہ کہتے ہیں کہ ایسی نہیں عادت میری  
 چاہتے ہیں کوئی دیکھا کرے صورت میری  
 دیکھ لی خواب میں شاید شبِ فرقت میری  
 اس قدر پھول چڑھے چھپ گئی تربت میری  
 یہ ہے مشکل کہ نہ دیکھے کوئی صورت میری  
 نہیں محتاج شہادت کی شہادت میری  
 آج کچھ کہتی ہے روندی ہوئی تربت میری  
 کر گئے اور بھی بے چین طبیعت میری  
 روزِ محشر سے بدل دے شبِ فرقت میری  
 میں ہی منہ سے کہے جاؤ لگا قسمت میری  
 کھلے میدان میں کھل کھلیگی حشر میری  
 آئے سے تو اُترتی نہیں صورت میری  
 شکر کرتے نہیں کرتے ہو شکایت میری  
 وہ یہ کہتے ہیں نہیں مفت محبت میری  
 کس ادا پر تری آئی ہے طبیعت میری  
 اسی صدمے سے مٹی جاتی ہے تربت میری  
 آج آنکھیں جو لڑیں لڑ گئی قسمت میری  
 اس اندھیرے میں چمک جائیگی قسمت میری

بن سکی کو چہ جانان میں نہ تربت میری  
 کیا کہوں اُس سے جو پوچھے کوئی حالت میری  
 یوں بھی صورت کوئی اے یا رنجل آئینگی  
 دہمدم درد کی ہوتی ہے چمک اس پر بھی  
 سرخ غصے سے جو قاتل ہے تو دل کہتا ہے  
 اپنے گھر ہی سے کہ میں آپ دعا بخشش کی  
 میں یہ سمجھوں کوئی معشوق مرے ہاتھ آیا  
 بوسہ لینے کا عوض آپ نے یوں مجھ سے لیا  
 تیج تو ہے آپ بھلا ناز واد کیا جانیں  
 کیا ہے صورت کہ مرا گھر ہو کسی کے دل میں  
 اُن سے اظہار محبت جو کوئی کرتا ہے  
 دیکھنے والوں سے تنگ آ کے وہ کھٹکتے ہیں  
 میرے ساتی کا ہے وہ ساغر ہے لکھا ہر چیز  
 فیصلہ اب ہے مقدر کا زبان پر اُن کی  
 ایسی مشتاق تھی آمد جو قیامت کی ہوئی  
 جس طرح آگ سے پتھر کے جگر میں یوں ہی  
 بوسے گیسو نے شکوفہ یہ نیا چھوڑا ہے  
 داغ دیکھے دل عشاق کے اُس نے تو کہا  
 تھی زمین صاف مگر ضعف ایسا کہ جلیل

مل گئی خاک میں اک عمر کی حسرت میری  
 دل نہ پہلو میں نہ قابو میں طبیعت میری  
 اپنی صورت نہ دکھا دیکھ لے صورت میری  
 ہے اندھیری کی اندھیری شبِ فراق میری  
 رنگ لائی ہے تنہا سے شہادت میری  
 ضبط ہونے کا نہیں دیکھ کے تربت میری  
 میرے قابو میں جو آجائے طبیعت میری  
 سامنے چار کے لے بیٹھے شکایت میری  
 اسکی شاہد ہے مری جان شہادت میری  
 کہیں رہنے نہیں دیتی مجھے وحشت میری  
 دور سے اُسکو دکھا دیتے ہیں تربت میری  
 ہو گئی روگ مری جان کو صورت میری  
 جان بیانا نہ ہے ایمان ہے قیمت میری  
 سُن چکے خال مراد کچھ لی صورت میری  
 گود میں لینے کو شوق ہو گئی تربت میری  
 دل میں اُس بات کے آہی ہو محبت میری  
 نہت گل سے اُلجھتی ہے طبیعت میری  
 بانٹتی پھرتی ہے کیا پھول محبت میری  
 تھگ گئی چار ہی شعرون میں طبیعت میری



تیج ادا کے دونوں طرف وار چل گئے  
 تسکین کیا وہ دیگئے رکھ کر جگر پہ ہاتھ  
 دل سوگ میں عدو کے مکر تھا آپ کا  
 آبِ جمالِ یار کہاں اہلِ عشق کو  
 دفنا چکے مجھے تو کیا خون بہا ادا  
 دیکھا گیا نہ حالِ دلِ بقیہ راکھ کا  
 سچ کور ہی ہے شمع کہ میرا قصور کیا  
 دل اپنے شوق سے شبِ غم نالہ کش ہوا  
 بکھرا کے رخیہ زلف دیا عاشقوں کو داغ  
 دو دن تو انکی یاد رہے اس خیال سے  
 گھیرا تھا ہر طرف سے جو رنج و ملال نے

ٹھنڈا کیا جو تم نے مجھے غیر جل گئے  
 اتنا کیا کہ درد کا پہلو بدل گئے  
 اچھا ہوا کچھ آنکھ سے آنسو نکل گئے  
 روشن ہوئی جو شمع تو پروا نے جل گئے  
 مہندی لگے وہ ہاتھ سرِ قبل گئے  
 نالے جگر سے آنکھ سے آنسو نکل گئے  
 پروانوں کے نصیب میں جلنا تھا جل گئے  
 کہتا ہے اب کہ صحرے نالے نکل گئے  
 دن چھپ گیا چراغِ سرِ شام جل گئے  
 چمکی جگر میں لے گئے دل کو نکل گئے  
 گجرا کے دل کو رات کو نالے نکل گئے

وصفِ خرام کر کے اونہیں لائے راہ پر  
 تم بھی حبیل چال قیامت کی چل گئے

Sy. Mahmood Ahmad

تمام شد

# مفردات

مجبو بھی دل نے اچھیل کر جو اچھالا ہوتا  
ہائے اتنا بھی لہو زخمِ جگر نے نہ دیا  
آپ تو آتے نہیں ہم آپ میں آئین گے کیا  
بارہا ہم نے دل لگا دیکھا  
جو سنا اُس سے کچھ سوا دیکھا

نہ تھا قرارِ مکیوں میں بے قرار نہ تھا  
وہ ایک وجد کا عالم تھا بے قرار نہ تھا  
دم کے دم کو وہ جو آبیٹھے تو گویا کچھ نہ تھا  
بات اتنی تھی ہمارے اُن کے جھگڑا کچھ نہ تھا  
مرے جنونِ مری وحشت نے کچھ نہیں چھوڑا  
جلیل کے لئے حضرت نے کچھ نہیں چھوڑا  
سیج بتاؤ تمہیں جاوید یہ کہاں سے آیا  
اک تیر تھا کہ میرے جگر سے نکل گیا  
خوب دیکھا تو وہ اک تیر کا پیکان نکلا  
آتشِ غم سے دل کیاب ہوا  
جو خرابات میں خراب ہوا  
چرخ سے برق گری میانِ سوخنے نکلا

بام پر تھے وہ کھڑے لطف دو بالا ہوتا  
تیجِ قاتل کو نہا دھوکے نکھرنے نہ دیا  
تھالی ان وعدوں کے چھٹے ہوش میں لائیگی کیا  
حُسن کو دشمنِ وف دیکھا  
ارنی گو کی کھل گئیں سکہیں

جو حال وصل میں ہے روزِ انتظار نہ تھا  
تمہاری تیج کا پھل کھا کے میں ڈیپا ہوتا  
شکوہ تھا ارمانِ متبادل میں مرو کیا کچھ نہ تھا  
پیار کرتے تھے ہم اُن کو کو سستے تھے وہ ہمیں  
اب آ کے دشت میں کیا خاک بیگا تو اوقیس  
بہمی وہ کہ گئے کہنے کے جتنے مضمون تھے  
باتوں باتوں میں اڑا لاتے ہو پریوں کو جلیل  
بن ٹھن کے آج وہ جو ادھر سے نکل گیا  
ہم نے جانا تھا کہ دل سے کوئی ارمان نکلا  
حال میرا یہ بے شراب ہوا  
اچھے حالوں گزر گئی اُس کی  
غل ہوا آج جو گھر سے وہ شکر نکلا



پیش کش کا پہاڑ کہان اور کہان جلیل  
سیر می لحد پہ شمع صفت اشکبار ہین  
مر رہے ہین ہجر کی رات اور دن کو دیکھ کر  
ہوا آہ جو زخم سینے کے قابل  
یہ مر جانے کو میرے تھوڑا نہیں ہے

روز سیر پانچ لے رنگین ادا اچھی نہیں  
بڑے منے کا وہاں قتل عام ہوتا ہے  
مجھے وہ دیکھ کے دشمن کو یوں مٹاتے ہین  
جلا ہو دل نہ جس کا شمع کی صورت محبت میں  
ابھی سے کر رہے ہین نام پیدا دستانی میں  
لوگ صورت کو پیار کرتے ہین  
مر کے باتے ہیں شہرت اہل کمال  
جلیل آج بناتے ہو ہیکو دیوانہ

ترے مجنون تو بیکاری میں بھی باکار رہتے ہیں  
خوبان جہان بھرتے ہین پانی ترے آگے  
کچھ دُور تری بندہ نوازی سے نہیں ہے  
کہیں گے وہ یہی لاکھ آرسی بھالے آنکھ  
یہ کون زیر زمین انگو گدگداتا ہے

جلیل خیر ہے ایسے اُداس اُداس ہو کیوں  
جلیل پھر تہین اس وقت چھیر کی سوجھی  
چلو اتنا تو نکلا کام باہم آشنائی سے

مارا از میں گیا و ضیعت این گمان نبرد  
پانی چھڑک رہے ہین وہ خاک مزار پر  
اب کہان پائین اُنہیں جیتو تھے جن کو دیکھ کر  
ٹھہرتا ہے وہ میرے سینے کے قابل  
سمجھتے ہین وہ مجھ کو جینے کے قابل

یہ سمجھ رکھو زمانے کی ہوا اچھی نہیں  
چلو جلیل تہین سیر ہم دکھا لائیں  
ہمارے چاہنے والے جلیل آتے ہین  
وہ کیا جانے کہ آنسو آنکھ سے کیوں نہر نکلتے ہین  
خدا رکھے قیامت ڈھانکے گئے چل کر جوانی میں  
ہم تری سادگی پر مرتے ہین  
ڈوبنے والے ہی ابھرتے ہین

ہمیں تھے بیٹھے ہوئے کل پری جالون میں  
ٹھکے جب کو چہ گردی سے تولے بیٹے گریبان  
الیاس و خضر دونوں ہین سقاے مدینہ  
تھک جاؤں تو لینے کو مجھے آسے مدینہ  
وہ اپنی آنکھوں سے پائے جو بچہ ڈلے آنکھ  
کہ مسکراتی ہوئی ہر کلی نکلتی ہے

کہان سے روگ محبت کا تم لگا لگائے  
ابھی ابھی تو منے ہین وہ کل کے روٹے ہو  
دفا سے ہو گئے ہم آشنا تم بیو فانی سے



تب سب سے کہ اپنا کشتن سنبھلتی جاتی ہے  
 خونِ مٹیا سے دل شاد نہ کرنے پائے  
 خدا بچائے ہر ار و گ ہے بہت کا  
 اہل دل جتنے ہیں رکھتے ہیں محبتِ دل میں  
 خوشی پوچھو نہ مرنے کی کہ تھے اک عمر کے ترسو  
 رہی ہیں صحبتیں برسوں نہ ہو گا مجھے اب وعظ  
 گر جہنمیکہ ہے پر آج بادل کا قیامت  
 یہ کہکشاں آج قاتل نے بہا یا خون کا دریا  
 نمازیوں میں تہین تھے امام بننے کو  
 آپ اپنا شہرت دیدار رہنے دیجئے  
 جبش ابرو کی حاجت کیا نگہ کے سامنے  
 تیر پہلو میں نہ سینے میں رُکا  
 چشمِ ساتی بھی ہو گردشِ میں ستر  
 بے سہار کیے چاہنا محال  
 پرد گیا ہے کیا اسیری کا دم  
 ہے جنوں بھی طرفہ باز گزیر جلیل  
 میری قسمت کیا جگا لین گے نگاہِ لطف سے  
 ہم نگاہِ باغبان میں رہتے ہیں اے مصفیہ  
 بات کہنے کی نہیں ہو رشک ہوتا ہے ضرور  
 میں نہیں مری جو پردے سے نکالوں یا رکو  
 سیر روئے کی دکھاتے ہیں وہ مہنس کر غیر کو

بڑی امید تھی ہم کو تمہاری بے وفائی سے  
 گھٹ کے ہم مر گئے فریاد نہ کرنے پائے  
 جلیل تم نے کبھی آئینہ بھی دیکھا ہے  
 ہم وہ دل رکھتے ہیں جس میں ہیں محبت والے  
 منائی عید یاروں نے گلے مل کے خبر سے  
 اٹھالوں ہاتھ شیشے سے چرالوں اکھ ساغر سے  
 صراحی جوش میں آ آ کے لڑ جاتی ہے ساغر سے  
 پیسے جاتے نہیں اب تو لہو کے گھونٹ خنجر سے  
 جلیل تم کو خدا سے حیا نہیں آتی  
 یوں ہی اچھا ہوں مجھے بیمار رہنے دیجئے  
 تیر چلنے دیجئے تلوار رہنے دیجئے  
 رہ گئے دونوں کلیجا تھام کے  
 دور خالی جام کے کس کام کے  
 بیٹھنا اٹھنا کلیجا م کے  
 پیچھے پیچھے پھر رہا ہوں دم کے  
 سرچہ چڑھ جاتا ہے دہن تھام کے  
 ان کی آنکھیں ہیں فقط جادو جگانے کیلئے  
 شخ کیا ناز کی سی چٹائی آشیانے کے لئے  
 ہم تو ہوں تیرے لئے تو ہوزمانے کے لئے  
 اک صدا کافی ہے میرے لوٹ جانے کے لئے  
 اشک آئے اور میرا جی جلا نے کے لئے



بعد استاد بختیت ہوم اکھا امی جلیل  
 بڑے ہی لطف کی چشم سپہ میں اُن کی مستی ہے  
 دل ایسی چیز کیا ہے دل کی پرواہم نہیں کرتے  
 یہ ظالم سُن وہ شے ہے کہ اے ناصح جہان بکھا  
 جب صراحی نے گلگون سے بھری آتی ہے  
 یہ چلتے پھرتے جادو کر گیب کون  
 ہمارے ذکر پر قاصد یہ کہنا  
 بنے ہو دلرُ با جس دُز سے تم  
 دیکھ کر داغ مرے دل کے فلک کہتا ہو  
 کیسی مژک مژک کی ہین باتیں جلیل کی  
 نے کے دل کر گئے اک داغ حوالے میرے

ما یہ صدنا زہین اختر زمانے کے لئے  
 مقدر نمیند کا دیکھو جو اس مین رات بستی ہے  
 وہ دیدیگے تو لے لینگے تقاضا ہم نہیں کرتے  
 تمنا ہو ہی جاتی ہے تمنا ہم نہیں کرتے  
 دل دیوانہ یہ کہتا ہے پری آتی ہے  
 کہ دل تو ہے قرار دل نہیں ہے  
 تمہاری یاد سے غافل نہیں ہے  
 کسی سینے کے اندر دل نہیں ہے  
 ایسے تائے کبھی مجھ سے بھی نکالے نہ گئے  
 دلین جو دیکھے تو ہین چھریاں بھری ہوئی  
 یارب آباد رہن کوٹنے والے میرے

بے

# قلمخانہ نایب تاج سخن

جناب منشی ممتاز احمد صاحب آرزو خلت امیر مینائی لکھنؤی

چھپا وہ دیوان لطافت آگین جیسے صد ہونہ	ہر ایک مضمون اسکا رنگین ہر ایک شعر اسکا بول بدل
ہر آرزو فکر سال تک تو بات مطلب کی تجھے سن	یہ سال بے مثل ہو کہ دیکھو غزال عینا ہر جو غزل ہے

جناب مولوی محمد ابوالحمید رضا آزاد صدر نصف ضلع پھنی تلپند فصیح الملک داغ دہلوی

آخر والا گہر نے چھاپ کر تاج سخن	بہرہ و سب کو کیا خلوق پر احسان ہے
ہے کلام نغز و رنگین جلیل خوش بین	جسکا قول اعجاز سحر سامری قربان ہے
دین جگہ دل میں خوشی سے سب کے سب اہل کما	شاعری ہو جسم اور حکیم کی یہ جان ہے
کی جو میں نے فکر سال آزا و اتفنے کہا	کہہ دو یہ تاج سخن جان جان دیوان ہے

چھپ گیا تاج سخن دیوان بھی	ہے گل مضمون کا یہ رنگین چمن
خیر مقدم کا کہو آزا و سال	اللہ اللہ یوسف مصر سخن

جناب منشی محمد مارون خان صاحب آزاد تلپند جناب فائز بناری

جسنے دیکھا جلیل کا دیوان	وہ یہ بولا کہ ہے سخن اچھا
--------------------------	---------------------------



نام تاج سخن ہے خوب اس کا	عیسوی سال طبع لکھ آباد
جناب مولیٰ صدیق احمد صاحب اثر ناظم سوم عدالت دیوانی سرکار عالی فرزند مصنف	
جسکو سب صاحب فن دینگے جگہ آنکھوں میں	چشم بد دور چھپا آج وہ پرنور کلام
مجھے ارباب سخن دینگے جگہ آنکھوں میں	فکر تاریخ جو کی بول اٹھا خود دیوان
	ولہ
دیکھیں جو اس کلام میں نازک خیالیان	مکھو ہوئی یہ منکر کہ تاریخ ہو لطیف
مصراع شعر ترہین کہ پھولوں کی الیان	صرع یہ مصنفی کا اثر ہو بہو بلا
ابوالاعجاز جٹانہشی محمد احسان علی نقی احسان شاہ جٹان پوری تلمیذ جناب جلال لکھنوی	
مبارک تجھے اسے زمین دکن	جلیل سخنور کا دیوان چھپا
جو ہے باعث رونق سخن	مبارک تجھے لکھنؤ کا کلام
غزلہا سے رنگین کا دلکش چمن	مضامین و اشعار سب انتخاب
کر من منزلت شاعران من	دعا ہے کہ مقبول عالم ہو یہ
مقالات محبوب شیرین سخن	سیسی بین احسان لکھ سال طبع
	ولہ
بلبل و گل برس ہے احسان جلیل	مژدہ باد انظم رنگیں چھپ گئی
اہل مضمون ہیں ثنا خوان جلیل	شاعری دلکش تو جبرستہ کلام
شوخی گلچہرہ سے دیوان جلیل	لکھنؤ اسے احسان بہر سال طبع

علم	
<p>مستدر کی ہے دولت شاعری بھی چھپا دیوان طویل نامور کا پے تاریخ سال طبع احسان</p>	<p>اسی کو کہتے ہیں سب گنج بے رنج نثار اس پر کرین اہل کرم گنج کیا میں نے رقم - نظمیں گہر گنج</p>
<p>جناب شعی سیدی حسن صاحب مہری ڈیر فیض الملک تمیز فیض الملک داغ دہلی</p> <p>کیا پوچھتے ہو کیون ہوئی شہرت طویل کی وہ اپنے فن میں آج ہیں مشہور مستند دیوان ہے طویل کا یا ہے یہ آئندہ موزون ہے نام تاج سخن اس کلام کا سرباب کلام یہ ہے پہلی متنوع دیوان ہے یہ ضیافت اجاب کیلئے موزونی خیال کی ہیں یہ روایان کیا ہو صفت جلیل کے حسن کلام کی ادنیٰ سا ہے یہ حسن کہ ہر ایک شعر میں کہتے ہیں قوت روح اسی شاعری کو ب تاریخا ہے طبع کے دو ماڑے ہیں نذر تایاب ایک مصرع تاریخ لون ہوا ہکا ہے دوسرا گل تاریخ اس طرح</p>	<p>خود نام ان کا ناموری کی دیس ہے انکی ہر ایک طرز سخن بے عدیل ہے روشن خیالیوں کا جو اپنی کفیل ہے یہ اسم بسمی ہے قال وقیل ہے الفاظ ہیں گراں نہ تلفظ ثقیل ہے یادوتوں کے واسطے خوان جلیل ہے یا گلشن سخن میں روان سلسیل ہے یہ بات تو مزے کی ہے لیکر طویل ہے افسانہ جمال و حدیث جمیل ہے مضمون اسی میں فرحت قلب طویل ہے حسن اگرچہ میری بضاعت قلیل ہے یہ بے بہا جو نظمیں جلیل ہے عطر سخن کلام سلیم جلیل ہے</p>



جناب مولوی لطیف احمد صاحب اختر مینائی ناظم امور مذہبی ممالک محروسہ  
سرکار عالی خلیفہ امیر مینائی لکھنؤی

ہوا چھپ کر مری کوشش سے تیار  
بہت موزون ہے یہ تاریخ اختر  
وہ دیوان جو سخن کے سرکا ہے تاج  
مری محنت ٹھکانے لگ گئی آج

ولہ

چھپ کے مطبع سے یہ دیوان جو اکبار آیا  
چار سو دھوم جو اس شاہد رعنا کی ہوئی  
مالک ملک سخن آپ کو جانا اُس نے  
دُسل کے سانچے میں یہ تاریخ بھی نکلی اختر  
میں یہ سمجھا کوئی معشوق طرہ ار آیا  
گو ہر جان لئے ایک ایک خریدار آیا  
جبکہ قبضے میں یہ گنجینہ اشعار آیا  
ناز سے یوسف ثنائی سر بازار آیا

ولہ

دیوان کی سب نے جو کہیں تا زنجین  
بسیاختہ مصرع یہ زبان پر آیا  
اختر سے کہا میں نے کہ تو بھی کچھ بول  
کیا تاج سخن میں بھی ہیں موتی انمول

جناب نواب شمشیر بہادر المتخلص بہ اختر رئیس اجے گڑھ

سیر تاج سخن جو کی میں نے  
لے کے خامہ لکھا یہ سال اختر  
دید ہ دل میں چھب گیا ہر شعر  
دل نشین ہے جلیل کا ہر شعر

جناب نواب حسن علی خان صاحب امیر جاگیر دار تلمیذ فصیح الملک داغ دہلوی

جس کا تھا سارے جہان کو انتظار	جس کے تھے مشاق اربابِ دکن
یہ سروشِ غیب کہتا ہے امیر	طبع کامل ہو گیا تاجِ سخن

ولہ

دیوانِ جلیل معجزِ بیان کا	مرغوبِ خاطر مطلوبِ عالم
لکھنؤ امیرِ آپ تاریخِ اتمام	تاجِ سخن ہے محبوبِ عالم

جناب مولوی احمد حسین صاحب برق از مدرستہ مصنف

چھپا ہے آج وہ دیوان کہ ثانی جس کا دنیا میں	نہیں دکھایا ہے جیسے شاعری تو آنکھ کھولی ہے
انگلیلا شعر ہر اک دل میں چھب جاتا ہے حاسد کے	غزل باکی کہی ہے یا کوئی تلوار تو لی ہے
نزلے طبع رنگین نے کھلائے ہیں گلِ مضمون	یہ مجموعہ نہیں اشعار کا گلچین کی جھولی ہے
نہیں طرزِ بیان میں رنگ کچھ اصلاً بناوٹ کا	یہ دیوان بھی ہے اک مشرقِ مہر جسکی جھولی ہے
کے مقدور لے استاد فن تیری ستائش کا	زبان بندے نے ڈرتے ڈرتے اموح پکھولی ہے
جہان ہے شاعروں کی انجمن تو صدر ہے اسکا	تو ہے مریخِ انجمن جہاں سخن دانوں کی ٹولی ہے
امیرِ نکتہ دان کی جانشینی تجھ کو شایان ہے	یہ تیری طبع گرما گرم اسی سانچو کی گولی ہے
پے تاریخ کی حبِ فکر میں نے مارتہ نکلا	سخن کے باغ کی ٹوٹی کی یہ پاکیزہ بولی ہے

ولہ

جلیل کا چھپ گیا ہے دیوان مبارک اسے اہل فن مبارک	
گلِ سخن کے جوہرین عنا دل انہیں یہ رنگین چمن مبارک	
نئے مضامین نئے قوافی بیان انوکھا نرالی بندش	



یہ تازہ گلہ سہ نصاحت تجھے بھی جہرِ کھن بہارک  
 تمام احباب نکتہ رس کو یہ شاید نظم ہو ہمایون  
 حسود بد بین بے ہنر کو دھام دل کی جسن بہارک  
 جوین نے سراغیوں کا کاٹا تو نکلا اے برق عیسوی سن

جلیل سلطان ملک سنی کو ہو یہ تاج سخن مبارک

جناب حکیم برہم صاحب آنریری مجسٹریٹ گورکھپور اڈیٹر اخبار شرق  
 وعطرتہ تلمیذ امیر مینائی لکھنوی

شہر چو مطبوع کلام درخواہ  
 برہم این مصرع تاریخ نوشت  
 نور افشا ندیم سالم چون ماہ  
 ہست دیوان جلیل ذی جاہ

ولہ

بارک اللہ اس سخن کا خوب ہی شہرا ہوا  
 مین ذلے برہم لکھا ترتیب دیوان کا سیال  
 جس نے دیکھا غش کیا جس نے سنا شاید ہوا  
 رنگ مینائی مین ہر اک شعر ہے ڈوبا ہوا

ولہ

نازک مین کچھ اس درجہ مضامین جلیل  
 تاریخ بھی کیا رنگ کی نکلی برہم  
 جن پر ہے کسی حرف کا رکھنا دشوار  
 پھولوں کے مین ہار یا یہ رنگین اشار

جناب منشی محمد عبدالرحمن صاحب صلیقی ملازم ریاست رام پور  
 تلمیذ امیر مینائی لکھنوی

شہرت میں آج شمس و قمرت دو چند ہے	ترجہ جہان میں تاج سخن کا بلند ہے
دیوان فخر ملک سے عالم پسند ہے	بہل نے خوب مصرع تاریخ یہ کہا

جناب سید بشارت علی خاں شہیرہ جناب ظہیر دہلوی

لالہ و گل سے ہوئی رونق سخن چمن	زینت مطیع ہوا جبکہ کلام جلیل
زیب وہ سخن ہے یہی تاج سخن	از سر بزم سخن شور اٹھایا یہ شیر

صاحب عالم جناب زاہد ارخبت صاحب المتخلص بیدار گورگانی دہلوی

مضامین ہے پاکیزہ نادر سلیس	چھپا ہے دکن میں جو تاج سخن
خیالات نایاب چیدہ نفیس	لکھا طبع کا سال پیدار نے

جناب سید دولت علی صاحب المتخلص بہ بیکل از علی گڑھ

یارا نہیں عدو کو ذرا قاتل قیل کا	لکھا ہے واہ خوب ہی دیوان لا جواب
تاج سخن کلام چھپا اس جلیل کا	بیکل کہا یہ ہاتھ غیبی نے سال طبع

دولہ

خوب ہی دیوان نکالا آپ نے تاج سخن	لے عجب نکتہ دان و شاعر شیرین مقال
کیا نہ دیوان چھپا مجموعہ عطیہ سخن	از سر انصاف بیکل نے لکھی تاریخ طبع

صاحب عالم جناب اکرم نجبت صاحب المتخلص بہ ترجم گورگانی دہلوی



چھپا جب جلیلِ سخنہ ان کا دیوان  
 طبیعت ہے کیسی خدا واد پائی  
 غزل گوئی میں صرف کامل نہیں ہیں  
 فصاحت بلاغت نزاکت لطافت  
 انوکھی ہے بندش نرالے ہیں مضمون  
 نہ کیونکر ہو محبوب مقبول دنیا  
 ترجمہ نے لکھی یہ تاریخِ ہجری

ہر کین دید سے خوبیاں اُس کی ظاہر  
 فنِ شعر میں اوستاد اور ماہر  
 ہر اک طرح کی نظم لکھنے پہ قادر  
 زبان پاک و شستہ بیان صاف و طاہر  
 زمانہ کہے کیون نہ پھر اسکو تا در  
 یہ دیوان ہے منظورِ عالم ہے ناظر  
 چھپے واہ کیسے مضامین تا در

### ولہ

خوب لکھا آپ نے دیوانِ جلیل  
 قابلِ تعریف ہے ہر ایک شعر  
 کیون نہ کہے جانِ فصاحت اسے  
 این جو محب اُن کی دعا ہے یہی  
 سالِ سیحی کا یہ مصرع ملا

لوگ اسے کہتے ہیں سرِ حلال  
 لائقِ توصیف ہے ہر اک خیال  
 ایسی نہ دیکھی نہ سنی بول چال  
 کہ اسے مقبولِ جانِ ذواً مہلال  
 عقدہ دل تاجِ سخن بے مثال  
 ۱۹۱۰ء

جنابِ اسیدِ نبیا حسینِ رضا جارس کا بیوہ مقیم لکھنؤ تلمیذِ امیرِ مینائی لکھنؤی

شکر صد شکر چھپا خوب ہی دیوانِ جلیل  
 حسن و خوبی میں گلِ سرسدا اس کا ہر لفظ  
 اُسکی ہتینِ من کہ حورانِ جنان کے ابرو

اس کا ہر نقطہ ہے ہم سلکِ گہرا زردن  
 اس کا ہر دائرہ ہے خلو برین کا دامن  
 اس کا ہر صفحہ حسینوں کی جبینِ روشن

<p>مستتر لفظ میں دیون حسن معانی جیسے  رنگ ہے شاد ہر مضمون کا زمانے سے الگ  تم سے فرمائش تائید جو کی ہے اسے چاہ</p>	<p>شمع فانوس میں بو غنچے میں جھلے میں دواہن  ہر ادا اس کی نرالی ہے نرالا جو من</p>
<p>جناب محمد افتخار علی صاحب جگر صدیقی قلمی  قابل و حافظ جلیل شاعر نازک خیال  خانشین حضرت استاد مرحوم آپ ہین  کیا شرف پر یہ شرف بخشا خدائے پاک نے  آپ کو دیوان ہے یا تاج سخن ہے و اتھی  شعر جو ہے اُس سے ہے حسن معافی آتش کا  کیا مری تحریف میں ہوں ایک خادم خواجہ شا  فاضل الاخوان اشاعت آپ کو دیوان کی  فکر جب تیار پنج دیوان کی مجھے پیدا ہوئی  ایک نکلا ہے یہ سال طبع دیوان لے جگر</p>	<p>فکر پھر کیا ہے یہ لکھ دو سخن سخن  خوش بیان ہین طبع عالی ہے نہایت کثرت  آپ کے فیض سخن سے باغ معنی ہے ہر  ہو گئے استاد و شاہ آصف مہر مٹی  صورت مہر درخشان ہے مضامین کی ضیا  بیت جو ہے رنگ استاد کی کاہن میں بھرا  ہر سخن زہر ہے آپ کا مدحت سرا  ہو مبارک دل سے ہے ناپیز خادم کی دعا  کان میں آئی مرے عرش مضامین سو صد  نام نامی آپ نے استاد کا روشن کیا</p>
<p>جناب حافظ سید عبد الجلیل صاحب مار ہروی  نہ ہر جا توان دید اوج کلام  کلام جلیل است سہل الوصول  بتاینج طبع کلامش بگو</p>	<p>نظر آید آتا بتاینج سخن  نباشد مستسا بتاینج سخن  کہ دیوان مستسا بتاینج سخن</p>





جناب مولوی حافظ حفیظ اللہ خان صاحب حفیظ اعظم گڑھی

محبّر شاعر ہادی نبیل

لابدع طبع منظوم الجلیل  
۱۳۲۸

اری الذیوان دیوانا جلیلا

حفیظ قال للمطبوع ارحا

ولہ

در صفات چمن چہ نیک آمد

طبع تاج سخن چہ نیک آمد  
۱۳۲۸

چمن فکرست جلیل حسن

از حفیظ است مصرع تاریخ

ولہ

کلام شاعر معجز بیان جلیل حسن

چچا جلیل کا دیوان پہلا تاریخ سخن  
۱۳۲۸

چچا بفضل الہی جو حسن خوبی سے

کہا حفیظ یہ بات نے مصرع تاریخ

جناب سید ظفر حسین صاحب خاطر لکھنوی تلمیذ مصنف

جی ہے حسینوں کی یا انجمن

اگر رنگین ہے کیا خوب طرز سخن  
۱۳۱۰

کھلا ہے معانی کا تازہ چین

لکھواس کی تاریخ خاطر یہ تم

جناب حافظ خلیل حسن صاحب خلیل برادر مصنف ملازم ریاست بڑا  
تلمیذ امیر مینائی لکھنوی ۷۱

غزل جہاں میں ہو مطلع سے قطع تک صبح ہے

یہ دیوان کیا ہے اک ناز گینالی کا مرقع ہے  
۱۳۲۸

عجب دیکھ دیوان ہے جلیل نکتہ پرور کا

خلیل اسکے لیے تاریخ بھی اچھی کہی تم نے



# ابو البیان جناب محمد سید عالم صاحب خنجر مودودی مارہروی

<p>جلیل سخنور کا دیوان ہے یہ چمکتے مضامین ہیں بیت القزل کے نہ کیوں شاعری آپ کی مستند ہو کہا سالِ تاریخ خنجر یہ مین نے</p>	<p>کہ گلابی معنی کا تازہ چمن ہے کہ خورشیدِ رویوں کی یہ انجمن ہے کہ استادِ مین اور مشق کہن ہے پسندیدہ نایاب تلخ سخن ہے</p>
---	---

## جناب لوی پیر ماض حسن خان خیال و دانش رئیس سولہ ضلع مظفر پور

<p>چمپا ہے آجکل تاج سخن ہے جلیل خوشنویس ایتا سے فن پڑا اثر ہیں جس قدر اشار ہیں اب مزے لوٹیں گے ارباب مذاق کس جلالت کی ہے یہ تاریخ بھی</p>	<p>سر پہ سب رکھیں یہ ایسا ہے کلام یہ اُسی کیٹا کا کیٹا ہے کلام رنگین ڈوبا ہے بنتا ہے کلام شہد سے بڑھکر یہ میٹھا ہے کلام شاعر شیریں زبان کا ہے کلام</p>
---	--

ولہ

<p>واہ کس شان کا دیوان نکلا جس نے دیکھا اُسے وہ بول اٹھا خوبی طرز پر ہے جان نثار مصرع سال بھی ہے شمع خیال</p>	<p>حسن مین رشک میر تابان ہے جس قدر وصف کروں شایان ہے شوخی رنگ پہ دل قربان ہے شاہِ شوخ ہے یادِ دیوان ہے</p>
---	--

	ولہ	
<p>برہان فضائل و کمالات جلیل</p> <p>حقاکر نفیس است خیالات جلیل</p> <p>۱۹۱۰ء</p>		<p>شد طبع نفائس مقالات جلیل</p> <p>دانش تایخ عیسوی کرد رقم</p>
	ولہ	
<p>بر تارک ارباب سخن ہست اکلیل</p> <p>شایع زد کن گشت دیوان جلیل</p> <p>۱۳۲۸ء</p>		<p>این تاج سخن کش نبود هیچ عدیل</p> <p>تایخ اشاعتش ز دانش بشنو</p>
جناب مولوی محمد بشیر صاحب وکیل المتخلص بہ دل		
<p>بصورت شوخ دل داری رنگت تازہ گلزارے</p> <p>گل اندامے شکیلے دلرباے لالہ خسارے</p> <p>۱۹۱۰ء</p>		<p>چہ دیوان گہر بارے طر حدارے پرانوارے</p> <p>پے تایخ طبعش مصرع نادر گہوارے دل</p>
جناب محمد ضمیر خان صاحب اول شاہجہان پوری تلمیذ امیر مینائی لکھنوی		
<p>بصد حسن مطبوع شد در دکن</p> <p>رقم کن عروس است تاج سخن</p> <p>۱۹۱۰ء</p>		<p>کلام جلیل معانی طراز</p> <p>چرا فکر تارخیش لے دل کنی</p>
	ولہ	
<p>جو لطافت من ہے پیش عدیل</p> <p>خوشنوا طوطی گلزار جلیل</p> <p>۱۳۲۸ء</p>		<p>وہ کلام آج چھپا ہے اے دل</p> <p>وصف دیوان بھی ہے تایخ بھی ہے</p>
جناب مولوی محمد عبدالرحیم صاحب رحیم تلمیذ مصنف		
<p>گشت خندان غنی اولہا ہے ارباب</p>		<p>شد درین سال نکو تصنیف تمام طبع</p>



<p>از پیر تاریخ آن چون فکر کردم ادر حیم</p> <p>ہاتھم گفت۔ کلام سیر بسیر جادو اثر</p>	<p>ولہ</p>	<p>استاد کا مرے جو چھپا اند نون کلام</p> <p>آریخ طبع اس کی سناد ویر ادر حیم</p>
<p>نخل مراد اہل سخن بارور ہوا</p> <p>مہر سخن جلیل کا اب جلوہ گر ہوا</p>	<p>ولہ</p>	<p>چھپ کے نکلا ہے وہ پری دیوان</p> <p>مصرع سال لے رسم لکھو</p>
<p>جسہ صدقے ہون شاہان جلیل</p> <p>واہ دیوان مینظر جلیل</p>	<p>ولہ</p>	<p>صاحب عالم جناب اختیار الدین نخت رزمی گورگانی دہلوی</p>
<p>ہے جو زیب دکن کلام جلیل</p> <p>ہے سراپا چمن کلام جلیل</p> <p>زیر چرخ کہن کلام جلیل</p> <p>مثل درعدن کلام جلیل</p> <p>گل تاج سخن کلام جلیل</p>	<p>ولہ</p>	<p>طبع کے اُس کے اب ہے تیاری</p> <p>آئی ہے نکھت گل مضمون</p> <p>مثل رکھتا نہیں کہین اپنا</p> <p>طبع کے بعد ہو عزیز جہان</p> <p>لکھو رزمی یہ طبع کی تاریخ</p>
<p>جناب منشی محمد سرور علی خان صاحب فہرست بریلوی مقیم بنارس تلمیذ</p> <p>فصیح الملک داغ دہلوی</p>	<p>ولہ</p>	<p>شکر ہے چھپ گیا کلام جلیل</p> <p>مصرع سال طبع لکھو رخت</p>
<p>جن کی مشہور خوش بیانی ہے</p> <p>چشمہ فیض جادو دانی ہے</p>	<p>ولہ</p>	<p>شکر ہے چھپ گیا کلام جلیل</p> <p>مصرع سال طبع لکھو رخت</p>

<p>ہو ایہ خبر سن کے خوش ہر محقق          کلام جلیل سخنور محقق          ۱۳۲۸ھ</p>	<p>ولہ</p>	<p>جو تاج سخن چھپ کے مطبع سر نکلا          کیا نظم رفعت نے سال اشاعت</p>
<p>ولی مراد رآنے کا وقت آپہونچا          کلام شاعر خوش فکر کا چھپا اچھا          ۱۹۱۰ء</p>	<p>ولہ</p>	<p>زہے نصیب کرا بچپ چکا کلام جلیل          لکھی ہے خاتمہ رفعت نے عیسوی تاریخ</p>
<p>جناب ریاض</p>		
<p>تہمین کہتے ہیں ہم استاد فن بھی          وہی شوخی وہی لطیف سخن بھی          وہی اشار میں ہے بانگین بھی          عناد دل بھی فدا صد تہمین بھی          جھلکی پڑتی ہے زلف پر شکن بھی          ہوئے اب صاحب تاج سخن بھی          ریاض خوشنوا شیرین سخن بھی          تمہارے مستقد ہیں اہل فن بھی          نہ اہل کھٹوا اہل و کن بھی          وزیر ملک بھی شاہِ زمیں بھی          مبارک ہو تہمین تاج سخن بھی          ۱۹۱۰ء</p>		<p>جلیل استاد کے تم جانشین ہو          طبیعت میں ہی استاد کا رنگ          عجب بندش عجب ترکیبِ اشار          اثر انداز ہے نکھر اہوار رنگ          مسلسل نظم کی لے گی بلائین          امارت بھی ملی ملک سخن کی          سمجھتا ہے تہمین سراپہ ناز          تہمین کیسا سمجھتا ہے زمانہ          تہمین سب جانتے ہیں جانتے ہیں          تمہارے قدردان ہیں آصف و شاہ          مبارک ہوں در آصف کو سجدو</p>



# جناب منشی سید زاہد حسین صاحب ازاد سہارنپوری تلمیذ امیر مینائی لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ

شکرِ یزدانِ جلیل آوازہ شد نامِ جلیل  
 رنگ و بوئے گلشن است این کبیل رنگین خوا  
 آخ از اورامش بے بہرہ شد گلِ غمست  
 لے زہے فکرِ شمعِ طبعِ وائے خیرِ نطقش فصیح  
 پیش او فوجِ سخنِ افگندہ سرگاہِ سخن  
 با بیانش خوش بیانانِ الکن و کثرِ مثنویان  
 شعرا و شعری شعرا و مثنویا و مثنویا  
 شاہِ تنگولِ مضمونش ز غنچا ربیان  
 تازہ دیوانے مدون کرد چون اوراقِ گل  
 گشت از گلہائے رنگارنگ معنی آسکا  
 وہ چہ خوشبو بستنچ بچ شد شامِ مشکبو  
 توپ توپ از نظم الفاظ و معانی جلوہ گر  
 جا بجا ڈر ہائے مثنوی رضائین فسلک  
 بر سبجائے لفظ پیدا جلوہ خورشید و ماہ  
 سطر سطرش جعبہ حورا کہکشانِ بینا  
 از زرِ کامل عیارِ نظم دیوانِ زردہ دا

بعد استادِ امیرِ لکھنوی اندر دکن  
 ہمنوائے زاہد است این طوطیِ شکر شکن  
 بسکہ او انداختہ اندر دکن طرح دکن  
 ہرز با ندانِ تر زبانِ گردید در مدح و سون  
 چون شمع یا برہمن در بہر من پیش و شن  
 نغمہ غوغا یانِ بارِ غوغا و غنہ  
 بیت او بیت الغزل ہر غزل باری و ظن  
 دارد از سرتاپا غنچ و دل شکنی و شن  
 شد ز بویائی دے مزکوم منیر اہل فن  
 رنگِ نسرین و سمن یا ضمیران و نارون  
 پہ چہ رنگینی ست فوجِ گشت رنگین طبع من  
 فوجِ فوج از بحرِ درنا و از مضمون موجزن  
 لفظ لفظش منتظم در نظم چون درِ عدن  
 بر سبجائے نقطہ و وکتہ عیان پر دین پرن  
 مطلع دیوان ز تابش مطلع خورشیدِ قرن  
 زر نگار و زر نشان و زر نشان زر بیرہن

<p>اے چہستانہ کلام ست این کہ مستی بیکپد بادہ خوران بادہ خوروند و تہی خمخانہ شد برست از تاج ز اہد پایہ دیوان گبو</p>	<p>اے چہ زندانہ بیان ست این کہ خدیجان شکن از بیا کیش بود لاکن لا کلام این لا سے دن</p>
<p>ولہ</p>	<p>جو ہر تاج سخن - یا طرہ تاج سخن</p>
<p>خوشا دیوان جلیل خوش سخن فہم خوشگو کا کوئی دیوان اس دیوان کے لگ بگاہ نہیں سکتا کہی تیس زابہدین نے اسکی شان کے شایان</p>	<p>سخن کا تاج دیوان ہر سخن کی جان دیوان ہے ہوادری ملت لریں ان میں یہ دیوان دیوان ہے جلیل پاک سیرت کا جلیل الشان دیوان ہے</p>
<p>ابوالمعظم جناب سے اج الدین احمد خان صاحب سالہ لوی تمیزت الملک داغ دہلی</p>	
<p>ساہا سال سے تھی جو حسرت گوش زد وہ ہوئی نوید آخر آجکل چھپا ہوا ہے وہ دیوان چاشمین ایسکا ہے کلام اُسکے دیکھے سے ہو مزاج صحیح فرد فرد اُس کا والہ و شیدا حُسن ظاہر میں حُسن باطن میں ہے یہ دیوان منیض کا دریا اُس کے ہر شعر میں ہے بات نئی حافظ متقی کا ہے دیوان</p>	<p>مدتوں تک ہی ہوا اُس میں ڈیل جو ہے سچ بیج مسرتوں کی دلیل اپنی خوبی کا جو ہے آپدیل جس قدر اُسکو ہو سجا تفضیل اُس کا ہر نسخہ ہے دوائے علیل آدمی آدمی ہے اُس کا قہقیل کوئی کہتا حسن ہے کوئی جمیل تشنہ کا مون کے واسطے ہو سبیل نکمتے نکمتے میں کہنہ لطف و خیل یہ نہ قرآن ہے نہ ہے انجیل</p>



<p>چوم لیسا گناہ بھی تو نہیں  کبھے مین اُس کی چوریاں جانز  اُس کی تعریف مین زبان قاصر  شعر بر اُس کے حرف کیا آئے  اُس پر الزام ہے خیال رک یک  اُس کی خوبی کی تا کجا تصریح  ہوئی سائل سے بھی طلب تاریخ  مین ہوں دلی مین وہ دکن مین بھر  ایسی صورت مین کیا مناسب  جو مرے دل مین ہے وہ منہ پر ہے  وصف دیوان اگر کوئی پوچھے  دونوں جلوں کو جسے کر لیجے</p>	<p>بقیہ ت ہو گر ادب تاویل  شعر شعرا اُس کا رشک بیتِ جلیل  صح اُس کی کثیر بھی ہے قلیل  اُس کا وصف و ثنا ہے بحرِ طویل  اُس کا حاسد رہے ہمیشہ ذلیل  اُس کی ہدایت کی تاب کے تفصیل  یاد فرمایا مجھ کو کتنے میل  فرقِ عبدِ جلیل و عبدِ ذلیل  کہ دہن مین لگاے رکھوں کیل  گلر خان بدیع - شعرِ جلیل  تو مین کہد و نگا صاف سخنِ جلیل  ۳۴۱  سن ہجری کی ہو گئی تکمیل</p>
<p>جناب منشی ریاض الحسن صاحب  کتنی پر اثر یہ شاعری ہے  ترتیب کی ہے یہ تسخر تاریخ</p>	<p>جناب منشی ریاض الحسن صاحب  افسون ہے کوئی کہ ساعری ہے  ہر لفظ مین سخنِ سامری ہے  ۹: ۱۹</p>
<p>جناب مولوی حافظ محمد ابراہیم صاحب المتخلص سجد  نظمِ جلیلِ جلیل آنکھ بود اوستاد</p>	<p>پیش سخن پروران در نظر اہل فن</p>

<p>بار و شش دلکش اہم بطریق حسن یا کہ بود رنگ تازگی صد چمن بلبل دلہا سے خلق ہست بروغہ زن آمدہ در حصہ اش مخزن شعر و سخن موجد رنگ جدید تاریخ طرز کہن قائل او خلق ہست ہم صفت تو دمن وقت او بود چون نزد رئیس دکن</p>	<p>بعد مرتب شدن طبع شدہ مر جہا تابش کان عدن از دلفنش عیان تازہ مضامین اور و کش گلہا کو باغ نقد سرہ ریزد او چون نہ بجیب ورق نیت درین قول شک بہت کلام جلیل دعویٰ استادیت گرسزد اور اسزد کرد بخوش قسمتی و شہر اسر فراز فکر سمنش بود چون سعد و بید فلک</p>
<p>گفت۔ کلام جلیل آمدہ تاج سخن ۱۳۲۸ھ</p>	

## جناب محمد سعید خان صاحب زلیا تلمیذ جناب تہنام مزایوی

تقریباً برائے دیوان جلیل  
۱۹۶۷ء  
تاج دار سخن۔ راز دار فن زلیا تلمیذ جلیل حسن صاحب جلیل۔ صاحب دیوان التاج  
۱۳۲۸ھ  
زندہ و سلامت با کرامت ہوں۔ آپکا دیوان رونق محفل سخن۔ جو وہ سر فرازی اہل سخن  
۱۳۲۸ھ  
جس کا اچھا نام اب تاج سخن ہے۔ بینظر کیوں نہ ہو۔ دیوان گو یا باعث افتخار ہے  
۱۳۱۹ھ  
مگر جلیل دیوان خود شمار ہے۔ زلیا کو حکم شاگرد حضور انور۔ تاریخ طبع کا ہے۔  
۱۹۶۷ء  
حسب ذیل یہ عرض ہے۔  
۱۹۱۰ء

قطعہ سال طبع دیوان ختمہ فکر سمیع  
۱۳۲۹ھ

<p>اک تاج زینت سر اہل سخن ہوا ۱۹۱۰ء</p>	<p>جب اسے جلیل تاج سخن طبع ہو چکا ۱۳۱۹ھ</p>
---	---



ہے فکر سال طبع تو لکھدے یہ پھر سعید	شعر اسکا سلاک گو ہر بحر عدن ہوا
۱۳۲۸ ہجری	۱۳۲۹ قمری

تاریخ طبع از سعید مرزا پوری	۶۱۹۱۰
-----------------------------	-------

تاج سخن ہے یا ہے سیر اہل دل کا تاج	یا کنز سر بلند می خاصان فن ہوا
شاو سخن سعید ہوئے رکھکے سر پہ پھر	دیوان جلیل کا کوئی تاج سخن ہوا
۶۱۹۱۰	۱۳۲۸

ولہ	
-----	--

خوشاوتے کہ شد تاج سخن طبع	خوشا و ورے کہ تقدیم است محبوب
زہے نبی سعید و فکر تاریخ	شہے جو شے کہ دل را دادہ اسلو
شدہ ہر بیت دیوان بیت مسرور	جلیلیم بارک اللہ گفتہ خوب
بیانست جو ہر لفظ خداداد	کلامش دلکش و دلگیر و محبوب

جو فکر سال طبع فارسی شد	نذا آمد بگو - دیوان مرغوب
	۱۳۱۹ قمری

جناب مولوی سعید الدین صاحب سید تلمیذ مصنف	
---	--

چھپا تاج سخن اکھد رتہ	زمانے میں یہ چرچا جا بجا ہے
ہر اک پُر در مضمون اس سخن کا	مریض در و الفت کی روا ہے
بہار گلشن معانی نہ پوچھو	کہ طبل شیفہ سے گل فدا ہے
سعید خوش بیان نے اسکی تاریخ	یکسی - دستر خوبی چھپا ہے
	۱۳۲۸

عالم جناب احمد راجا یان سر مہاراجہ کشن پرشاد بہادر مین سلطنت

پیشکار سرکار عالی المتخلص بہ شاد

کلام وہ نور کا نکالا کہ چاند ہو جس کے گرد مالہ ہوا جو آئینہ کا مین خوان تو ہول اٹھا شاد ہو کر شاد		فلک سے بھی مرتبہ دو بالا ہر اک غزل کی زمین کا یہ کیوں نہ ہو دل پذیر دیوان اسی کے جانشین کا
ولہ		
ہے یہ دیوان بھی کیسا پُر اثر اللہ اللہ خانہ شاد نے کیا خوب لکھا طبع کا سال		ایک اک بیت کا ہے دلین گھرا اللہ اللہ چھپ گیا نسخہ در و جگر اللہ اللہ
جناب صاحبزادہ مصطفیٰ علی خان صاحب شہر بہوم سکریٹری یاست میو ملینڈ		
اک پریشانہ ہے دیوانِ جلیل ہر غزل نازک خیالی مین ہے فرد دیکھتے ہیں شوق سے ارباب فن سال کیا اچھا کہا مین نے شعر		اک حسین دلر با شہر ہے رنگ مین ڈوبا ہوا شہر ہے کہتے ہیں جادو بھر شہر ہے سجورہ بندش نیا ہر شعر ہے
جناب مولوی عبد الغفور صاحب شہر بہاری استھانوی ملینڈ مصنف		
وصف تاج سخن نہیں ممکن		ایسا دیوان جہان مین کم ہے



فکر تاریخ طبع ہے جو تہوں	اے شہر کھدو سا غم ہے
	ولہ
خوب نکلا ہے چپکے بوجھن سال کا تھا خیال مجھ کو شر	کوئی مسخ نہیں ہے اس میں آئی آواز غیب - فیض عظیم
جناب لایح صائم خیر باد یاسیہ کی پیشتر تلمیذ امیر سنائی لکھنوی	
کھلے ہن عجب رنگ کے امین گل جو ہے فکر تاریخ کی اسے شمیم	یہ تاج سخن ہے کہ تازہ چمن تو کھدو - ہر اک شعر تاج سخن
جناب کاظم علی صفا شوکت بلگرامی تلمیذ امیر سنائی لکھنوی	
شہرے طیل کی سٹا طلی طبع پائے کبھی نہ مسمیٰ نو کی بلندیاں بالیدگی ہوئی یہ سپہ خیال سے توصیف کو گلاب کا لائے صبا تلم شوکت بہار باغ معانی کو دھجک ہیں یہ امیر ملک معانی کے جاشین دیوان جب چھپا تو یہ اتنے دی ندا	بیٹھے ہن شاہان معانی دلہن کتنا ہی سر بلند چرخ کہن بنے مضمون کے پھول ہو کے شگفتہ چمن تحریر کو سیاہی مشکِ ختن بنے گلزار کے جو پھول تھے داغ کہن بنے جب تو وحید عصر و شہیر زمن بنے کھدو - جلیل عامل تاج سخن بنے
جناب منشی محمد امین صفا شیداہر اور زادہ مصنف	
یہ دیوان ہے یا شاعری کا چمن ہے	ہلا کا ہے جو بن غضب کی پھین ہے

کہ جان سخن اور روح سخن ہے ۱۹۱۰ء		کہ اس کے چھپنے کی تاریخ شدید ا
	ولہ	
حسن کا سلطان ہے تاج سخن عاشقوں کی جان ہے تاج سخن ۱۹۱۱ء		عشق کا ارمان ہے تاج سخن خوب یہ تاریخ با مہنی ہوئی
	ولہ	
یہ دیوان زمانے کے سببان کا ہے اچھوتا ہر اک شعر دیوان کا ہے ۱۹۱۹ء		یہ دیوان جلیل سخن دان کا ہے جو ہے فکر تاریخ شیدا کہو
	ولہ	
سخن کا زمانے میں چرچا ہو خوب پر پوش یہ دیوان نکلا ہے خوب ۱۳۲۸ھ		ہوا ہے جو مطبوع تاج سخن یہ تاریخ بھی حسن کے ساتھ ہے
	ولہ	
گنج ہفت اقلیم گویا غیب کے ہاتھ آ گیا وہ نیا دیوان مٹلا چرخ بھی چکر آ گیا ۱۳۱۹ء		کس قدر میں خوش ہوا تاج سخن جب پا گیا طبع کی تاریخ اے شیدا نکالی کیا بلند
		جناب مولوی سید کاظم حسین صاحب شیفہ گفتوری
فائدہ حاصل کرین اب خاص عام اب ہوئے مشہور مستان نظام خسر و ملک دکن گردون مقام جب ہے تاج سخن دیوان کا نام		چھپ گیا دیوان تصنیف جلیل پہلے تھے معروف شاگرد و پیار عدل گستر نکتہ پر و ظیل حق آسمان پر ہے دماغ شاعر سری



وخل تعقید و تناسف کو نہیں  
 یہ مضامین یہ خیالات بلند  
 صاف ہر مصرع ہے زگس کی قلم  
 نقطے ہین پر نور انجم کی طرح  
 پھول خوشبودار یا الفاظ ہین  
 برے گلہائے معانی پھیلی ہے  
 شیفہ لکھدیجے تاریخ طبع

ہے فصاحت اور بلاغت بالتمام  
 پھر بھی شعرون میں ہے وہ ہی انجم  
 رشک سنبل سطرائے مشکفام  
 صفحہ کاغذ ہے سطح سیم خام  
 دائرے ہین یا مے مضمون کے جام  
 نکتہ سخن کے معطر ہین مشام  
 شاعر شیریں زبان کا ہے کلام

جناب مولوی علی احمد صاحب صابر تلمیذ مصنف

بڑھ گیا اور بھی وقار سخن

چھپ گیا جب جلیل کا دیوان

اور تارکین تاج دار سخن  
 ۱۹ سرائے الہی

نام تارک سخن ہے لے صابر

جناب منشی محمد احمد صاحب استاد والی ریاست امیر خلیفہ امیر مینا کی کھنوی

لاکھون ہین آج ست ایار جلیل کے

کیفیت شراب سخن کچھ نہ پلو پھلے

چیدہ بھی یہ پھول ہین بارغ جلیل کے  
 ۱۳۲۰

تاریخ بھی یہ خوب شگفتہ ہے اسے صابر

جناب مولوی عبدالواسع صاحب صفاء مدرس دارالعلوم بلدہ حیدرآباد

تلمیذ امیر مینا کی کھنوی

کہ خلق خدا پر شیدا ہوئی ہے

جلیل سخن سنج کا ہے وہ دیوان

<p>بہت دن سے تھا اشتیاق اس سخن کا مضامینِ نایاب کہتے ہیں گو یا صفحا کی ہے تاریخ بھی صاف کتنی</p>		<p>بہت دن سے تھا اشتیاق اس سخن کا مضامینِ نایاب کہتے ہیں گو یا صفحا کی ہے تاریخ بھی صاف کتنی</p>
<p>عروہ میں سخن جملہ آرا ہوئی ہے ۱۳۲۸ھ</p>	<p>ولہ</p>	
<p>مرحبا کیا خوب ہے تاج سخن لائقِ محبوب ہے تاج سخن ۱۳۲۸ھ</p>		<p>جذبہ کیا خوب ہے نگرِ جلیل تصریحِ تاریخ تم لکھو صفحا</p>
<p>جناب منشی صفدر علی صاحب صفدر مرزا پوری ٹیمبہ مصنف</p>		
<p>پری جی طرح کوئی قاف سے نکلے جوان ہو کر مسخر کر لیا ہر ایک کو جادو بیان ہو کر کلجے میں حسینوں کو جو چھیتی ہیں سنان ہو کر چمن میں کہہ رہی ہیں یہ عمارتِ لغزِ خان ہو کر لیا ملکِ مافی کسے شاہ شاعران ہو کر یہ روحِ مصحفی کہتی ہے میری ہمزبان ہو کر زمینِ شعر بھی اتر رہی ہے آسمان ہو کر ۱۹۰۹ء</p>		<p>بھگوانِ ایشوریا اُستاد کا دیوان نکلتا ہو اداسے حسنِ بندش پر زمانہ ہو گیا مفتون ستم ہے سادگی میں بھی ادائیں ہیں قیاس کی یہ دیوان آپکا ہے یا کوئی پھولوں کی ڈالی ہو وزیرِ اس وقت گر ہو تو اُن سے پوچھتے ہم بھی مزا تو میر و مزار سے صدائے آفرین نکلی بلند اب اس سے کیا ترتیب کی تاریخ ہو صفدر</p>
<p>صاحبِ عالم جناب قلم مرزا میر الدین صاحب دینا تیموری ہلوی</p>		
<p>کہ درایت در زمانہ عدل ہے تاجِ سخن کلامِ طویل ۱۳۲۸ھ</p>		<p>طبع شد نظم آن جلیل حسن کلامِ من سالِ ادب و شت ضیا</p>
<p>ولہ</p>	<p>ولہ</p>	



<p>چھپ گیا تاج سخن شکر خدا سامنے اس کے نباتِ مقتدر و شہد وہ مرے وہ ذائقے وہ لطف مہین تم یہ کہہ واسکی تانچ لے ضیا</p>	<p>سے یہ دیوانِ جلیلِ نیک نام ایسے پھیکے بے نمک جیسے طعام جن سے لذتِ یابِ فرحِ خاصِ عام شاعر شیرین زبان کا ہے کلام</p>
<p>جناب میر نصیر حسین صاحب ضیا دہلوی تلمیذ فصیح الملک داغ دہلوی</p>	
<p>دیوانِ ضیا با جلیل سخن آرا ہوون درپے تاریخِ شرمِ ہائے غیبی</p>	<p>بنکر تو کہ مشاطہ فرما کرش جب گہرِ سفت باتاج سخن گوہرِ شہوارِ مہمہ گفت</p>
<p>ولہ</p>	
<p>جانشینِ اسیرِ میثائی خوش کلام و فصیح صاحبِ علم ان کی تحقیق کا زمانہ مقرر دوستوں کو خوشی نہو کیونکر شعر ہر اک غضب انگیزا ہے منکرِ تاریخ کیون نہو ہمکو مادہ صاف تن ہجری مین</p>	<p>ہین جناب جلیلِ نکتہ دان شعر گوئی مین فخرِ اہلِ زمان واقفیت کا مترف ہے جہان چھپ رہا ہے جناب کا دیوان نوکرِ خنجر کہین کہ اُس کو سنان لے ضیا ہم ہین بندہ احسان تاجِ حورِ سخن - ہوا سے عیان</p>
<p>ولہ</p>	
<p>جمع دیوانِ بمیثال کیا ہائے غیب کی ندائی</p>	<p>جہذا سے جلیلِ نام آور اب فصاحت کا چھپ گیا دفتر</p>

	ولہ	
<p>شاعرِ جاد و بیان شیرین سخن</p> <p>گفت ہاتھ - طرہ تاج سخن</p> <p>۱۳۲۸ء</p>		<p>وہ چہ دیوانے مرتب ساختہ</p> <p>از برائے سالِ طبش لے خلیا</p>
جناب مرزا طاہر بخش صاحب طاہر تمیز جناب فائز بنارسی		
<p>کہ باشد از وزیب بزمِ مٹانت</p> <p>نہے دفترِ تلا جواب فصاحت</p> <p>۱۳۲۸ء</p>		<p>بطبع آمد آن نظم پاکیزہ بندش</p> <p>ہین سالِ طبش قسم کرد طاہر</p>
	ولہ	
<p>مقبول نگاؤں کتہ سخنانِ زمان</p> <p>تاجِ سخنِ جلیل - تاجِ جہان</p> <p>۶۱۹۱ء</p>		<p>مطبوع بود نظمِ جلیلِ نشان</p> <p>در سالِ سچ گفت طاہر تاریخ</p>
	ولہ	
<p>کیا مسترم جلیل کا اسمِ جمیل ہے</p> <p>تاجِ سخن جو ہے وہ کلامِ جلیل ہے</p> <p>۱۳۲۸ء</p>		<p>نمناشر جنابِ سن کے جو نام نے</p> <p>تاریخِ طبعِ خامہ طاہر نے کی رقم</p>
جناب مولوی سید ظہیر الدین حسین خان صاحب ظہیر دہلوی		
<p>شرابِ سخن ہے بجامِ ملک</p> <p>کہ تاجِ سخن ہے کلامِ ملک</p> <p>۱۳۲۸ء</p>		<p>کلامِ فصیح و بلیغِ جلیل</p> <p>یہ کہنا روا ہے بلا پاسِ ریب</p>
	ولہ	



جب ہوا مطبوع دیوانِ جلیل نامور	ہو گیا حاصل عروج و اوج معراج سخن
فکرِ سالِ طبعِ دیوانِ تھی مجھے سجدِ ظہیر	کہدیا پیرِ حسن نے - جو ہر تاج سخن

ولہ

فروزان ہوا وہ مہِ دلفروز	کہ روشن ہوا جس سے جلیل
شگفتہ ہوا وہ ریاضِ سخن	سقطر ہے جس سے مشامِ جلیل
پئے سالِ تاریخِ ازراہِ لطف	مرے پاس پہنچا پیامِ جلیل
کہ لکھ سالِ تاریخِ فضلی ظہیر	ہے تاجِ سخن گو کلامِ جلیل

۱۳۱۹ ف الہی

## جناب قاضی محمد ظہیر الدین صاحب ظہیر ملیک امیر منیائی لکھنوی

زہے تاجِ سخن کز جلوہ اش عالم منور شد	بحسن و دلبری رشکِ بتانِ ماہِ پیکر شد
نا نواں جمالِ صد ہزاران دیدہ شد روشن	ز اعجازِ کمالش صد ہزاران دل مسح شد
پئے سالِ سچی سنکر چون کردم مذاق	ہو مہِ مطبوعِ دیوانِ جلیل نیک اختر شد
ہم از بہرِ حسنِ ہجری ظہیرین مصرعِ بدخوا	ہوے گلشنِ دیوانِ سیمِ جانِ سطر شد

ولہ

اے خوشا رنگینی سنکر جلیل	صنمِ صفو روکش گلشن شد
نور افشان است تاریخِ ظہیر	شمعِ جانِ شاعری روشن شد

۶۱۹۱۰

ولہ

شنا کیا ہو تاجِ سخن کی ظہیر	یہ سارا ہے فیضِ جنابِ ظہیر
-----------------------------	----------------------------

لکھو تم یہ تاریخ ترتیب کی	یہ دیوان ہوا آپ اپنی نظیر
ولہ	
دیکھنا کس شاعر شیرا بیان کا ہے کلام	سب سے افضل سے بڑے سے اعلیٰ ہو کلام
ہے اسی کے واسطے موزون یہ تاریخ اور طہیر	صاف ہو کتنی زبان کتنا یہ اچھا ہے کلام
جناب ششی پد حیدر صاحب مدد سہ سوانی ملیب ڈا میر طینالی لکھو	
گشت چن مطبوع دیوان جلیل نقر گو	طرفہ و اعجوبہ و بابت تصنیف جلیل
سال طبع او طلب کردم ز فکر خویش تن	گفت فل مطبوع شد شاکت تصنیف جلیل
ولہ	
دیوان کہ ہست تاریخ سخن نام نامیش	ترتیب و اد طبع سخن پر در جلیل
عابد گفت مصرع تاریخ طبع او	جلوہ طراز تاریخ سخن پر جلیل
ولہ	
نکتہ پر در جلیل خوش گفتا	گفت دیوان بے نظیر و بدل
از پے سال طبع او بر گیر	سر حرف و کلام و شعر و غزل
ولہ	
طرفہ مطبوع شد چو تاریخ سخن	سال طبعش بخوان بطرز عجیب
کن بمضون عاشقانہ او	دل آزاد و پر ز حب جیب
ولہ	
جلیل نکتہ پر و گفت دیوان	چہ دیوانے فرخ صبح امید



تبارخیش سروش از غار زہ فکر	ولہ	ریخ شعر و غزل راز سب سجید ۱۳۱۹ ق ۱۰ ہجری
جلیل نکتہ پیر در خواجہ تاشم وقار سے از در شاہ دکن یافت نہے تاج سخن دیوانش دیدم نظر کردم بشیر آبدارش بجسم سال از بین اٹھو ریش	ولہ	بقین شعر مشہور جہان شد کہ وجہ افتخار و دوستان شد کہ از مضمون رنگین گلستان شد خجل نسیم و کوثر در جہان شد سیر شعر و غزل جوے روان شد ۱۳۱۹ ق ۱۰ ہجری
چچا جلیل کا دیوان یعنی تاج سخن ہوئی تلاش جو تاریخ کی تو دل نے کہا	ولہ	دعا ہے میری کہ مقبولِ حضرت حق ہو سیرِ جلیل سے تاج سخن کو رونق آوے ۶۱۹۱۰
چاپ شد مطبوعہ دل تاج سخن سر پہ تاریخ بہنا و ندیش	ولہ	غیرت تصنیف آباد و غنی حسرتی و کیف و شمشاد و غنی ۱۳۲۰ھ
خواجہ تاشم بگفت دیوانے حرف حرفش کند بہ بیبا کی ہست از گمے سخن در دے سال طبعش عیان ازین مصراع	ولہ	ہست غمخوار عاشق و معشوق شرح اسرار عاشق و معشوق گرم بازار عاشق و معشوق طرز گفتار عاشق و معشوق ۶۱۹۱۰

# جناب سید محمد انوار الدین صاحب عتیق تلمیذ مصنف

بے مثال و بے نظیر و بے عدیل	شکر خالق را کہ شد تاج سخن
با تفسیر گفت از ہے نظم جلیل ۱۳۲۸ھ	سال ہجری در زبر اسم بینہ
	ولہ
ز در ہائے مضمون و رنگ نوی	چو آراستہ گشت تاج سخن
حزین و کلیم و شریعت و غنی ۱۳۲۸ھ	سر خود نہادند پیش اے عتیق
	ولہ
لوگ کہتے ہیں مہ کامل ہے یہ	دیکھ کر اس پر ضیا دیوان کو
موتیوں میں تولون اس قابل ہے یہ ۱۳۲۸ھ	مصرع تاریخ تم لکھو عتیق
	ولہ
قدر ارباب سخن دونی ہوئی	یہ وہ ہے تات سخن جس کو عتیق
میرے دل کو فکر سن دونی ہوئی	خیر سے جب یہ مرتب ہو گیا
حیرت ارباب فن دونی ہوئی	فصلی و ہجری کے دو مصرع کہے
عزت بزم سخن دونی ہوئی ۱۳۲۸ھ	جس نے یہ تاج سخن دیکھا کہا ۱۳۱۸ھ آف ابی
	ولہ
سال ترتیب ہو کوئی نایاب	مجھ سے کی میرے دل نے فرایش
باغ فکر جلیل ہے شاداب ۱۳۲۸ھ	حرف منقوط میں لکھا میں نے



	ولہ	
چھپ کے شایع ہوا وہ دیوان آج نکر تارخ ہے عتیق اگر		جسکا ہے صفحہ صفحہ رشک چمن لکھدو۔ طاح ہے آفتاب سخن ۱۹۰۳ء
	ولہ	
صفت تاج سخن کی اس سے بڑھ کر کیا کرے کوئی عیق اس کے سن ترتیب کی جب فکر کی نیچے		کہ مضمون ہے اگر لیلیٰ تو یہ لیلے کا محل ہے صد کا نون مین یہ آئی۔ چراغ خانہ دل ہے ۱۹۰۶ء
	ولہ	
اللہ اللہ یہ ہے وہ تاج سخن کہہ زبراور مینہ مین اے عتیق		جسکا عالم مین نہیں مثل عدیل سال ترتیب اسکا ہے۔ نظم جلیل ۱۹۰۴ء
	ولہ	
مصنف نے مرتب کر کے دیوان زبراور مینہ مین ہے یہ تارخ		زمانے پر پڑا احسان کیا ہے کہ یہ دیوان جلیل القدر رکا ہے ۱۹۰۲ء
	ولہ	
ہے وہ تاج سخن کہ سب شعرا مین نے منقوط مین کہی تارخ		اسکو لے لیکے اپنے سر پہ دھریں آفرین دوست رشک غیر کرین ۱۹۰۱ء
جنابو اعز زبیر خاں صاحب در عزیز ناظم عطیات صرف خاص تمیز فصیح الملوک داغ دی		
چھپ چکا کہتے ہیں دیوان جلیل طبع کی تارخ تم بھی اے عزیز		ہے یہ شہرت انجمن در انجمن صاف کہدو۔ طراہ تاج سخن ۱۹۰۸ء

## جناب مرزا محمد اودی صاحب عزیز لکھنوی

ناطورہ ریاض سخن حضرت جلیل  
 فہرست اہل فن میں انہیں امتیاز ہے  
 زندہ ہے ان کے نام سے نامِ مہیت بھی  
 اردو میں یہ بھی قابلِ تدارک اضافہ ہے  
 رنگِ اثر میں ڈوب کے نکلا ہے سب کلام  
 وہ شوخ ہے کلام وہ رنگین نظم ہے  
 پیچیدہ دیون ہے حسنِ مسانی کلام میں  
 تاریخِ سالِ طبع لکھی یہ عہدِ یز نے

سرخیل اہل فضل کمالات انساب  
 اردو ہے ان کی ذات سے ہر وقت بہرہ یاب  
 ہین نکتہ سخن نکتہ شناس اور نکتہ یاب  
 مطہر طبع کیون نہ ہو دیوانِ انتخاب  
 ہر شعر میں نہان دل عاشق کا اضطراب  
 معشوق جیسے ہو کوئی مست نے شباب  
 جیسے کسی کی زلف شکن در شکن میں تاب  
 جذبات کا مرقع رنگین لاجواب

## جناب غلام مصطفیٰ صاحب عشقی ساکن حیدر آباد

نظم رنگین ہے لالہ زارِ ابد  
 چھپ گیا اب جلیل کا دیوان  
 سالِ عشقی ہے فصلی و بھری  
 عیسوی سال کہدہ فیضِ عظیم

بے خزان ہے یہ نو بہارِ ابد  
 ہے جو حاصل یا دو گارِ ابد  
 نورِ سببِ باغ - غمگسارِ ابد  
 نظمِ مخدوم ہے بہارِ ابد

## جناب محمد حفیظ الدین صاحب عنقر تلخیص مصنف

جلیل نکتہ دان کا ہے یہ دیوان  
 کہ جن کا نام مشہورِ زمن ہے



لکھائیں نے یہ مختصر سال ترتیب	یہی گلدستہ برزخِ سخن ہے ۱۳۱۵ ف ۱۱
ولہ	
لومبارک چھاپا وہ تاجِ سخن سال اس کا اگر کوئی پوچھے	دلِ عالم ہے جس کا بیجا نہ کہدو۔ مختصر چرخِ مینا نہ ۱۳۱۵ ف ۱۱
جناب مرزا محمد حسن صاحب المتخلص بہ فائز بنارسی	
دیوانِ جلیل ہست منہاجِ سخن فائز پے طبع عیسوی سال بگو	کز فکر بلند یافت معراجِ سخن اوجِ سر آرزو شد از تاجِ سخن ۱۳۱۵ ف ۱۱
ولہ	
لے تعالیٰ اللہ این منظومہ معجز طراز گر مصنف را بہر سی شہرہ آفاق ہست جانشین آن امیر کشور معنی کہ بود طالعش یکد رجہ نسزد و دوشد استاد نظام کرد فائز منطبع بر لوح دل مہراجِ سال	در لطافت فی المثل روح و روانِ سلجیل می بود تا مشن جلیل مباد شد و صافش جمیل چرخ مینائی عروج دودمانش را دلیل بسکہ بود استاد نظم آن نکتہ سنج بے عدیل حزو جان شد آشکار از طبع دیوانِ جلیل ۱۳۲۸ ف ۱۱
جناب مولوی سید امیر حسن صاحب فرغ لکھنوی وکیل ناٹیک پورٹ حیدر آباد	
سکہ زین ملک شاعری ہین شاگرد امیر لکھنوی کے عابد ز ادب خلیق حافظ	سلطانِ سخن جلیل ذی شان اوستادِ شہ دکن سخن دان چہرے سے عیان ہے نور ایمان

<p>خاق کا کلام دل میں محفوظ ہیں منہج خلق و خیر و خوبی نازان اُن پر زبان اردو حسن معنی فدا سے مضمون اشعار جلیل جان اردو دیوان ہے اسم بستی پایا ہے جلیل سامنت لکھ دو یہ فروغ طبع کا سال</p>	<p>کچھ میں دھرا ہوا ہے قرآن ہیں مخزن لطف و علم و احسان یہ نثر کی روح نظم کی جان مضمون طرز ادا ہے قربان اردو کی زبان پہ انکا احسان تاریخ سخن اسکو نام شایان جو کشور نظم کا ہے سلطان تاریخ سخن حسین ہے دیوان ۱۳۲۸ء</p>
---	--

### جناب جماس حسن صاحب المخلص فصلا لکھنوی خلف جناب امانت حوم

<p>نامور ہیں جانشین اُن کے جلیل پُر معانی یہ انہیں کا ہے کلام ہے یہ گلزارِ مضامین جسدِ بدید دائرے حرفون کے ہیں مثلِ صدت اے فصاحت سال اس دیوان کا</p>	<p>جو امیر استاد تھے مخزنِ زمین جن سے ماہرین سب استادِ زمین جس عنزل کو دیکھو ہے رشکِ چین اور اک اک نقطہ ہے درِ عدن لکھ ہوا یہ واقعی تاریخ سخن ۱۳۲۸ء</p>
--	---

### جناب مولوی ابو طیب محمد کچی صاحب قاصد مولوی فاضل

<p>حسن شعر الجلیل والشعر</p>	<p>لعل فضلہ علیہم دلیل</p>
------------------------------	----------------------------



وَهُوَ مِنْ حُكْمٍ طَبْعُهُ مَقْبُولٌ		جاء دیوان شعر مطبوعاً
انما النظم للجليل جلیل		قلت تاریخ عامہ الفصل
۱۳۱۹ ف ابی	ولہ	
لے زہے مرتبہ نظم و نثر شان جلیل		طبع دیوان شدہ از نظم در افشان جلیل
بے بہا تاج سخن آمدہ دلواریں جلیل		کتاب قاصد ہموشت از پے سال ہجری
۲۸ سورہ		
جناب مولوی سید نور الرسول صاحب قدرت جاگیر دار تلمینہ مصنف		
لکھا یا خوب بازار مضامین		جلیل یوسف مصنف سخن نے
یہ ہے دلچسپ گلزار مضامین		لکھو تم مصنف تاریخ قدرت
۱۳۲۵		
جناب مولوی حکیم علی قضا کوثر خیر آبادی تلمینہ سنائی لکھنوی		
بڑھ گیا جاہ و احتشام جلیل چرخ ہنتم پہ ہے مقام جلیل ماہ و خورشید بکے نام جلیل نئے عیش و طرب سو جام جلیل عیش و عشرت میں صبح و شام جلیل حیدر آباد میں قیام جلیل سارے عالم میں فیض عام جلیل		قدروانی شہ دکن نے جو کی نظر بہ شاہ آصف سے فلک شاعری پہ چمکا ہے رہے لبریز فیض ساقی سے ہونہار کس کی صبح و شام اودھ بصد اعزاز و اقتدار ہے ہوشال میں شہر و سخن

ہون ازل سے فدا ہے نام امیر ہے مرے حال زار ہر کوثر طبع دیوان سے چار چاند لگے خوب چمکتا ہوا ہے طبع کا سال	دین میرا ہے احترام جلیل کرم خاص و لطف عام جلیل خوب روشن ہوا ہے نام جلیل نشر آرزو کا نام جلیل
--	---

ولہ

فضل ایزد سے چھپا کج سخن بندشیں سب جیت ترکیبیں در نظم پروین ہے کہ الفاظ بلند دائرے حرفون کے ہیں کرسی نشین ہے فصاحت اور بلاغت موزون کاغذ رنگین - بہار باغ خلد جدولوں پر سبز خط کاشین روشنائی سے خجل لیلیٰ کی زلفت ہے اب جودت سے سال سیوری	یعنی دیوان جلیل مکہ وان شوخیان لفظیوں میں نکسالی زبان مصرع روشن کہ خط کہکشان ہے زمین شعر ہفتم آسمان آپ مضمون کہ ہے دریاروان بیل بوٹے ہیں کہ گلزارِ جنان سطرون پر زلف مسلسل کا گمان ہے بیاض صفیر روئے سرخان تقل گنج ناظم شیرین بیان
---	--

ولہ

بمقام احمد طبع گر دیدہ خوششان است مصرع کوثر	نظم رنگین افتخار وطن ہر دو آسپاس بیان سخن
--	--

ولہ



طبع زا و شاعر شیرین زبان دلکش و رنگین و خندان گستان		طبع شد صد شکر نظم و لفظ سب از سر ہوش است سال کبری	
	ولہ		
یا نخلی ہے بن ٹھن کے دہن طرز ادا پر صدقے دمن تیور تیر چھری چمن یا محل میں لیسے پر فن جان سلطان تاج سخن ۱۳۱۵ء		طبع ہوا دیوان جلیل رنگ بیان پر حور مندا چہستی لفظین تیر و سنان صفون میں مین بائے شکر کو شرنے تا ریخ لکھی	
	ولہ		
یا کر شگفتہ آزارہ چین جان دو عالم تاج سخن ۱۳۱۹ء		طبع شد دیوان جلیل خامہ کو شکر و رقم	
	ولہ		
از دم دور گشت ریخ و طال دور تاج سخن زہر شتم سال ۱۳۱۹ء		طبع گردید چون کلام جلیل چون ہر با سے نکر غوطہ زوم	
	ولہ		
آزارہ کلام فخر ز من کلمہ جنت ربان سخن ۱۳۱۹ء		شکر خدا کہ طبع ہوا کیا رنگین تا ریخ ہوئی	
جناب سید نواز شعلہ صاحب لعلہ ابن شعلہ دہلوی			

قد انطبع النظم للشاعر فقال لنا لمعه تارخه	الذی ذھنہ کجوا فی فرایخ کلام الجلیل کلام بلیغ
ولہ	ولہ
پہنپ گیا کیا خوب دیوان جلیل نامور لمعہ نے لکھی ہے اس کے طبع کی تاریخ یہ	ہند میں جسکی فصاحت کا ہو شہرہ جا بہا شاعر مہر جلیل القدر کا دیوان چھپا
ولہ	ولہ
طبع ہوا ہے کلام شاعر بے مثل کا طبع کا اے لمعہ سال میں لکھا حیل	ہند و دکن میں ہے اب شہرہ نام جلیل آج سخن بے بہا ہے یہ کلام جلیل
ولہ	ولہ
مطبوع ہوئی نظم جلیل ذی شان تم بھی اے لمعہ بہر تاریخ کہو	ہیں اسکی فصاحت کے مقابل زبان افصح ہے جلیل خوش بیان کا دیوان
جناب مولوی محمد تین الدین خا متین مجبلی شہری تلخیص المملک و اغوی	
وسید زمان جانشین امیر ہے کون آپ سا شاعر باکمال کھلا میں میں کیا کیا مضامین کو بچو جو اہر کا ٹکڑا ہے ہر ایک لفظ لکھو اے متین اسکی تاریخ طبع	جناب کرم جلیل حسن یہ بے شبہ ہیں مہر علم و فن یہ دیوان ہے بے خزان اک چمن تو ہر ایک نقطہ ہے دُرِ عدن طلسم دل آویز بارخ سخن



# جناب مرزا کاظم حسین صاحب محشر لکھنوی

مجموعہ کلام سخن سنج بے عدول  
ہر شعر اور سخن کی تحفیل بے مثل  
از شرم آب آب شود موج سلجیل  
جلوہ طراز تاج سخن پر سر جلیل  
۱۹۱۰ء

با حسن طبع جلوہ تازہ گرفتہ است  
ہر مصرع اشق بحسن مضامین نو فرید  
در ہر غزل تسلیل لطف بیان بہین  
محشر نوشت مصرع تانچ بہر طبع

جناب منشی مسعود حسن صاحب مسعود الملک کاکڑی پڑا کاکڑہ برادر زادہ مصنف

یہ دیوان ہے اک ماہ اوج کمال  
یہ دیوان ہے کیا بہتر و بے مثال  
۱۳۲۲ء

یہ دیوان ہے اک شاہد خوش جمال  
کہی اس کی تاریخ مسعود نے

جناب محمد امراؤ مرزا صاحب ناوان برادر زادہ فصیح الملک داغ دہلوی

بہار آئی پھلا پھولا چمن ہے  
نصاحت شعر کی گویا پھین ہے  
یہی کہتی ہے مجھ میں بانچن ہے  
گل گلزار و شمع انجمن ہے  
گل اقبال یہ تاج سخن ہے  
۱۳۲۲ء

چھپا مطبع میں دیوان جلیل اب  
بلاغت نے نرا لے گل کھلائے  
زبان حال سے بندش کی چستی  
اسی سے ہے اک صحبت کی زینت  
سنا دے پڑ سکے سال طبع ناوان

ول

یہ شہرت لکھنؤ سے تا دکن ہے

جلیل اب اپنا چھپواتے ہیں دیوان

یگھدے مصرعے تاریخ نادان	عزیز ملک کے تاریخ سخن ہے
جناب مولوی محمد عبدالغفور خان صاحب نامی تلمیذ فصیح الملک داغ دہلوی	
شکر خدا چپ کیا آج وہ تاریخ سخن اُن کی غزل سننے سے وجد کرے آدمی شعر و سخن میں کہان اُن کی نظیر آجکل عظمت و شان سخن کہتی تھی ہوگا عروج نامی وہ دیوان چھپا جس کی تاریخ ہے	جس میں جواہر ہیں سب جس میں آں جلیل حال بدلے جو نظم ہے وہی قالِ جلیل ہند و دکن میں کہان آج مثالِ جلیل قربِ نظام دکن ہے یہ آں جلیل فتنہ فکر جلیل سرِ حلالِ جلیل
جناب مولوی نثار احمد صاحب نثار ملازمِ صرف خاص مبارک برادر زادہ مصنف	
چھپا دیوان ایسا عاشقانہ نثار اچھی کہی تاریخ تم نے	تصدقِ حبیب ہو گنجینہ حسن یہ ہے تاریخ سخن آئینہ حسن
جناب منشی محمد عبدالحکیم صاحب بنجم ٹھیکہ دار تعمیرات سرکار عالی تلمیذ مصنف	
تھی بنجم کو یہ منکر کہ تاریخ کے لئے دیوان کو یکے ایک یہ کہتے نخل گیا	مل جائے کوئی مصرعے تابانِ جلیل کا دل کی جگہ بنبل میں ہو دیوانِ جلیل کا
جناب میر مظہر علی صاحب المستخلص بہ نور تلمیذ مصنف	
چھپا جب کلام لطیفِ جلیل کہی اسکی تاریخ میں نے یہ نور	ہوئے دیکھ کر شاد اہلِ زمیں پسند جان ہے یہ تاریخ سخن
جناب مولوی نہال احمد صاحب نہال منصف دوم تعلقہ جالہ ملک سرکار عالی فرزند	



گفتا بہن تاج سخن با صد اوئے دلبری امین مصرع مشہور سرور در دل من آمدہ		تاریخ طبعم کن رقم روشن چو ماہ و شتری بیار خوابان دیدہ ام لیکن تو چیزے دیگرے
---	--	--

	ولہ	
یان شاہد معنی کی عجب جلوہ گری ہے تاریخ ہوا سکی جو نہال آب کو درکار		جو نظم ہے وہ ناز و نراکت سے بھری آ لکھد یکجے دیوان نہیں شوخ بری ہے

مژدہ ہائے تیر مشتاق شد مطبوع خلق بے سرو ہم از پے سال سچی کن رسم		جناب مولوی فصیح اللہ خان صاحب تیر بہار سی
	ولہ	
از جلیل آبر و سے بزم انام کفت تکمیل فلک رتبہ کلام		نظم خوش آغاز نیک انجام دیوان جلیل در جہان تاج سخن شد نام دیوان جلیل

لے خوشا نظم فصاحت آگین طبع دیوان شد و سالتش تیر		از جلیل آبر و سے بزم انام کفت تکمیل فلک رتبہ کلام
--	--	--

جناب مولوی بخشی عید الوارث خان صاحب وارث تلمیذ فصیح الملک داغ دہلوی		
--	--	--

دیوان چھپا جلیل کا اب یہ نظم کہین ہے سحر و افسون		تھا سارا زمانہ جبکا مشتاق یہ نظم کہین ہے علم اشراف
استاد جلیل ایک ہی شخص		اک تازہ خیال کہنہ مشتاق

اُستادِ زمانین کیوں نہیں ہم ہے پاک کلام اُن کا بے عیب تخلیق مضامین انکا حصہ تاریخ لکھو تم اسکی وارث	علم و فن میں ہیں خوب ہی طاق اُستاد کا ٹھیک سا نیا طلاق اللہ۔ جلیل بھی ہیں خلاق ہے تاج سخن ادیب آفاق
--	--

## جناب محمد واؤد علی خان صاحب واقف تلمیذ مصنف

اُستاد سخن برنگِ خاقانی گفت شد تاج سخن چو طبع واقفِ اہل	ہر شعر چو مروئے ماہِ کنانی گفت ساز سخن ادیبِ لاثانی گفت
--	--

ولہ

ایک عالم ہے آج متوالا کیا چمکتی ہوئی ہے یہ تاریخ	اُن کے کیفیتِ شراب سخن ابھی نکلا ہے آفتاب سخن
---	--

ولہ

یہ تاج سخن ہے کہ جان سخن لکھو اسکی تاریخ واقفِ یہ تم	بلندی میں ہے آسمان سخن یہی ہے گل بوستان سخن
---	--

## جناب منشی سید وجاہت حسین صاحب جاہت جہنما نوی ایڈیٹر

### اصلاح سخن تلمیذ فصیح الملک غ دہلوی

جلیل شاہ سخن ہو گئے مبارک ہو بڑے ہی امین بے شک بہت ہی تمیت ہے	عجیب ٹھاٹھ سے ہر پر جاہ تاج سخن کچھ اسکا مول نہیں ہے بہا ہے تاج سخن
--	--



خدا گواہ عجب پُر ضیا ہے تاج سخن سر جلیل پہ اچھا چھپا ہے تاج سخن یہی سبب ہے کہ اتنا بڑا ہو تاج سخن بڑی ہی آرزو کن سے چھپا ہے تاج سخن جو فخر و ناز کرے سب بجا ہے تاج سخن تو نام آپ کے دیوان کا ہے تاج سخن جلیل آپ کو اب سچ گیا ہے تاج سخن ۲۸ ستمبر	جواہرات بھی ہین ماند سامنے اس کے جو دیکھتا ہے وہ خوش ہو کے مل سکتا ہو وہ سر جلیل ہے جسکے لئے بنا ہے یہ بہت دنوں سے بہت لوگ اسکے خوان تھو لا ہے تاجور ایسا اسے جلیل القدر جلیل کشور اشار کے جو سلطان ہین نثار ہے وجاہت یہ مصرع تاریخ
---	---

### جناب منشی عبدالوجید صاحب و حیدر اور زادہ مصنف

کہ یہ نقطہ نقطہ درِ شاہو

یہ اچھا ہے دیوان باغ و بہار  
۱۳۲۸

چھپا وہ سخن دلکش و آبدار

وحید اسکی تاریخ میں نے کہی

### جناب سید محمد عسکری صاحب و ایم برادر جناب ریاض تلمیذ امیر مینائی لکھنوی

جسکا ہے لفظ لفظ ہمارے لیے دلیل

ہر سطر موجِ چشمہ تسنیم و سبیل  
جو کجہ سخن کا ہے اسے دوستو خلیل

شکرِ خدا جلیل کا دیوان چھپ گیا

ہر نقطہ ایک بوند شرابِ طہور کی  
دیوان کیا ہے معجزہ ہے اسکی فکر کا

<p>وہ نائب امیر و سر تاج شاعران تاریخ طبع تاج سخن کی جو سر ہے</p>	<p>شاہ دکن نے جسکو دیار تہ جلیل کہد و وسیم۔ تاج سخن لائق جلیل ۱۳۲۸ھ</p>
<p>جناب نواب محمد عمر خان صاحب وفا خلعت نواب برق الدولہ بہادر تلمیذ مصنف</p>	
<p>کلام استاد من چو شد طبع وفا چون فکر کردم از پے سال</p>	<p>برار باب سنی گشت محبوب بگفتا یا نفم۔ دیوان مرغوب ۱۳۲۸ھ</p>
<p>دید ہائے ماچہ روشن شد ز دیدارش وفا شد سر اعدا قلم بنو شتم این تاریخ طبع</p>	<p>طبع چون تازہ کلام خوشتر و زیبا شد جدا مطبوع دیوان جلیل ما بشد ۱۳۲۸ھ</p>
<p>شمس العلماء خان بہادر جناب نواب عزیز جنگ بہادر و لا مؤلف آصف اللغات تلمیذ فصیح الملک داغ دہلوی</p>	
<p>بشری کار باب انھنی اقد انطبع فی ما احسن التالیف فی ثنائہ اشعارہ سُمط من الجواہر قال الولّا تاریخہ بد اہۃ</p>	<p>هذا الكلام المقتلى المذون نطق الوری عند البیان الکن فیہا المعانی المنجلی من ین نظم بی یع للجلیل احسن ۱۳۲۸ھ</p>
<p>وله</p>	<p>وله</p>



قد اشاع الجلیل الاجل الشہیر الکتاب المسمی بتاج سخن  
 هذا احلى الكلام لاهل اللسان وشئى بدیع لاهل الوطن  
 ما را ائنا الکلام العلی مثل هذا الفصیح البلیغ الجلی فی الزمن  
 حيث قال الولا عام تاریخہ ان نظم الاجل الجلیل حسن

وله

نظم جلیل چاپ شد از نظم کروکار  
 از حسن سعی خست روین خجسته بخت  
 آن داستان غبل و گل باز تازه شد  
 از پاسے تخت آصف نام آور دکن  
 شکر خدا ہر آنچه دلم خواست یکبیک  
 بالیدم و بجامہ نگنجدم از سرور  
 کلام ولا نوشت بتایخ نطباع  
 این مرقدہ پچور روح و روانے متن رسید  
 انجام کار طبع بود جہ حسن رسید  
 تاجکھتیش بدست صبا در چمن رسید  
 مضمون بدست فکریت اہل سخن رسید  
 در لحظہ خوش از کرم ذوالمنن رسید  
 چون این خبر گوش خبر جوئے من رسید  
 جان سخن بقالب طبع دکن رسید

وله

جس روز چھپا ہوا وہ مطبوع جہان  
 کیا خوب کہی ولا نے اس کی تاریخ  
 دیوان سخنور جلیل ذیشان  
 سلطان قلم و سخن کا دیوان

جناب سید محمد ہادی صاحب ہادی مچھلی شہری تلمیذ مصنف

سکہ رائج ہے اُن کا ہر کلام  
 کیون نہ ہوں مقبول عالم میں جلیل

دیکھ کر اُن کے کلامِ نثر کو پرست بندش اُن کے ہر مضمون کی جس کی مدت سے متناسب کو تھی فکر ہے تاریخ کی ہادی اگر	چشمِ بداندیش ہوتی ہے علیل لے کے چٹکی ڈالتی ہے دل میں نیل چھپ گیا اب وہ کلام بے عدیل کہہ لسانِ انیب دیوانِ جلیل
---	---

جنابِ محمد نوح صاحبِ شہیر تخلیقہ دار و آرمیزی مجسٹریٹ چلی شہر یوگا کا رجناب

روحِ اللہ ہو گئی شایع وہ نظمِ لاجواب کیا سچی ہے زیورِ الفاظ سے مثلِ عروس حُسنِ معنی کو سوارِ خط چھپا سکتا نہیں بے سواد اسکو اگر دیکھے تو ہر روشِ سود اُس پر ہی زادِ سخن کو جس نے دیکھا اک نظر اس کے نظارہ سے رہ سکتے نہیں قابو میں دل دیکھ کر بے ساختہ کہہ اٹھتے ہیں اہلِ نظر ہے وزیرِ بادشاہِ شاعران کا یہ کلام یعنی یہ دیوان ہے تصنیفِ نیبا کے جلیل ماہرِ فنِ باریابِ خدمتِ شاہِ دکن تھے شہنشاہِ سخن حضرت امیرِ لکھنوی فیضِ فنِ آرمیزی مرحوم کا ہے یہ اثر	دلِ فریبی میں جو ہے محبوبِ رنگین ادا کاغذی ملبوس ہے دیبا و طلسم سے سوا ابر میں خورشیدِ تابان کی نہیں چھپتی ضیا روشنی طبع کے ظاہر ہوں جو ہر رطل پھیر میں آسیبِ الفت کو وہ دیوانہ ہوا تا اب اس کے جلوے کی لائین جو اس ہوش کیا بارک اللہ بارک اللہ مرحبا صدِ محب کہتے ہیں تاجِ سخن اہلِ سخن اسکو بجا اپنے خراجِ تاشون میں سب کا جواب ہی پیشوا حافظِ قرآن و دیندار و جوانِ پارسا جن کا ظلِ عاطفت تھا سایہ بالِ ہما شاعرِ اعلیٰ ہر اک شاگردِ ادب نے ہو گیا
--	--

۱۵ یہ تاریخین درمیں آئین اس وجہ سے خلاف ترتیب آخر میں درج کی گئیں۔



یہ جلیل القدر شاگردوں میں بھی ممتاز تھے  
عزت قائم مقامی امیر سران کو ملی  
اللہ اللہ کیسی پائی ہے طبیعت نوز کی  
جس غزل کو دیکھیے ہے صاف انداز ہیر  
مثل جو استاد کا ہو وہ ہے شاگرد رشید  
بلبل ہندوستان تو ہو گیا سدرہ نشین  
سرہاراجہ مہین اسلطنہ مہین ان سے شاد  
کیون نہ اب بخت رسا پر اپنے ان کو ناز ہو

حال پران کے عنایت رہتی تھی سبے سوا  
جانشینی کا شرف بھی پاس گئے نام خدا  
کیا زبان صاف ہے کیا شوقی طبع رسا  
شیشہ ہر شرمین ہے رنگ مینا کی بھرا  
یہ صفت جس میں ہو وہ ہے لائق مرج و ثنا  
اب کن میں ہر طرف انکا ہے طوطی بولتا  
نکا آصف خوش بین رخی مین وزیر و بادشا  
شاعر و دربار سلطانی کا منصب پالیا

مصرع تاریخ سال طبع اب کہیے شہید

چھپ گیا دیوان استاد سخن کا داہ و ا  
۱۳۲۸ھ

جناب منشی محمد متاع علی صنا آہ تحصیلہ اڈوگر گڑھ تلمیذ امین الدین لکھنوی

واہ رے جو ہر تہاری طبع موزون کے جلیل  
آہ کو یہ مصرع تاریخ و دلو ان کا ملا

یہ گہر باری یہ در ریزی تو نپسان میں نہیں  
ہیں خزانے میں جو اہر شعر دیوان میں نہیں  
۱۹۱۰ء

جناب منشی غلام حسین خان صاحب آفاق بنارس تلمیذ مصنف

طبع دیوان حضرت استاد  
جسکے سنتے ہی دل ہوا بشاش  
کون استاد؟ وہ جناب جلیل

کتنی واللہ ہے مبارک فال  
ہو گئے دور سارے حزن و ملال  
جو ہیں دریا سے علم و فضل کمال

	<p>فخر اہل زبان ماضی و حال ہمنشین شہ بلند اقبال فخر کرتا ہے آج ان پر کمال جو کہ ہیں تاجدار اہل کمال آپ اپنی نظیر اپنی مثال اور شوخی میں ہے ہری تمثال جسکے دلدادہ دل سے اہل کمال کیون نہ ہو ہے یہ سحر سحر طلال ہر سخنور کے دل میں اسکا خیال جیسے عشاق بہر شام وصال</p> <p>نورِ باغ <sup>۱۳۲۸</sup> ہر حسن خیال</p> <p>روشنی <sup>۱۹۱۰</sup> چہرہ رخ بر مجھ کمال</p> <p>شجرہ بوستانِ بلف متال <sup>۱۳۱۴</sup></p>		<p>بادشاہ سخن جلیسِ القدر جانشین امیرِ سیمائی ناز کرتا ہے خود امیران پر انکا دیوان ہے یہ تاج سخن ہے یہ دیوان حسن و خوبی میں یہ نزاکت میں حورِ پیکر ہے ہے یہ دیوان وہ دلربا دلکش دل سخن ہے جان مفتون ہے ہر سخن سنج اس کا گرویدہ منتظرانِ تھے شایقانِ کلام سالِ ہجری <sup>۱۳۱۴</sup> طبع کا نکلا دوسری ہے یہ عیسوی تاریخ سالِ فصلی ہے اسطرح آفاق</p>	
		ولہ		
	<p>گردون پہ نیا تیر تابان نکل آیا یون کہدے کہ یہ ماہِ خوشان نکل آیا <sup>۱۳۲۸</sup></p>		<p>دیوان چھپا آج جو اُستادِ وزن کا آفاق اگر فکر ہے تاریخ کی جھلک</p>	
	<p>آج جس کے حسن سے ہے گری بازارِ نظم نکھد وہ تاریخِ تم سے ہے گلِ گلزارِ نظم <sup>۱۳۲۸</sup></p>	ولہ	<p>یوسفِ ثنائی ہے خوبی میں یہ دیوانِ جلیس دل شگفتہ ہو گیا آفاق اسکی سیر سے</p>	



# غلطنامہ

غلطنامہ	غلطنامہ	غلطنامہ	غلطنامہ	غلطنامہ	غلطنامہ	غلطنامہ	غلطنامہ
۱۰	۱۱	دہرنے	دھونے	۱۹	۱۸	سردار	سردار
۲۵	۱۸	ملکی	ملکین	۱۰	۱۸۸	پو پھتے	پو پھتے
۳۱	۹	میرے	میرے	۸	۱۸۹	کہہ دنگاں	کہہ دنگاں
۴۳	۱	نہ	نہ	۱۵	۱۹۱	در	در
۵۳	۱۱	سہ	سہ	۱۶	۱۹	ملنے	ملنے
۸۲	۱۱	کو	کو	۱۹	۱۹	پیا	پیا
۹	۱۵	بتاوا	بتاوا	۸	۲۱۵	اشک دوان	اشک دوان
۸۶	۱۸	کی	کی	۱۸	۲۱۸	کے	کے
۹۰	۲	چھیڑو	چھیڑو	۱۲	۲۲۲	بھرا	بھرا
۹۸	۸	جانے	جانے	۱۲	۲۳۵	کے	کے
۱۰۴	۱۴	تھی	تھی	۱	۲۴۵	فدا	فدا
۱۰۵	۴	اُدھر	اُدھر	۱	۲۵۳	وہ	وہ
۱۰۶	۱۵	بنتے	بنتے	۱۴	۲۵۹	آٹھ	آٹھ
۱۱	۱۴	ہے	ہے	۱۵	۲۶۶	شریک	شریک
۱۱	۱۹	رہے	رہے	۱۶	۲۶۲	ڈوے	ڈوے
۱۱۴	۴	نگاہ	نگاہ	۱۸	۲۸۳	شناہیں	شناہیں
۱۲۹	۱۵	مین	مین	۱	۲۸۴	ران	ران
۱۳۳	۵	کچھ	کچھ	۱۳	۲۸۸	آہ	آہ
۱۳۶	۶	دشت پیا	دشت پیا	۱۵	۳	پامال	پامال
۱۳۹	۱۳	خار	خار	۱۶	۳۱۱	آگے	آگے
۱۶۶	۹	افش	افشان	۱۱	۳۱۲	دل کو	دل سے

## تصنیفات حضرت امیر مینائی لکھنوی <sup>رحمۃ اللہ علیہ</sup>

خیابانِ آفرینش مع محمد خاتم البینین۔ اس میں حضرت امیر مینائی کا نعتیہ کلام جو غیر مطبوعہ تھا وہ بھی شریک کیا گیا ہے قیمت ایک روپیہ چار آنے (دعوتِ قیمت) صبحِ ازل (مقدس) حضرت سرور کائنات صلعم کی ولادتِ باسعادت کے بیانِ لیلۃ القدر۔ (مقدس) معراج شریف کے بیان میں قیمت (۶۲)۔ نور تجلی (ثنوی) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات قیمت (۶۲)۔ شامِ ابد (مقدس) وفات شریف کے بیان میں قیمت (۱۱)۔ ابر کرم۔ دنظم صالحین کرام کے حکایات قیمت (۴)۔ نماز کے اسرار۔ (نثر) نازکی حقیقت اور فائدے قیمت (۴)۔ نزادِ امیر۔ (نثر) مجموعہ ادعیہ صحیحہ ماثورہ قیمت (۵)۔ صنمِ عاشق۔ دوسرا عاشقانہ دیوان تیسری بار نہایت اہتمام سے تیار ہوا قیمت (۱۱)۔ مخزنِ القوافی۔ اس میں ردیفِ الفت سے یکایک تمام قافیے جمع کئے گئے ہیں قیمت (۸)۔ ثنوی راسخ۔ فارسی از راسخ سرسندی قیمت (۴)۔ نوٹ۔ محصولِ ڈاک وغیرہ فور خریدار۔ پتہ صاف لکھنے ورنہ تعمیل نہ ہو سکی۔

ملنے کا پتہ

نیچر دفتر امیر المطابع حیدر آباد دکن















**ALLAMA  
IQBAL LIBRARY**  
**UNIVERSITY OF KASHMIR**  
**HELP TO KEEP THIS BOOK  
FRESH AND CLEAN.**